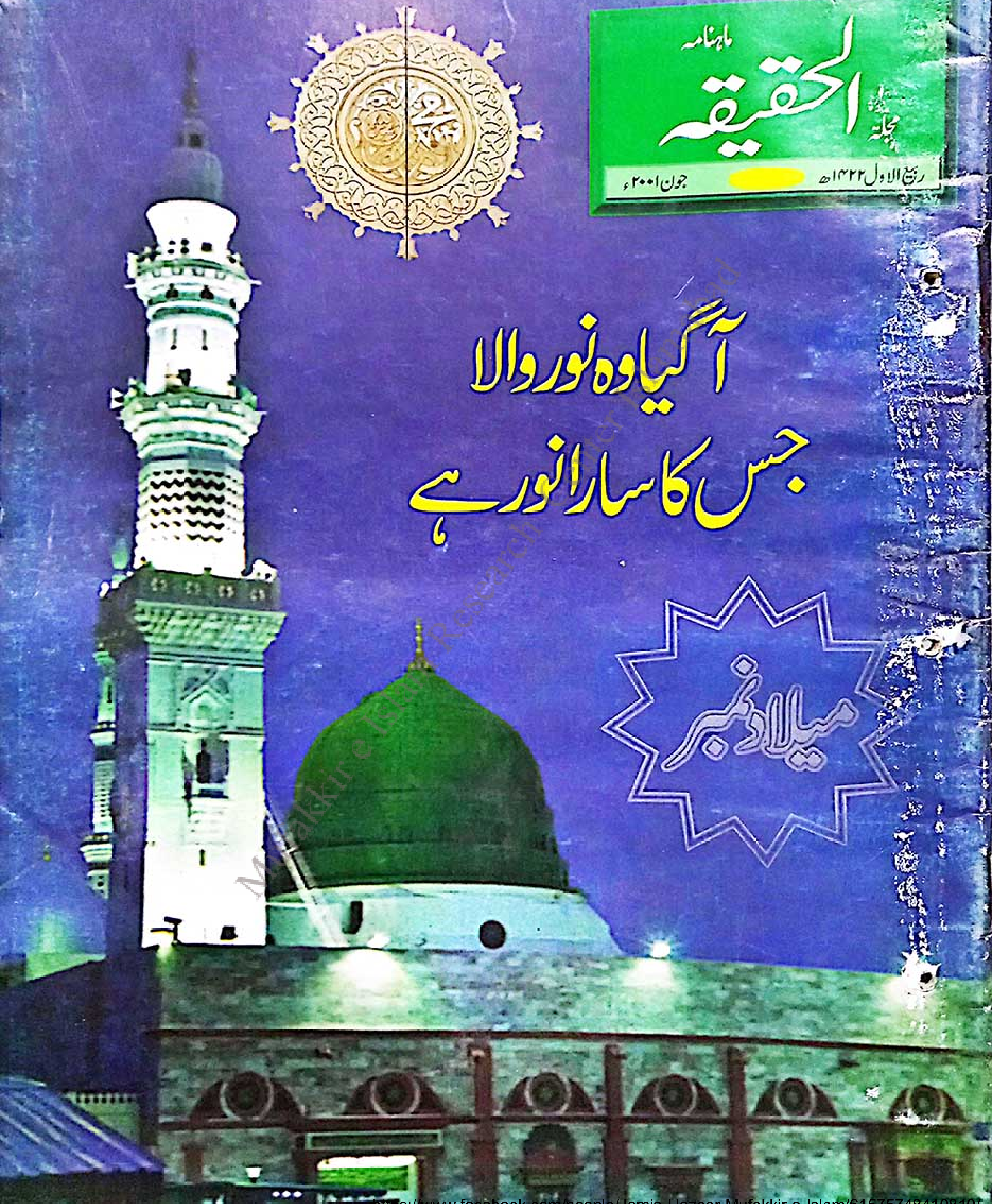
ماہنامہ
مجلہ
الحقیقہ
ربیع الاول ۱۴۲۲ھ   جون ۲۰۰۱ء

آگیا وہ نور والا
جس کا سارا نور ہے

میلاد نمبر



حمد و نعت

حمد اس کی، جو ہے خالق دینائے خشک و تر
نعت اس کی، جس کو حق نے کیا شاہِ بحر و بر

حمد اس کی جس نے جس سے کئے پیدا دو جہاں
نعت اس کی، دو جہان فدا جس کی ذات پر

حمد اس کی، ہے دلیل جس کے نور کی
نعت اس کی، جس کے نور سے پیدا ہوئی سحر

حمد اس کی، جس کا کون و مکاں میں نہیں شریک
نعت اس کی، جس کا ثانی نہیں ہے اِدھر اُدھر

حمد اس کی جو ہے خالق کونین بالیقیں
نعت اس کی جو ہے رحمت دارین سر بسر

حمد اس کی، جس کا در ہے فقط قبلہ دعا
نعت اس کی، جس کا نام ہوا ضامن اثر

حمد اس کی، جس نے نوع بشر کو شرف دیا
نعت اس کی، جس کو رب نے کیا سید البشر

حمد اس خدا کی جو کہ ہے لاریب رب العرش
نعت اس نبی کی عرش بنا جس کی رہگذر

حمد اس کی، جس کے سامنے سب سجدہ ریز ہیں
نعت اس کی، جس کی نعت میں ہے ہر زبان تر

حمد اس کی، جس کی حمد کی کوئی بھی حد نہیں
نعت اس کی، جس کی نعت تصور سے بالاتر

حمد اس کی، جو کریم بھی ہے اور قدیر بھی
نعت اس کی جو ہے جہاں فیض رضی سے بہرہ ور

صدقہ ہے یہ بھی مرشد والا تبار کا
آسی کا حمد و نعت میں جو رنگ ہے دگر

(جل جلالہ و صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

(پروفیسر محمد حسین آسی)

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو۔ (التوبہ: ۷۳)

زیر سرپرستی

مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی

ماہنامہ

مجلۃ الحقیقۃ

ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ جون ۲۰۰۱ء

جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۹

مدیر مسئول
ابوطلحہ نوری

مدیر اعلیٰ
شجاعت علی مجاہد

مدیر اعزازی: حمزہ مصطفائی

ادارت

* مفتی محمد اشرف القادری
* ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری
* علامہ محمد نور المصطفیٰ رضوی
* علامہ محمد حنیف قادری
* علامہ نصیر الدین قادری
* علامہ شفقات احمد نقشبندی
* علامہ خاور حسین نقشبندی
* علامہ محمد صدیق ضیاء
* علامہ محمد سعید عامر نقشبندی
* علامہ محمد عارف نقشبندی
* مولانا محمد نواز نقشبندی

زیر اہتمام
ابوالحسن جہادی

مشیر قانون
غلام فرید چوہدری
ایڈووکیٹ ایم-اے ایل-ایل-بی
لاثانی چیمبرز ہائیکورٹ لاہور

میلاد نمبر

قیمت خصوصی شمارہ -/15 روپے

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی
انچارج دفتر الحقیقۃ نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ

فی پرچہ : 10 روپے
سالانہ : 100 روپے

پبلشر پروفیسر محمد حسین آسی نے عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر شیران اسلام نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ (نارووال) سے شائع کیا۔

آئینہ حقیقت

جشن آمد شاہ ھدیٰ

ہر سمت جشن آمد شاہ ھدیٰ ہے آج
ہر ایک لب پہ نغمہ صلی علی ہے آج

زینت فزائے دہر ہے تنویر حسن و عشق
ہر سمت نور ایزدی جلوہ نما ہے آج

رقصاں ہے فرط عیش میں ہر ذرہ جہاں
صلی علی کا غلغلہ ہر سو بپا ہے آج

جس کی شمیم سے یہ فضائیں ہیں عطر بار
باغ جہاں میں وہ گل رعنا کھلا ہے آج

آئی حجاب نور سے دلکش نوائے شوق
ہر سو ضیائے طلعت بدرالدجی ہے آج

یا ایھا المزمل حق نے کہا جسے
ہاں وہ حبیب خالق کل آ گیا ہے آج

بٹتی ہے بھیک نور کی اے عاصیو! چلو
شہر حبیب میں در رحمت کھلا ہے آج

جس کے فروغ حسن میں ہے عکس نور حق
عالم میں جلوہ یار وہ شمس الضحی ہے آج

ارض و سما ہیں حسن سے جس کے فروغ گیر
وہ آفتاب ہاشمی جلوہ نما ہے آج

حور و ملک نہ گائیں کیوں نغمات دلنواز
محبوب رب دو جہاں پیدا ہوا ہے آج

قد جاءکم من اللہ نور کی دھوم ہے
بشری لکم کا شور بہر سو مچا ہے آج

ہے جس کی ذات باعث تکوین کائنات
جلوہ نما وہ پیکر نور و ضیاء ہے آج

وابستہ جس کی ذات سے بخشش قمر کی ہے
پیدا ہوا وہ شافع روز جزا ہے آج

قمر یزدانی

پروفیسر محمد حسین آسی

۷۸۶
۹۲

کائنات کا سب سے بڑا دن

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دنیا کے ساماں میں
انھیں دولھا بنا کر بھیجنا تھا بزمِ امکاں میں
تعالیٰ اللہ محبوب ﷺ خدا نے جلوہ فرمایا!
سرور آنکھوں میں آیا، نور دل میں جان ایماں میں

کسی دن یا رات کا بڑا ہونا اس کی لمبائی اور دورانیے کی وجہ سے نہیں ہوتا کہ دن یا رات چودہ گھنٹے کی ہو تو بڑی اور دس گھنٹے کی ہو تو چھوٹی۔ حقیقت یہ ہے اس کی بڑائی کسی بڑے سے نسبت کی بنا پر ہوتی ہے۔ جو دن جتنے بڑے سے تعلق رکھتا ہے اتنا ہی بڑا اور جس رات میں اللہ نے اپنے کسی خاص بندے کو نوازا وہ رات اس کے حوالے سے اتنی ہی بڑی۔ عیسائی لوگ ۲۵ دسمبر کو بڑا دن کہتے ہیں حالانکہ یہ تقریباً دس گھنٹے کا ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوم ولادت ہونے کی وجہ سے یہ چھوٹا سا دن بہت بڑا ہو گیا ہے اور یہ سوچ کچھ غلط بھی نہیں عین فطرت کا تقاضا ہے جس دن کا تعلق کسی محبوب سے ہو جائے وہ بھی محبوب ہو جاتا ہے۔ سالگرہ منانے کی آخر اور کیا بنیاد ہے قرآن پاک فاطرِ ہستی کا کلام ہے اور اس دین اسلام کا دستور ہے جسے دینِ فطرت کہتے ہیں لہٰذا نسبتوں کو نہایت اہتمام واحترام سے ملحوظ رکھتا ہے چنانچہ ایسے تمام دن جن کا تعلق اللہ والوں سے ہے قرآن انھیں اللہ والوں کے دن نہیں کہتا بلکہ اللہ کے دن فرماتا ہے چنانچہ ارشادِ باری ہے۔

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ (ابراھیم۔۴)

ترجمہ: اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ

دن سب اللہ کے، راتیں سب اللہ کی، وہ خود پیدا ہونے سے پاک شادی کرنے سے، اولاد جننے سے، اور مرنے سے پاک، تو ان دنوں کا اللہ سے کیا تعلق، صرف یہی کہ یہ اس کے محبوبوں کے دن ہیں اللہ کا کوئی محبوب جس دن پیدا ہوا قرآن اسے اس محبوب سے نسبت نہیں دیتا بلکہ اس محبوب سے خدا کی محبت ظاہر کرنے کے لیے اسے اللہ کا دن فرماتا ہے چونکہ اللہ کے محبوبوں کا دنیا میں آنا، دنیا سے جانا، یا ان کا اللہ سے کوئی انعام پانا بھی خیر ہی خیر ہوتا ہے ان کے اپنے لیے بھی خیر، اللہ کی مخلوق کے لیے بھی خیر، لہٰذا اس خیر اور خیریت کو اجاگر کرنے کے
لیے اللہ انھیں اپنی نسبت تشریفی عطا فرماتا ہے۔

آیئے اب اس نقطۂ نظر سے دیکھیں اللہ کے دنوں میں سب سے بڑا دن کونسا ہے یقیناً دنیا میں بڑے بڑے مصلح، حکیم، محسن، ہادی، ولی بلکہ نبی و رسول علیہم السلام بھی پیدا ہوئے مگر کیا ان کا دائرہ کار، دائرہ فیض، دائرہ احسان، دائرہ ہدایت، بلکہ دائرہ نبوت و رسالت ساری کائنات تک پھیلا ہوا تھا؟ نہیں، یقیناً نہیں اور سب کو تو چھوڑیئے خود انبیاء مرسلین علیہم السلام میں بھی کوئی شخصیت ایسی نہیں جسے اللہ نے سب کائنات کے لیے بنایا اور ساری کائنات کی طرف بھیجا ہو بلکہ ساری کائنات تو ایک طرف، ساری زمین پر بسنے والی ساری مخلوق بھی ان کے دائرہ رسالت میں داخل نہیں رہی، ساری زمین مخلوق تو ایک طرف، سارے انسان بھی ان کے دروازہ فیض سے وابستہ نہیں کیے گئے۔ ہاں ہاں جسے اللہ نے سب کے لیے بنایا، سب کی طرف بھیجا، سب انسانوں کی طرف ہی نہیں، ساری زمین مخلوق کی طرف ہی نہیں، ساری مخلوق ارضی و سماوی، مکانی و لامکانی کی طرف وہ ایک ہی ذات ستودہ صفات ایک ہی پیغمبر ایک ہی ہادی، ایک ہی رحیم سراپا رحمت ہے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے دائرہ بعثت میں جن و بشر، حور و ملک فرش و عرش خشک و تر غرض ساری موجودات ہیں۔ اور پھر نہ مکاں کی حد بندی نہ زماں کی۔ ہر مکان اس کے جلووں کا مقام ہر مکانی اس کا غلام، ہر زمان اس کا فیض عام ہر زمانی اس کا تشنہ کام۔

کونین بنائے گئے سرکار ﷺ کی خاطر
کونین کی خاطر تمھیں سرکار بنایا

اللہ رب العٰلمین تو یہ حبیب رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کائنات کا کوئی ذرہ اللہ کی ربوبیت سے بے نیاز ہے اور نہ اس کے مظہر یکتا محبوب اکبر، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے۔ یہ سب کی طرف آنے والا سب کا رسول، سب کا نبی، سب کا داتا، سب کا ملجا، سب کا ماویٰ، سب کا ہادی، سب کا منجی، سب کا سلطان، سب کی جان، سب کا سہارا، سب کا وسیلہ ہے۔

یہ سب کا رسول باقی اس کے امتی

یہ سب کا حاجت روا	باقی سب اس کے محتاج
یہ سب کا محسن	باقی سب اس کے ممنون
یہ سب کا معلم	باقی اس کے پروردہ
یہ سب کا وسیلہ	باقی اس کے دامنگیر
ہر رسول اپنی امت کا رسول	یہ رسولوں کا بھی رسول

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و رسل علیہم السلام
اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

ہر ہادی اپنے دائرہ کار تک محدود	یہ سب ہادیوں کا ہادی
ہر نبی امت کا وسیلہ	یہ سب نبیوں رسولوں کا وسیلہ
ہر معلم مخصوص لوگوں کا معلم	یہ ساری کائنات کا معلم

ہاں ہاں یہ وہی ہے جس نے اوہام کی ظلمات کو چھانٹا اور شعور کے دروازے کھولے ظلم و تشدد کے طوفان روکے اور مہر و مروت کے دریا بہائے عیاشی و فحاشی کا قلع قمع کیا اور شرم و حیا اور صدق و صفا کے چراغ روشن کئے۔

جس نے طبقاتی امتیازات سے انسان کو نکالا اور اخوت و مساوات سے اسے مالا مال کیا۔ جس نے نمرود و سرکشی کو مثا کر بجز و انکسار سے بہرہ ور کیا یہ اسی کا فیض تھا کہ تہذیب و تمدن سے عاری بدو تہذیب و تمدن کے امام بن گئے۔

اپنے جگر کے ٹکڑوں کو زندہ درگور کرنے والے ساری انسانیت کے رکھوالے بن گئے اپنی جہالت پر فخر کرنے والے دنیا بھر کے عالموں، عاقلوں اور حکیموں کے استاد بن گئے۔

جو اپنے گھناؤنے کردار اور رنازیبا طرز زندگی کی بنا پر انسانیت کیلئے وجہ عار تھے۔ اب اسی کے لئے باعث افتخار بن گئے۔

جو لوگ رنگ و نسل اور زبان و وطن کی بنا پر بٹے ہوئے تھے، انہیں یکتا، یکجا، یکجان و یکدل کر دیا۔

غرض یہ آنے والا، اتنی عظمتیں، ایسی رحمتیں اور برکتیں لے کر آیا کہ نہ پہلے اس جیسا آیا اور نہ بعد میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یقیناً یہی آنے والا اللہ کا سب سے بڑا مظہر، اللہ کا سب سے بڑا پیغمبر اور اللہ کا سب سے بڑا خلیفہ ہے۔ یہ اللہ کی ذات و صفات کا آئینہ، اللہ کے اخلاق سے متخلق اللہ کی آیتوں کا مہبط اور خود اللہ کی بہت بڑی آیت ہے یہ گفتار، رفتار میں، کردار، اطوار میں مطلع محاسن اور منبع فضائل ہے۔ اس کی صورت کی مثال نہیں اس کی سیرت کا جواب نہیں۔ تمام بڑوں کی بڑائیوں کا جامع، تمام اچھوں کی اچھائیوں، تمام اونچوں کی اونچائیوں سے سرفراز، تمام اہل کمال کے سارے کمال اس میں بلکہ ساری کائنات کا جمال اس میں کیوں نہ ہو یہ اللہ کی شان جمال بن کے آیا ہے۔ ہاں ہاں یہ شان خلاقی کا مظہر اتم ہے۔ یہ راز دار مشیت ہی نہیں، شاہکار قدرت بھی ہے۔ دنیائے انسانیت کو مقام رسالت پر ناز ہے اور مقام رسالت کو اس پہ ناز ہے۔ دنیا میں نور نبوت اس سراپا نور کی شعاعوں کا نام ہے۔ یہ آیا تو سب کچھ لے آیا، اب اس کے بعد کوئی آتا کیا لاتا لہٰذا نبوت کا دروازہ ہی بند کر دیا گیا۔ اس کا دروازہ وہ رب کا دروازہ جب اس کا دروازہ دنیا نے دیکھ لیا تو خدا کی غیرت کے ہی خلاف تھا، اپنے بندوں کو کسی اور دروازے پر بھیجتا۔ یہ آیا تو گویا فطرت نے اعلان کر دیا جسے خدا سے ملنا ہے، اس کے دروازے پر آئے کہ یہ واصل بھی ہے موصل بھی ہے۔

جسے خدا تک پہنچنا ہے، اس کے ہاں حاضر ہو کہ یہ پہنچا ہوا بھی ہے پہنچانے والا بھی ہے۔

جسے خدا سے لینا ہے، اس کا گدا بن جائے، خدا سب کچھ عطا فرما دے گا کیوں نہ ہو اس کا دینا، خدا کا دینا، اس سے مانگنا، خدا سے مانگنا۔

اسے اللہ نے سارے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں، وہ جس کو دیتا ہے، اس کے وسیلے سے دیتا ہے۔ اس کے ہاتھ سے دیتا ہے، اس کے دروازے سے دیتا ہے، اس کی مرضی سے دیتا ہے۔

غرض یہ اللہ کی طرف سے رسول، نبی، ہادی، معلم مقنن، شارع، حاکم، قاسم، ملک، مالک، مطاع سب کچھ بن کے آیا ہے۔

اس کا ہاتھ	اللہ کا ہاتھ
اس سے بیعت	اللہ سے بیعت
اس کی رضا	اللہ کی رضا
اس کی عطا	اللہ کی عطا
اس کی رمی	اللہ کی رمی
اس کی بولی	اللہ کی وحی
اس کا قانون	اللہ کا قانون
اس کی اطاعت	اللہ کی اطاعت
اس کی غلامی	اللہ کی غلامی
اس کی دشمنی	اللہ کی دشمنی

اسلام کیا ہے؟ اس کی اطاعت و فرمانبرداری

ایمان کیا ہے؟ اس کی محبت، جاں نثاری

مسلم کون ہے؟ جو اس کا بندۂ بے دام ہے

ہاں ہاں یہی ہے کائنات کا آقا، ہستی کا نقش اول، اللہ کی توحید کا سب سے بڑا نقیب، عرفان خالق کا سب سے بڑا ذریعہ، ترقی ذوبتی انسانیت کا سب سے بڑا سہارا جس نے عام الفیل کی ۱۲ ربیع الاول کو سرزمین مکہ میں نزول اجلال فرمایا۔ پھر اگر دنوں کی بڑائی دن والوں کی نسبت سے ہوتی ہے تو آپ کو ماننا ہوگا ۱۲ ربیع الاول شریف ہی کائنات کا سب بڑا دن ہے۔ عیسیٰ مسیح علیہ السلام جس دن بزم ہستی تشریف لائے بڑا دن ہے مگر سب سے بڑا دن تو وہ ہے جس (دن) سب سے بڑا مسیحا تشریف لایا۔ ہاں اس دن

وہ آیا جس کے آنے سے بہار جاوداں آئی
جسے دیکھا تو گویا زندگی کی جاں میں جاں آئی
وہ آیا جس کے آنے سے زمانہ جگمگا تا ہے
مقدر آدمیت کا ابھی تک مسکراتا ہے!
وہ آیا جس کو چارہ ساز کہئے غم کے ماروں کا
سہارا بے سہاروں کا بھروسہ خاکساروں کا
وہ آیا جس کا صدقہ ہے عروج آدم خاکی
وہ آیا جس نے آکر زہر کو دی شان تریاقی
وہ آیا ہے فلاح دین و دنیا کا جو ضامن ہے
جب آیا ہے تو وہ تاریخ کا سب سے بڑا دن ہے

بادشاہ کسی سرزمین میں آتے ہیں تو ان کے استقبال کو کیا کچھ اہتمام نہیں کیا جاتا۔ ابھی چند روز پہلے چین کا وزیراعظم پاکستان آیا تو حکومت پاکستان اور اہل پاکستان نے اپنی بساط بھرے جذبے سے خیر مقدم کیا۔ راستے سجائے گئے، جھنڈے لہرائے گئے ترانے گائے گئے، سلامیاں دی گئیں، ضیافتیں کی گئی۔ آنے والے خوش ہوگئے اور گہری محبت کا تاثر لے کر گئے۔ ۱۲ ربیع الاول شریف کو جو شہنشاہ کائنات جلوہ افروز ہوا وہ اللہ کا سب سے بڑا بندہ، اللہ کا سب سے بڑا محبوب، اللہ سب سے بڑا راز دار اور اللہ کا سب سے بڑا راز بھی ہے۔ جتنی اللہ کو اس سے محبت ہے، کسی کو کسی سے ہے نہ ہو سکتی ہے۔ اس نے سب کچھ اسی کی خاطر بنایا ہے بلکہ اس نے اپنا رب ہونا بھی اسی محبوب کی خاطر ہی ظاہر کیا ہے۔ چند احادیث قدسیہ میں اس کے اظہار محبت کے انداز دیکھیے

ھبط جبریل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان ربک یقول ان کنت اتخذت ابراھیم خلیلا فقد اتخذتک حبیبا وما خلقت خلقا اکرم علی منک لقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک و منزلتک عندی ولو لاک ما خلقت الدنیا (ابن عساکر)

ترجمہ: سلمانؓ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تو آپ کو اپنا حبیب بنایا کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ بزرگ ہو اور یقین جانیے میں نے دنیا اور اسکے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ ان کو آپ کی بزرگی اور مرتبہ جو میرے نزدیک معلوم کراؤں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ پھر جب سب کچھ کا خالق اللہ ہے اور سب کچھ اس نے اپنے حبیب کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے بنایا ہے تو صاف ظاہر جب یہ حبیب کریم علیہ الصلوۃ والسلام اس کی مشیت سے تاج لولاک سر پر سجا کر رونق افروز گیتی ہوا تو اللہ نے اس سب کچھ سے اس کا استقبال کرایا اور پوری کائنات کو اس کے ظہور نور کی خبر دے کر جشن منانے میں مصروف کر دیا۔ چنانچہ کعبے کی چھت پر اور مشرق و مغرب میں جھنڈے نصب کئے جا رہے ہیں۔ ایران کا آتشکدہ جو پورے ہزار سال سے روشن تھا، یک دم بجھا دیا جاتا ہے۔ کسریٰ کے محل کے کنگرے گر رہے ہیں۔ خانہ کعبہ سیدہ آمنہؓ کے گھر کی طرف جھک کر سلامی دے رہا ہے۔ بت سجدہ ریز ہو گئے ہیں حوریں اور مقدس خواتین سیدہ آمنہؓ کی خدمت حاضر ہیں۔ مشرق و مغرب کے جانور خوش ہیں گویا سب کے رب نے سب کے حضور ﷺ کے ظہور کی خبر سب کو دے دی ہے، کوئی سمجھے نہ سمجھے اور سب خوشخبری پانے والے خوش ہیں۔

آیئے، ہم بھی خوشیاں منائیں اور دل کھول کر بارگاہ ربوبیت میں سجدہ شکر اور بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں درود و سلام کے نذرانے پیش کریں۔

یوم میلاد کیسے منائیں

یہ واضح ہو چکا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت کائنات کا سب سے بڑا دن ہے تو اس کے منانے کا انداز بھی منفرد اور مہتم بالشان ہونا چاہئے۔ امت مسلمہ نے اس دن کو ہمیشہ نہایت ہی محبت و عقیدت سے منایا ہے۔ ملت اسلامیہ کے نزدیک عید میلاد النبی سب سے بڑی عید ہے۔ علامہ قسطلانی جیسے عظیم الشان محدثین کے نزدیک یہی دن نہیں، اہل اسلام ربیع الاول شریف کے سارے مہینے کو خصوصی اہتمام سے مناتے ہیں۔ آپ کے الفاظ میں

لا زال اھل الاسلام یحتفلون بشھر مولدہ علیہ السلام ویعملون الولائم ویتصدقون فی لیالیہ انواع الصدقات ویظھرون السرور ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم

ترجمہ: اہل اسلام ہمیشہ سے حضور ﷺ کے ماہ ولادت میں محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں دعوتوں کا اہتمام کرتے رہے ہیں اور اس کی راتوں کو طرح طرح کے صدقات دیتے ہیں اظہار مسرت کرتے ہیں اور نیکیوں میں کثرت۔ میلاد شریف کے چرچے ہوتے ہیں مرادیں جلدی پوری ہوتی ہیں خدا اس پر رحم فرمائے جو اس مہینے کی راتوں کو عید منائے تاکہ جس کے دل میں مرض اور بڑھے پھر فرماتے ہیں میلاد شریف کی برکتوں سے ہر قسم کا فضل عظیم ان پر ہوتا ہے یہ بھی تجربہ ہے کہ جس سال میلاد شریف منایا جائے، اس سال امن و امان رہتا ہے۔

آگے چل کر تصریح فرماتے ہیں کہ مومن تو اس ماہ مقدس میں خوشیاں مناتے ہیں مگر منافقین جن کے دلوں میں بغض و نفاق بھرا ہوتا ہے، پر یہ مہینہ بہت بھاری ہوتا ہے حقیقت یہ ہے

کہ حضرت امام کا یہ فرمان سو فیصد درست ہے اور روزمرہ کے مشاہدے کے مطابق خلافت اسلامیہ کے زمانے میں تو ایسا اتفاق بہت کم تھا مگر آج تو ماضی کے دور غلامی کی وجہ سے اس نے بڑی ترقی کی ہے اور کھل کر میلاد شریف کے خلاف ہرزہ سرائی کی جاتی ہے (جس کی پہلے کبھی اجازت نہیں تھی)

یقیناً یہ خوشی عظیم ترین عبادتوں میں سے ہے کیونکہ ایمان کی نشانی ہے۔ ایسے ہی مواقع کے لئے خود قرآن پاک نے حکم دیا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (یونس۔ ۵۸)

ترجمہ۔ تم فرماؤ، اللہ ہی کا فضل جو ان پر ہوا اور اسی کی رحمت جو انہیں عطا کی گئی اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں، وہ (خوشی) بہتر ہے اس سے جو یہ جمع کرتے ہیں۔

مایجمعون (جو وہ جمع کرتے ہیں) سے مراد دنیوی دولت کے انبار بھی ہیں اور آخرت کے لئے نیکیوں کے ذخیرے بھی ہیں۔ گویا حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے خوش ہونا عظیم ترین سعادتوں میں سے ہے اس کے مقابلے میں ساری دنیا کا مال کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور یونہی جو نیکیاں عقبیٰ کی فلاح کیلئے کی جاتی ہیں یہ ان سے کہیں بڑھ کر ہے۔ آخر اس خوشی کی یہ اہمیت کیوں ہے۔؟ بات یہ ہے کہ بندہ مومن حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے خوش ہو کر گویا اللہ تعالیٰ کے تمام احسانات کی قدر اور شکر کا اظہار کرتا جو آپ کی ذات بابرکت کے وسیلے سے ملے ہیں ایمان کا نور، عرفان و آگہی کی روشنی، اسلام جیسا نظام حیات اور قرآن پاک جیسا ابدی دستور اسے یہ سب نعمتیں اپنے آقا مولا علیہ التحیہ والثناء کی بارگاہ بیکس پناہ ہی سے ملی ہیں لہذا میلاد النبی ان سب نعمتوں کی بنیاد ہے اور اس دن عید منا کر وہ دراصل ان تمام احسانات ربانی کا شکر گزار بھی ہوتا ہے اور ان سے وابستہ رہنے کا اس میں ولولہ تازہ پیدا ہوتا جو بدنصیب لوگ اس عظیم ترین مسرت سے بھی محروم رہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام قسطلانی قدس سرہ کی تصریح کے مطابق واقعی اپنے بغض و نفاق کا اعلان کرتے ہیں بلکہ خود اہل حدیث کے عظیم مذہبی راہنما مولانا صدیق الحسن بھوپالی کا فتویٰ پڑھیے آپ فرماتے ہیں ہاں ہاں اے جشن میلاد منانے والو اپنی محبت ومسرت کا اظہار کرنے والو، اے جلسہ وجلوس کی شکل میں اپنے جذبات محبت کو آشکار کرنے والو تمہیں ایمان مبارک، احسانات کا شعور مبارک اس گئے گزرے دور میں اسلام سے یہ وابستگی اور عشق و مستی یہ شیفتگی مبارک۔ اللہ تمہیں دو جہان میں خوش رکھے، واقعی یہ عشق و مستی بڑی دولت ہے یہی بصیرت کی اصل ہے، اس کے بغیر شرع دین بقول حکیم الامت بت کدہ تصورات بن جاتے ہیں اسی عشق و مستی سے مصطفےٰ ﷺ کی تجلیات نظر آتی ہیں ورنہ بڑے بڑے شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث اس عشق و مستی کے نہ ہونے کی بنا پر خالی ڈھول کے سوا کچھ نہیں رہ جاتے، چنانچہ شاعر مشرق کا یہ فرمان اسی پس منظر میں ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا اول آخر ہونا، مغز قرآن وحاصل فرقان ہونا، یس وطٰہٰ ہونا عشق و مستی ہی کی نظر سے نظر آتا ہے ورنہ علم و فضل کے بلند بانگ دعویٰ کرنے والے کتنے ہی ایسے بدنصیب اور کورچشم ہیں جنہیں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ایسے ہی دیکھنے والے تھے جن کے بارے میں خود اللہ جل مجدہ نے صراحت سے فرمایا۔

تَرٰىھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (الاعراف۔۱۹۸)

ترجمہ: اور تو دیکھے گا انھیں کہ دیکھ رہے ہیں تیری طرف حالانکہ انھیں کچھ نظر نہیں آتا۔

ماضی قریب میں ایک ایسا ہی دل کا اندھا تھا جسے حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے یوں مخاطب فرمایا تھا۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

ترجمہ: خود کو بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کردے کہ دین سارے کا سارا آپ ہی ہیں اگر تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں نہ پہنچ سکا تو یہی ہے بولہبی (یعنی سخت ترین کفر) جس طرح یہ عظمت کا دن ہے یونہی رحمت اور توبہ کا دن بھی ہے۔ اللہ کی رحمت جوش پر ہوتی ہے محبوب اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو دعا مانگی جائے قبول ہو جاتی ہے یہ مرادوں کا دن ہے مگر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مرادیں مانگنے سے پہلے مرادوں کا تعین بھی تو کر لینا چاہیے۔ یقیناً حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی فطرت ایمان کا تقاضا ہے یعنی جس کے بھی سینے میں ایمان ہے آج کے دن اس کا خوش ہونا بالکل فطری ہے۔ سوچنا تو یہ ہے کہ اگر واقعی ہم آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد سے خوش ہیں اور اس حوالے سے گویا آپ کی ساری تعلیمات سے خوش ہیں تو کیا ان تعلیمات کا ہمارے کردار پر بھی کچھ اثر ہے یا نہیں۔ اگر خدانخواستہ ہمارا کردار ہماری خوشی سے ہم آہنگ نہیں تو کیا ایسی خوشی اسلام کے لیے مفید بھی ہے؟ کیا ہم اپنے دین کے لیے عزت کا سبب ہیں کیا ہماری سیرت کا انداز دیکھ کر کوئی شخص قرآن یا اسلام کی عظمت کا قائل ہوسکتا ہے۔ ہماری خوشی سے تو یہ ظاہر ہونا چاہیے کہ دور حاضر میں جب لوگوں کے اپنے اپنے قبلے، اپنے اپنے پروگرام، اپنی اپنی ترجیحات ہیں، ہم ان تمام قبلوں سے کٹ کر، ان تمام پروگراموں سے ہٹ کر اور ان تمام ترجیحات سے دست بردار ہو کر وہی کریں جو ہمارے آقا و مولا، رب یکتا کے حبیب یکتا علیہ التحیہ والثناء نے فرمایا اور وہی چاہیں جو ہمارے بارے میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا۔

قرآن پاک نے یہی تصور دیا ہے

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

ترجمہ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

دیکھئے قرآن پاک نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو داتا فرمایا بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو داتا فرمایا ہے لہذا ہمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے مانگنا چاہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بخشے پر قناعت کرنی چاہیے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اللہ، اپنے خالق و مالک، اپنے معبود، اپنے شہنشاہ حقیقی سے جو لے کر ہمیں عطا فرمایا اسی کو کافی سمجھنا چاہیے۔ اور ادھر ادھر، در بدر پھرنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر گدایانہ وفاداری و عاشقانہ انداز میں بستر بچھا لینا چاہیے۔

قرآن پاک نے کس دلنوک انداز میں فرمایا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط (الاحزاب - ۳۶)

ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمائیں تو انھیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے۔

دیکھیے مومن مرد اور عورت کے فکر و عمل کی حدود کیا بیان فرمائی گئی ہیں۔ یعنی اللہ اور اس کے بعد اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم مختار ہے۔ جو چاہیں حکم دیں، جو چاہیں فیصلہ دیں، ان کے سامنے مومن مرد و عورت کو کوئی اختیار نہیں کہ اپنی مرضی کریں اور جس طرح اپنی زندگی کا نقشہ چاہیں پسند کر کے عمل پیرا ہوں)۔

یاد رہے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت غیر مشروط ہے، باقی سب کی مشروط، ظاہر ہے اللہ تو سب کا خالق، مالک معبود، عالم کل ہے اس کی اطاعت تو غیر مشروط ہونی ہی چاہیے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت غیر مشروط کیوں؟ اس لیے اللہ کی اطاعت کا پیمانہ ہی اطاعت رسول ہے، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت گزار نہیں، وہ اللہ کا بھی مطیع نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا وہی مطیع ہے۔ جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہے، دیکھیے قرآن پاک کی تصریح کتنی واضح ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا، بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اسی لیے قرآن پاک میں کوئی فقہی حکم بھی پوری تشریح کے ساتھ نہیں دیا گیا تاکہ یہ بات ہمیشہ واضح رہے کہ جس طرح امت حصول قرآن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کی محتاج ہے یونہی فہم القرآن میں بھی اس کے وسیلے کی محتاج بنے۔ اور کسی صورت بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ اطاعت غیر مشروط کا اولین تقاضا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی معصومیت ہی نہیں بلکہ اس کا جملہ مصالح سے علیم و خبیر ہونا بھی ہے بلکہ اگر غور کیا جائے معصومیت کا دارومدار بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس علم وسیع پر ہے جس کے دائرے سے کوئی چیز باہر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے یہ عقیدہ آیات و روایات میں پوری صراحت سے موجود ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو زمین و آسمان نہیں بلکہ زمینوں اور آسمان کی ہر شے کا علم ہے چنانچہ چند ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے تو آپ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش) کے آغاز سے بتانا شروع کیا اور یہاں تک (بتایا) کہ جنتی لوگ اپنی جنتی منازل میں اور دوزخی لوگ اپنے دوزخی ٹھکانوں میں داخل ہو جائیں گے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا، یاد رکھا اور جو بھول گیا، بھول گیا۔ (بخاری شریف ج ۱)

۲۔ حضرت ابو زید یعنی عمرو ابن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہو کر ہمارے سامنے تقریر فرمائی۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا پھر منبر سے نیچے تشریف لا کر نماز پڑھائی اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی۔ حتی کہ عصر کا وقت بھی آ گیا پھر منبر سے نیچے تشریف لائے۔ نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر پھر خطبہ دیا حتی کہ سورج ڈوب گیا فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا (یعنی پہلو تقریر فرمائی تو اس تقریر میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی تو ہم میں سب سے زیادہ جاننے والا وہ ہے جسے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات) سب سے زیادہ یاد ہیں (مسلم شریف ج ۲)

۳۔ دارمی شریف اور مشکوۃ شریف کی ایک مشترکہ حدیث کا آخری جملہ یہ ہے

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

یعنی تو میں نے جان لیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمینوں میں ہے

سورۂ حشر کی آخری آیت میں فرمایا

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

ترجمہ: اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں زمینوں میں ہے یعنی کوئی ذرہ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ایسا نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتا ہو یعنی ما فی السموت والارض۔ اس روایت میں ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی ذرہ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ایسا نہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں نہ ہو۔

یہ ہے وہ علم وسیع جو اللہ اپنے نبی کو عطا فرماتا ہے اور جس کی رو سے اس کی اطاعت امت پر فرض ہوتی ہے اسی علم کا ایک پہلو، حکمت ہے۔ اللہ تعالی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام پر دو چیزیں نازل فرماتا ہے۔

۱۔ کتاب۔ ۲۔ حکمت (دیکھئے آل عمران کی آیت نمبر ۸۱)

کتاب تو ظاہر ہے، رہ گیا لفظ حکمت تو اس سے مراد کیا ہے۔ صاحب الی تاج العروس کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

الحكمة العدل فى القضاء و العلم بحقائق الاشياء على ماهى عليه و العمل بمقتضاه و لهذا انقسمت الى علمية و عملية

ترجمہ: حکمت فیصلہ عدل سے کرنا اور حقائق اشیاء کا اصل علم اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل لہذا الحکمت کی دو قسمیں ہیں حکمت علمی اور حکمت عملی غور کیا جائے تو حکمت کی اس تشریح کی بنیادی بات حقائق اشیاء کا علم ہے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں بھی یہ موجود ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ

ترجمہ اے میرے اللہ ہمیں اشیاء ایسے دکھا جیسے وہ (اندر سے) ہیں۔

یعنی حقیقت اشیاء کا علم مانگ رہے ہیں معاذ اللہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ پہلے یہ علم قطعاً نہیں تھا، دعا کے بعد شروع ہوا بلکہ مقصد یہ تھا کہ حقیقت اشیاء کا جو علم تو نے مرحمت فرمایا ہے اس میں اضافہ فرما، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم فرما کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اس دعا میں شامل فرما رہے ہیں نیز امت کو اشارہ فرما رہے ہیں کہ تم بھی اس حقیقت اشیاء کا علم مانگا کرو، یہ ایک عظیم دولت ہے)۔

نبیوں کو اس علم کا یہ فائدہ ہے کہ حلال و حرام کرنے کے جو اختیارات انھیں ملتے ہیں ان کے لیے یہ علم ازبس ضروری ہے مثلاً قرآن پاک میں جن حرام چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان

میں کتے کا نام نہیں لیا گیا۔ظاہر ہے اسے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے مگر کیوں اس لیے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کتے کی اصل حقیقت کو جانتے ہیں اس کے گوشت کے نقصانات آپ کی بصیرت نبوت سے مخفی نہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج کل کی سائنس اپنی پوری ترقی کے ساتھ جس مقام حکمت پر پہنچی ہے حکمت نبوت کے سامنے بہت ہی پست ہے آپ نے دیکھا ہوگا ڈاکٹر اور حکیم کسی بیمار کے لیے نسخہ تجویز کر کے یہ بھی بتاتے ہیں کہ فلاں چیز سے فائدہ ہوگا اور فلاں چیز نقصان دہ ہے یہ ہے اشیاء کی حقیقت کا علم مگر یہ علم انبیاء کے علم کے مقابلے میں ازحد سطحی اور بے حد سرسری ہے کیونکہ دنیا کے حکیم اور ڈاکٹر اساتذہ کے شاگرد اور دنیوی کتابوں کے محتاج ہوتے ہیں مگر اللہ کے نبی اللہ کے شاگرد ہوتے ہیں اور اللہ سے اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اس حکمت کا چیزوں کو حلال وحرام قرار دینے کی صلاحیت سے کیا تعلق ہے ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک مجھے قرآن اور اس کی مثل ایک چیز عطا کی گئی ہے (اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ) خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص تخت پر تکیہ لگائے تم سے کہے کہ "اسی قرآن کو لازم پکڑو، سو جو اس میں حلال پاؤ، اسی کو حلال سمجھو اور جو اس میں حرام پاؤ اسی کو حرام جانو" حالانکہ بیشک جسے اللہ کے رسول نے حرام فرمایا وہ اسی کی طرح حرام ہے جسے اللہ نے حرام فرمایا۔خبردار تمھارے لیے گھریلو گدھا حلال نہیں اسی طرح کوئی کیلی والا جانور (شیر، چیتا، کتا وغیرہ) بھی حلال نہیں نہ عہد والے کافر کی گمی ہوئی چیز مگر جب اس کا مالک اس سے بے پرواہو جائے اور جو کسی قوم کے پاس مہمان جائے ان پر اس کی مہمانی (ضروری) ہے اگر مہمانداری نہ کریں تو وہ اپنی مہمانی کی قدر ان سے وصول کرلے (ابوداؤد، دارمی، مشکوۃ، باب الاعتصام) اس حکمت میں تمام مصالح دینیہ ودنیویہ کا علم بھی شامل ہے اس لیے کہ اللہ اپنے نبی کو اصلاح دینی ودنیوی کے لیے مبعوث فرماتا ہے۔جب اللہ جسم وجان اور دنیا وعقبیٰ کا رب ہے تو اس کا بھیجا ہو نبی علیہ السلام بھی جسم وجان اور دنیا وعقبیٰ کے مسائل اور فوائد کو مخلوق میں سب سے زیادہ جانتا ہے اور یونہی اس پر اتری ہوئی کتاب بھی صرف چند عقائد وہدایات پر مشتمل نہیں ہونی چاہیے بلکہ اسے زندگی کے تمام گوشوں کو فیضیاب کرنا چاہیے۔یہ ہے منصب خلافت جو خالق کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا فرشتوں اور جنوں کو خلافت اسی لیے نہیں ملی کہ وہ نظام کائنات کی گتھیوں کو سلجھانا تو کجا مکمل طور پر سمجھ بھی نہیں سکتے۔اس منصب پر حضرت آدم علیہ السلام کو فائز کر کے انھیں اشیاء کے نام بھی سکھائے گئے مگر یہ بات ناموں تک محدود نہیں رکھی بلند مقام مفسرین نے تفسیرات میں تصریح فرمائی ہے کہ ناموں کے ضمن میں ان کے خواص اور دیگر حقائق بھی سکھائے گئے تھے۔چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

نام عبارت از لفظے ست کہ دلالت کند بر حقیقتے

ترجمہ: نام سے مراد ایسا لفظ ہے جو (چیز کی) حقیقت پر بھی دلالت کرتا ہے

پھر فرماتے ہیں مقصود یہ تھا کہ تمام چیزوں کے خواص، فوائد، اور نقصانات بھی انھیں سکھا دیئے جائیں اس کے علاوہ طریق استعمال بھی بتا دیا جائے یعنی کسی چیز سے فائدہ کیونکر حاصل ہوسکتا ہے اور اس سے نقصان کیونکر ختم کیا جاسکتا ہے۔

یہ اللہ کی غیرت کے خلاف ہے کہ اللہ کسی کو نبی بنا کر کسی قوم کی طرف بھیجے اور اسی قوم کے بعض افراد اس نبی سے علم کی کسی نوع میں مثلاً فزکس، کیمسٹری، جغرافیہ، ریاضی آگے ہوں ایمان اصل میں رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کے سامنے جھک جانا اور خلوص دل وجان سے اسے خالق یکتا کا مظہر جاننا ہے وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بات بات پر اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ (یعنی اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جاننے والے ہیں) کہا کرتے تھے۔ایمان والوں کے نزدیک رسول کی بات امور دین سے تعلق رکھے یا امور دنیا سے، شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے اور انھیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے علم کا دعویٰ ہی نازیبا نظر آتا ہے۔حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر یہ بھی پوچھا کہ آج کونسا دن ہے تو صحابہ کرام نے یہی جواب دیا کہ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ (یعنی اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں) مختصر یہ ہے کہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کائنات کی تمام چیزوں کے خواص وغیرہ جانتے ہیں اس لیے کہ خلافتِ الٰہیہ کا منصب کا یہ تقاضا ہے۔پھر آدم علیہ السلام خلیفہ ہیں تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۂ اعظم، جو علم آدم علیہ السلام کو عطا ہوا وہ علم اور اس کے علاوہ بے حد وبے شمار معلومات آپ کو بخشی گئیں چنانچہ

امام دیلمی ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مُثِّلَتْ لِیْ اُمَّتِیْ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعُلِّمْتُ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا كَمَا عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

ترجمہ: میری امت کی تصویریں آب وگل میں بنا کر مجھے دکھائی گئیں اور مجھے اشیاء کے کل اسماء (اور حقائق) اسی طرح سکھائے گئے جس طرح آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام (اور خواص) سکھائے گئے۔

بلکہ آدم علیہ السلام اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں جو فرق ہے) یوں بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ۔۳۱) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے

اور سید عالم وآدم علیہما الصلوۃ والسلام کے بارے میں فرمایا گیا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ترجمہ: اور اللہ نے تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے

ان قرآنی الفاظ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی جو وسعت بیان فرمائی ہے اس کے مطابق سوچیے کس علم کا کونسا گوشہ ہے جو آپ کے علم سے باہر رہ گیا ہوگا۔حقیقت یہ ہے کہ اطاعت رسول کا حکم بھی اسی خاطر دیا گیا کیونکہ انھیں دین ودنیا کے مصالح کی بہترین اور کامل ترین خبر ہے۔ان کا فیصلہ حتمی اور ان کا علم قطعی ہے مگر جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جوا گلے سے نکال کر پھینکنا چاہتے ہیں ان کا قرآن وحدیث کی ان بیسیوں تصریحات پر ایمان نہیں انھیں علوم نبوت اور علوم خلافت سے کوئی سروکار نہیں، انھیں تو انکار ہی کرنا ہے کیونکہ خوئے بدرا بہانہ بسیار۔مثلاً ان کو دل بہلاوہ کے لیے ایک واقعہ ازبر ہے۔وہ یہ ہے مدینہ پاک میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے تاکہ پھل زیادہ دے، اس فعل سے انصار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا (اس کام کو عربی میں تلقیح کہتے ہیں) انصار نے تلقیح چھوڑ دی خدا کی شان پھل گھٹ گئے، اس کی شکایت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی تو فرمایا۔

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ ترجمہ: اپنے دنیوی امور تم بہتر جانتے ہو

غالباً یہی ایک واقعہ ہے جس نے ان کی ڈوبتی کشتی کو کچھ سہارا دیا ہے

بچائے گا تو ان کو ناخدا کیا ڈوب جانے سے
جنھیں ہو ڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

حقیقت یہ کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر گویا ناراضی کا اظہار کیا جسے کم نظر معترض نہیں سمجھ سکا۔ ویسے بھی فہم راز کی دولت تو اپنوں کو مل سکتی ہے جنھیں حکم ہی سے گریز سے ہو، ان پر فہم و فراست کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ کبھی حکم دینے کا مقصد امتحان بھی ہوتا ہے کون نفع و نقصان کے پیمانوں کو ملحوظ رکھتا ہے اور کون بلا دلیل اور بلا چون و چرا محبوب کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ وفا کا امتحان و نقصان کے عنوان ہی سے ہوتا ہے قرآن پاک فرماتا ہے

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرہ۔۱۵۵)

ترجمہ: اور ضرور ہم تم کو آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوش خبری سنا صبر والوں کو۔

بعض دفعہ امتحان کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک دو بار نقصان، پھر نفع ہی نفع، انسان نقصان پر صبر کرے، شکایت نہ کرے، تو بشارت کا مستحق ہو جاتا ہے، ورنہ امتحان میں ناکام قرار دیا جاتا ہے۔ یہاں انتم اعلم فرمانے میں گویا ان کی بے صبری پر ناراضی کا اظہار ہے۔

چنانچہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ شرح شفا بحث معجزات میں فرماتے ہیں (عربی عبارت کا ترجمہ)

"اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دینی و دنیوی مصالح پر خصوصی طور پر مطلع فرمایا ہے (اس کے بعد اسی واقعے پر تبصرہ فرماتے ہیں) شیخ سنوی نے فرمایا آپ نے چاہا تھا کہ ان کو خلاف عادت کام فرما کر باب توکل تک پہنچا دیں، ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی تو فرمایا تم اپنی دنیا کو زیادہ پہچانتے ہو۔ اگر وہ مان جاتے اور دو ایک سال نقصان برداشت کر لیتے تو اس محنت سے بچ جاتے۔

یہی قاری صاحب شرح شفا میں فرماتے ہیں

وَلَوۡ ثَبَتُوۡا عَلٰی كَلَامِهٖ اَفَاقُوۡا فِی الۡفَنِّ تَقَعُ عَنۡهُمۡ كُلۡفَةُ الۡمُعَالَجَةِ

ترجمہ: اگر وہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر جم جاتے تو اس فن میں فوقیت لے جاتے اور ان سے تلقیح کی محنت دور ہو جاتی۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم علم وسیع کا مسئلہ ایک اور طرح سے بھی حل ہو سکتا ہے اور وہ علوم قرآنی کا حصول۔ فرمایئے اللہ کی پاک کتاب میں کونسا علم ہے جو نہیں آسکا۔ دنیا بھر کے علوم جو آج تک ظاہر ہوئے اس میں ہیں اور جو ابھی ظاہر نہیں ہوئے، اس کی آیات میں پناہ گزین ہیں۔ چنانچہ باشعور سائنسدان جو اس کلام ربانی کا مطالعہ کرتے ہیں پکار اٹھتے ہیں کہ قرآن پاک تمام سائنسوں کا سرچشمہ ہے یونہی نفسیات والے اور دوسرے مضامین والے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہی کہتے ہیں خود قرآن پاک کا دعوئ ہے۔

وَلَا حَبَّةٍ فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ۝

ترجمہ: اور کوئی دانہ نہیں، زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک مگر ایک روشن کتاب میں ہے۔

اور پھر یہی کتاب ہے جسے اللہ نے اپنے حبیب کو سکھایا سکھایا ہی نہیں امت کو سکھانا بھی اس کے ذمے لگایا۔

وَیُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ (آل عمران۔۱۶۴)

ترجمہ: اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

مزید تسلی کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت کے قرآنی واقعات سامنے رکھیے، شاہ بادشاہ مصر کو خواب آیا، آپ نے تعبیر بتائی اور اسی کے دوران واضح فرمایا کہ گندم کو محفوظ رکھنے کا طریقہ یہ ہے

فَمَا حَصَدۡتُّمۡ فَذَرُوۡهُ فِیۡ سُنۡۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تَاۡكُلُوۡنَ (یوسف۔۴۷)

ترجمہ: تو جو کاٹو اسے اس کی بال میں رہنے دو، مگر تھوڑا جتنا کھالو

اس کے حاشیے پر حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"اس سے معلوم ہوا کہ نبی دنیاوی اور دینی تمام رازوں سے خبردار ہوتے ہیں کیونکہ یوسف علیہ السلام نے کاشتکاری کا ایسا قاعدہ بیان فرمایا جو کامل کاشتکار کو ہی معلوم ہوتا ہے کہ بالی یا بھوسے میں گندم کی حفاظت ہے۔ اس سے پتا چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھجور کی تلقیح سے منع فرما کر پھر اجازت دے دی یہ بےخبری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ان لوگوں کے جلدی کرنے پر تھا اگر یہ لوگ جلدی نہ کرتے تو بغیر تلقیح کامیاب ہوتے۔ اور اظہار ناراضگی کے لیے فرمایا اَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ بِاُمُوۡرِ دُنۡیَاكُمۡ پھر یوسف علیہ السلام کا بادشاہ مصر سے فرمانا کہ مجھے خزانے سپرد کر دو، اور پھر تمام دنیا میں غلہ کی تقسیم کا ایسا انتظام فرمانا، اس سے پتا چلا کہ نبی سلطنت کرنا بغیر سیکھے ہوئے جانتے ہیں ان کا علم صرف شرعی مسائل میں محدود نہیں ہوتا۔ ورنہ مولوی میں اور نبی میں فرق کیا ہے (نور العرفان علی کنز الایمان)

الحاصل:

غرض عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم تقاضا یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر جذبہ عشق رسول اور جذبہ اطاعت رسول صلے اللہ علیہ وسلم بیدار کیا جائے۔ جذبہ عشق و اطاعت کے بغیر ملت اسلامیہ ایک بے روح جسم کی مانند ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے بھی اطاعت کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کا ہر قول و عمل نبوت کے علم وسیع و یقینی پر منحصر ہے۔ جو لوگ ان کے علم وسیع و محیط کے منکر ہیں، وہی ان کی اطاعت کے باغی ہیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انگریزی دور میں انگریزوں کی شہ پر علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نجد و دیوبند کے ویرانوں میں جو شور مچا تھا اس کی وجہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زمین ہموار کرنا تھی۔ چنانچہ منکرین حدیث اور پھر خصوصاً پرویز جیسے لوگ اسی دور تاریک کی منحوس پیداوار ہیں۔

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحؒ کا سانحہ وصال

جلیل القدر عالم دین، تحریک پاکستان کے بے باک رہنما، علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے دست راست، غازی تحریک ختم نبوت، قائد تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ مرکزی صدر جمعیت علمائے پاکستان حضرت علامہ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ 2 مئی 2001 بروز بدھ بمطابق سات صفر المظفر ۱۴۲۲ھ صبح ۴ بجے قضائے الٰہی سے وصال فرما گئے۔ مرحوم کی عمر 86 برس تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا نیازی نے بھرپور مجاہدانہ زندگی بسر کی۔ وہ ہر تحریک میں پیش پیش رہے۔ ان کی ملی و اسلامی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ میانوالی کے ایک دور افتادہ گاؤں میں پیدا ہونے۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے شعبہ اسلامیات کے سربراہ کے طور پر اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ کا شمار ایم ایس ایف کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ تحریک پاکستان میں ایک نوجوان طالب علم رہنما کے طور پر بھرپور حصہ لیا۔ پورے ہندوستان خصوصاً صوبہ پنجاب کے کونے کونے میں تحریک پاکستان کے پیغام کو عام کیا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی آپ کی سیاسی و ملی خدمات عروج پر رہیں۔ آپ نے ہر دور میں پاکستانی سیاست میں مبنی برحق فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ تمام عمر اپنی حق پرستی کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ تحریک ختم نبوت کے دوران آپ کو پھانسی کا حکم سنایا گیا مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ آپ نے ایک شفاف سیاسی زندگی گزاری۔ پاکستانی سیاست جہاں کرپٹ سیاستدانوں کی وجہ سے بدنام ہے وہیں حضرت نیازی کا نام اسے عظمت سے ہمکنار کرتا ہے۔ آپ نے اپنے پیچھے کوئی جائیداد اور بینک بیلنس نہیں چھوڑا۔ ان کی زندگی پاکستانی سیاستدانوں کیلئے نمونہ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے آمین۔

ہمدرد ملت مولانا سلیم قادری رحؒ کی شہادت

اسلامیان پاکستان میں اہل سنت (بریلوی) سواد اعظم اور بڑی اکثریت کے حامل ہیں مگر ایک عرصے سے چھوٹے مذھبی گروہوں کی طرف سے بڑی اکثریت کے خلاف غاصبانہ کارروائیاں جاری تھیں۔ اکثر اہل سنت اور حنفی کہلانے والے ایک چھوٹے مذھبی گروہ کی طرف سواد اعظم کی مساجد پر ناجائز قبضے کی کارروائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ اہل سنت سواد اعظم (بریلوی) چونکہ عظیم اکثریت میں ہونے کے باوجود امن پسند اور مذھبی رواداری کے حامل ہیں۔ اس لیے وہ زیادہ تر ایسے واقعات کو صبر و تحمل سے برداشت کر جاتے۔ مگر جب ان کے خلاف گولی اور لاٹھی کا استعمال اور ناجائز مقدمہ بازی کا طوفان بڑھتا ہی گیا تو انہوں نے اپنے حقوق کی حفاظت اور نگہداشت کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ یہ مولانا سلیم قادری ہی تھے جو حقوق اہل سنت کی حفاظت کیلئے آگے بڑھے اور ہزار ہا مخالفتوں کے باوجود میدان عمل میں جم کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی کسی کے ساتھ ذاتی مخالفت نہیں تھی۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ پاکستان میں مذھبی رواداری اور باہمی احترام پر مبنی پرسکون ماحول قائم کیا جائے مگر مذہبی دہشت گرد گروہ پاکستان میں سلیم قادری کے وجود کو اپنی بقا کیلئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان پر کئی دفعہ قاتلانہ حملے ہوئے اور بالآخر ملک دشمن عناصر اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی شہادت نہ صرف اہل سنت کیلئے بلکہ پوری ملت اسلامیہ کیلئے ایک عظیم نقصان ہے۔

تنزانیہ کا پیدائشی حافظ قرآن بچہ؟

پچھلے دنوں اخبارات میں تنزانیہ کے ایک بچے کے بارے میں تواتر کے ساتھ خبریں شائع ہوئیں کہ پیدائشی حافظ قرآن اور دین اسلام کا بہت بڑا عالم ہے۔ لوگوں نے اسے اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نشانی سمجھا۔ چند دنوں میں یہ خبر زبان زد عام ہو گئی۔ ادارہ الحقیقہ نے اس پر تحقیق کرنے کیلئے مختلف ذرائع سے رابطہ کیا۔ پتہ چلا کہ اس ساری کارروائی کا ماخذ ایک کمپیوٹر سی ڈی ہے جو ان خبروں کی اشاعت کے ساتھ ہی پورے پاکستان میں پھیل چکی ہے۔ اس سی ڈی کو حاصل کر کے دیکھا گیا تو بہت افسوس ہوا کہ اس سی ڈی سے بچے کا نہ تو حافظ قرآن ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی عالم دین۔ بچے نے چند آیتیں، کچھ حدیثیں اور تھوڑی سی دعائیں یاد کی ہوئی ہیں۔ جنھیں وہ خطیبانہ انداز میں بڑے جوش سے پڑھتا ہے اور پڑھنے کے دوران کئی غلطیاں بھی کر جاتا ہے حتیٰ کہ سی ڈی سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ بچہ تنزانیہ کا رہنے والا ہے۔ حکومت کو ایسی کارروائیوں کے خلاف سخت نوٹس لینا چاہیے۔ اس واقعہ کو زیادہ سے زیادہ کمپیوٹر کے ذریعے گھڑی جانے والی اور پھیلائی جانے والی ایک داستان کا درجہ ہی دیا جا سکتا ہے۔ قابل افسوس اور قابل مذمت بات یہ ہے کہ اس فرضی داستان کے ذریعے لوگوں کے ایمان سے کھیلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بادی النظر یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی کمپیوٹر ادارے نے اخبارات کی ملی بھگت سے فرضی حکایت پر مبنی سی ڈی کو شہرت دے کر اسکی وسیع اشاعت سے لامحدود منافع کمانے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال اس سی ڈی کی تیاری کے پیچھے کارفرما عوامل کچھ بھی ہوں حکومت کو اس پر سخت کارروائی کرنی چاہیے اور ایسی خبروں کی اشاعت کے حوالے سے اخبارات کیلئے بھی کوئی سخت ضابطہ بنایا جائے۔

بوقت اذان درود وسلام پڑھنے کا عدالتی فیصلہ

مسٹر جسٹس نذیر صدیقی صاحب

☆ گذشتہ دنوں بہاولپور میں یہ صورتحال پیش آئی کہ چند شر پسند عناصر نے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کو بنیاد بنا کر جامع مسجد عابدیہ بغداد الجدید کی انتظامیہ کے خلاف تھانہ بغداد میں درخواست گزاری کہ مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ اضافی کلمات پڑھے جاتے ہیں اور ان کی ادائیگی میں کافی ٹائم لگتا ہے۔ جس سے نہ صرف دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی ہوتی ہے بلکہ بیماروں کو بھی بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اس درخواست پر تھانہ بغداد کی پولیس نے فوراً ایکشن لیا۔ مسجد کے موذن کو تھانہ میں لے گئے۔ سپیکر کے استعمال پر سخت پابندی عائد کر دی گئی۔ جس پر جناب رانا عبدالرحیم خاں اطہر کی مخلصانہ کوشش سے راجہ محمد سہیل افتخار صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کے توسط سے ہائی کورٹ بہاول پور میں رٹ پٹیشن نمبر ۱۴۵۹/۲۰۰۰ دائر کی گئی۔ چند پیشیوں کے بعد مورخہ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۰ء کو ہائی کورٹ نے درج ذیل فیصلہ کیا۔

LAHORE HIGH COURT BAHAWALPUR BENCH BAHAWALPUR

Appeal/Revision No. W.P. 1459/2000 In view of the above , it is hereby directed that respondents shall not prevent peti - tioner from using the loud speaker for the Purpose of Azan & Darood-o-Salam.

Nazir Ahmed Siddiqui (Judge)

ترجمہ:۔

''اندریں سورت بالا حکم صادر کیا جاتا ہے کہ ریسپانڈنٹس کسی طور پر پٹیشنرز کو استعمال لاؤڈ اسپیکر برائے اذان وسلام سے نہ روکیں۔

لہٰذا: اہل ایمان بوقت اذان خوب اہتمام سے لاؤڈ اسپیکر پر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ، وعلی الک واصحابک یا حبیب اللہ پڑھیں۔ جو بدنصیب قانون کی آڑ لے کر خوامخواہ پریشان کریں۔ کبھی چوکی پر درخواست تو کبھی تھانہ کچہری میں بلاوا۔ تو اب الحمدللہ آپ کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔ اگر کوئی شر پسند درخواست بازی کے ذریعے پریشان کرے تو آپ حضرات بھی قانونی طور پر اس کے خلاف ایکشن لیں۔

بشکریہ ماہنامہ ''رضائے مصطفٰے'' گوجرانوالہ

حضور اکرم ﷺ کے جبہ مبارک کی برکتیں افغانستان میں پھیل رہی ہیں

(۱۵ مئی تا ۲۱ مئی ہفت روزہ ضرب اسلام کراچی)

طالبان پر کڑا وقت تھا، ملا عمر نے حضور اکرم ﷺ کے جبہ مبارک کو سامنے رکھ کر دعا کی جو قبولیت کی منزل کو پہنچ گئی یہ عشق رسول ﷺ کی برکتیں ہیں کہ طالبان کی قسمت سنور گئی، مولانا گل کی جماعت اہل سنت کے وفد سے گفتگو۔

کراچی (ضرب اسلام نیوز) افغانستان بدعقیدہ عناصر کیلئے جہنم بن چکا ہے۔ اس عظیم اسلامی ریاست میں رسول اللہ ﷺ کی گونج ہر سو پھیل چکی ہے۔ ان خیالات کا اظہار جماعت اہل سنت کے وفد نے افغانستان سے واپسی پر نمائندہ ''ضرب اسلام'' سے گفتگو کرتے ہوئے کیا، وفد میں علامہ حمزہ علی قادری، محمد حسین لاکھانی، علامہ فرید الحسنین کاظمی شامل تھے انہوں نے بتایا کہ افغانستان میں ایک مقام پر حضور ﷺ کا جبہ مبارک موجود ہے۔ جس کی برکتیں افغانستان میں پھیل رہی ہیں وفد نے بتایا کہ وہاں کے جبہ مبارک ﷺ کے مجاور مولانا عمر گل نے انکشاف کیا کہ جب طالبان حکومت کمزور پڑ رہی تھی اور ملک بھر میں اس کے خلاف ریشہ دوانیہ بڑھ رہی تھیں ایسے میں ملا عمر یہاں آئے اور انہوں نے جبہ مبارک باہر نکالا اور اس کے وسیلے سے خدا کی بارگاہ مین دعا کی تو طالبان کی قسمت سنور گئی۔ مولانا عمر گل نے بتایا کہ ماضی میں بھی جب افغانستان پر کوئی آفت نازل ہوتی حکمرانوں نے جبہ مبارک کو باہر نکال کر دعا کی اور اپنے نیک مقاصد میں کامیابی حاصل کی۔

طالبان نے تبلیغی مرکز کے سربراہ کو ملک سے نکال دیا

کابل (آن لائن) افغانستان میں طالبات حکام نے جلال آباد تبلیغی مرکز کے سربراہ مولوی کلام الدین کو ملک سے تبلیغی مرکز سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ تفصیلات کے مطابق طالبات کی ملٹری کورٹ کے چیف جسٹس مولوی حیدری نے ایک حکم نامہ کے ذریعے مولوی کلام الدین کو جہادی فلسفہ پر اختلافات کے سبب ملک سے نکال دیا۔ وہ پاک افغان سرحد عبور کر کے پاکستان داخل ہو گئے ہیں۔ مولوی کلام الدین کو دو سال قبل پاکستان کی تبلیغی جماعت نے متعلقہ تبلیغی مرکز کا سربراہ مقرر کیا تھا تا کہ افغانستان میں بھی تبلیغ کو فروغ دیا جاسکے۔ تبلیغی جاعت سے جو جہاد فی السیف کی بجائے جہاد فی النفس پر یقین رکھتی ہے طالبات انتظامیہ کو شدید اختلاف تھا ان کے مطابق تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں سے طالبات کی جہاد سرگرمیاں ختم ہو کر رہ جائیں گی۔

پروفیسر محمد حسین آسی

(قسط ۲)

توحید اور محبوبان خدا کے کمالات علیہم التحیۃ والثناء

او پر کسی حد تک تفصیل سے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ جن لوگوں نے انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان کے کمالات کا انکار کیا، انھوں نے کسی علمی تحقیق اور فہم قرآن وحدیث کی بنا پر ایسا نہیں کیا بلکہ اسلام دشمنوں کے ناپاک مقاصد کو بروئے کار لانے محض اپنی ایمان فروشی کی بنا پر کیا۔ دشمن ملت اسلامیہ میں انتشار پھیلانا چاہتے تھے اور وہ ایسے تمام امور کو عقیدت کی عظمت کو مسلمانوں کی نظروں میں دھندلانا چاہتے تھے جن سے انھیں ولولۂ تازہ ملتا تھا۔ لہذا وہ تمام عقیدے جن کا تعلق محبوبان خدا کی شان وعظمت سے تھا۔ ان کو خطرناک سمجھ کر دشمن نے انھیں مٹانے کے لیے کچھ مولوی خریدے یا بالخصوص ذریعۂ تعلیم اور مخصوص اساتذہ کے ذریعے مولوی تیار کیے جو اتحاد ملت کو پارہ پارہ کرنے کے ناپاک کام میں جت گئے۔ محبوبان خدا نے عوام وخواص کو ایمان وعرفان اور عشق خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر ڈالا تھا لہذا عوام وخواص کے دل میں ان کی بڑی عقیدت تھی۔ اس عقیدت کو کمزور کرنا آسان نہیں تھا لوگ ان بزرگوں کی سیرت وکردار اور روحانی کمالات سے بہت متاثر تھے۔ اللہ والوں کے تصرفات ان کے ذہنوں میں رچے بسے اور ان کے تجربوں مشاہدوں پر چھائے ہوئے تھے۔ انھوں نے بار ہا ان کی توجہ سے، اُن کی دعا سے، ان کے وسیلے سے، ان کے مزار پر، ان کے دربار میں حاجتیں پوری ہوتیں، مشکلیں حل ہوتیں، بگڑیاں بنتیں دیکھیں تھیں۔ لہذا انھیں اپنے ان محسنوں چارہ فرماؤں اور مشکلکشاؤں سے دور کرنا بہت ہی مشکل نظر آیا تو عیاری سے "توحید" کا نعرہ لگایا۔ یہ نعرہ محض تکلف تھا، ریاکاری کے طور پر تھا، دھوکا دینے کے لیے تھا، اس کا اصل حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یعنی یہ تصور دینے کی کوشش کی گئی کہ اگر اللہ والوں کی تعظیم کی جائے تو شرک، انھیں پکارا جائے تو شرک، ان کا وسیلہ اختیار کیا جائے تو شرک، ان کا تصور باندھا جائے تو شرک، انھیں غیب کا حال جاننے والا سمجھا جائے تو شرک وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ توحید عقائد اسلامی کا عنوان اول ہے، مسلمان کو توحید جان سے پیاری ہوتی ہے، وہ کسی صورت بھی مشرک ہونا یا مشرک کہلانا پسند نہیں کرتے لہذا وہ لوگ ان کی چالوں سے بے خبر تھے، اپنی توحید بچانے کے لیے ان کی چالوں میں آ گئے۔ یا یوں سمجھو جس طرح یہ بہکانے والے غیروں کے ہاتھ بک چکے تھے یہ بھی بک گئے۔ خدا کے محبوبوں اور پاک بندوں کی حاجت روائی کو توحید کے منافی ظاہر کر کے ختم کرنے کی کوشش کی گئی مگر خدا کے باغیوں اور اسلام کے دشمنوں کی حاجت روائی کے سکے بٹھائے گئے۔ انھیں داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، حضرت مجدد الف ثانی علیہم الرضوان کو پکارنے سے، ان کے درباروں پر حاضر ہونے سے اور انھیں متصرف ومقتدر ماننے سے روکا گیا مگر انگریزوں کے گن گانے، ان سے جاگیریں لینے، ان سے خطابات ووظائف پانے کو عین اسلام (بلکہ عین توحید) گردانا گیا۔ مذہبی اعتبار سے یہ کیسی دہشت گردی اور عقلی اعتبار سے کیسی سینہ زوری ہے کہ مشکل میں پولیس کو پکارو، مجسٹریٹ سے مدد مانگو، وکیل کو وسیلہ بناؤ تو جائز اور توحید خالص مگر ان اللہ والوں کو جنھیں اللہ نے اپنی رحمت، قدرت وحکمت کا مظہر بنایا ہے پکارنا شرک بلکہ ابوجہل کے برابر شرک ٹھہرے۔ پھر یہ ضد، یہ انکار، یہ ہٹ دھرمی اولیائے کرام تک محدود نہ رہی۔ بلکہ اللہ تعالی کے محبوب اعظم۔ بزم ہستی کے مقصود اعظم کائنات کے مطلع شہود اور سر وجود حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تک پہنچادی گئی۔ اور بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی سے جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں اسی کے خلاف محاذ آرائی شروع کردی چنانچہ امتی جس آقا ومولا علیہ التحیۃ والثناء کو ہر نماز میں السلام علیک ایھا النبی کہہ کر سلام عرض کرنے کے لیے پکارتا ہے۔ اسے نماز کے باہر پکارنا بھی شرک ٹھہرایا گیا۔ یا نبی، یا علی، یا غوث پر پابندی لگائی گئی مگر یا امریکہ، یا نہرو، یا گاندھی کی اجازت دی گئی۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ والوں کو اللہ کی قدرت ورحمت کا مظہر سمجھنے کو بھی شرک کہا گیا حالانکہ ہر مخلوق اپنی اپنی شان کے لائق اپنے اللہ کے خالق ہونے کی مظہر ہے۔

بقول شاعر

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

(یعنی گھاس کا جو تنکا بھی زمیں سے پھوٹتا ہے اللہ کی توحید کا مظہر ہوتا ہے اور زبان حال سے اس کے واحد ولاشریک ہونے کا اعلان کرتا ہے۔

عربی شاعر نے بات اور بھی کھول دی

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ
تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

ترجمہ: اور ہر چیز میں اس کی (قدرت کی) نشانی ہے جو اس کے واحد ویکتا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

گویا مخلوق کا مخلوق ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے یونہی بندے کا مرزوق ہونا رب کے رازق ہونے کی اور اس کا موجود ہونا اس کے موجد ہونے کا ثبوت ہے۔ توحید کا مسئلہ ثابت کرنے کے لیے اور اللہ کی یکتا قدرتوں کا سماں باندھنے کے لیے قرآن پاک میں زمیں وآسمان کی کیسی کیسی اہم وغیر اہم اشیا کا ذکر کیا گیا غور سے

دیکھیں۔ یہ اس کی قدرت کی آفاقی نشانیاں ہیں جو ارض وسماء، بحر وبر، مشرق ومغرب، شمس وقمر، نجوم وکواکب، بادو باراں، عرق وشرر، شجر وحجر، میدان وکوہ کی صورتوں میں کائنات میں بکھری پڑی ہیں ان سے جب اس کی قدرتوں کا ظہور ہوتا ہے تو حضرت انسان کی کیا شان مظہریت ہوگی اور وہ کس حد تک کی قدرت کے جلووں کا امین ہوگا۔ سچی بات یہ ہے کہ انسان ساری کائنات کا خلاصہ ہے اپنے وجود ونمود میں ساری کائنات سے بڑھ کر اس کا مظہر۔ یہ عجائبات تخلیق کا گنجینہ اور اسرار ہستی کا دفینہ ہے۔ اگر یہ اطاعت کی راہ اختیار کرے اور خود شناسی سے خدا شناسی تک پہنچ جائے تو اپنی شان کے لائق خلافت الہیہ کا مستحق۔ زمین وآسماں کی جاندار اور بے جان چیزیں اس کی قدرت کی نشانیاں تو ہیں، خلافت کی مستحق نہیں بلکہ ان کی تخلیق ہی خلیفۃ اللہ کی خدمت کے لیے ہے۔ اللہ کا پاک بندہ اللہ کا خلیفہ یا نائب اور وائسرائے ہے اور باقی تمام اشیا حتیٰ کہ جن اور فرشتے بھی اس کے ماتحت ہیں اور خادم۔ یعنی یہ خلیفۃ اللہ کا تو بندہ ہی ہے مگر کائنات کا حاکم ہے۔ اللہ نے اس کی شانِ اطاعت کے مطابق اسے خلافت بخشی ہے یعنی اپنے جہان میں متصرف ومختار کیا ہے۔ یہ اللہ کی حکومت میں شریک نہیں اس کے اقتدار واختیار میں ساجھی نہیں بلکہ محض اس کے فضل سے، اس کی عطا سے، اس کی مرضی سے، اس کی تقدیر سے اسے جہان پر حاکم بنایا گیا ہے۔ اللہ احکم الحٰکمین ہے۔ مٰلک الملک ہے۔ جسے چاہے ملک دے، جتنا چاہے دے، تو اس نے آدم علیہ السلام ان کی اولاد کو مخصوص صلاحیتوں سے نوازا اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق انھیں عظمتیں اور حکومتیں بخشیں۔

یہ ہے اسلام کا نظریہ خلافت یا نظریہ عظمت انسان چاند سورج، شجر وحجر کو پوجنے والے انسان کو اسلام نے اللہ کی بندگی اور خلافت سے سرفراز فرما کر ان سب چیزوں کا حاکم بنا دیا۔ اسلام کے دشمن جانتے تھے کہ اگر بنی نوع انسان پر اسلام کا یہ احسان ہی واضح ہو جائے تو شاید ہی کوئی قسمت کا مارا اسلام کے دامن میں نہ آئے ورنہ شرق وغرب اسی دین حق کے پھریرے لہرائیں۔ اور چونکہ اسلام کا یہ احسان اللہ والوں کی خلافت وحکومت اور تصرف وکرامت سے ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے (یعنی اسلام دشمنوں نے) اپنے پروردگان ناز اور بندگانِ بارگاہ کے ذریعے الٰہی نظریے کو شرک سے تعبیر کرایا۔ اور پھر ان ظالموں نے اپنی بغاوت کو جیسا کہ اوپر گزرا اس حد تک عام کیا کہ اللہ کے سب سے بڑے حبیب اللہ کے سب سے بڑے خلیفہ اور اللہ کے سب سے بڑے مظہر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عام مخلوق کی طرح (معاذ اللہ) بے اختیار اور بے بس ثابت کرنے کے لیے زبان وقلم کا سارا زور لگا دیا۔ اللہ ان کو غارت کرے۔ کتنا پر ہول انداز گفتگو اس بے لگام کا جس نے کہا۔

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''

''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا''

مقدس ترین اور مختار ترین شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جن کی عظمت کے گن حضرت حسان بن ثابت یوں گاتے ہیں۔

سَلَکَ الشَّجَرُ، نَطَقَ الْحَجَرُ

شَقَّ الْقَمَرُ، بِاِشَارَتِہٖ

مومن حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات بیان کریں اور منافق انھیں مشرک کہیں، اگرچہ ایمان اور نفاق کا یہ فرق پہلے دن سے ہی ہے، مگر پھر بھی قرآن کریم کے نزول، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پختہ ایمان کی وجہ سے منافقین کا زیادہ بس نہ چل سکا اور وہ زیادہ منظم ہوکر اپنی منافقت کی اشاعت نہ کر سکے۔ آپ اس مقدس ترین دور کی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیں، کسی منافق نے کسی گوشے میں کسی مومن کے سامنے یا کبھی آپس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا انکار کیا، آپ کی شان یکتائی کے خلاف بکواس کی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار دربار میں حاضر ہونے سے انکار کیا تو فوراً قرآن پاک کی قہر بار آیتیں نازل ہو جاتیں اور منافق دبک کے بیٹھ جاتے۔ مثلاً امام مجاہد رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق ایک شخص کی اونٹنی گم ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فلاں وادی میں ہے۔ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ یُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَۃَ فُلَانٍ بِوَادِ کَذَا وَ کَذَا فِیْ یَوْمِ کَذَا وَ کَذَا وَ مَا یُدْرِیْہِ الْغَیْبَ (ایک منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں دن فلاں وادی میں تھی وہ غیب کیا جانیں) اس پر یہ آیت اتری

وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ وَ رَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُ وْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ (توبہ)

ترجمہ: اور البتہ اگر تو ان سے پوچھے تو البتہ وہ کہیں گے سوائے اس کے نہیں کہ ہم بول چال کرتے تھے اور کھیلتے تھے تو کہہ دے کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانے مت بناؤ تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

(تفسیر درمنثور از علامہ سیوطی)

اس دور میں بھی منافقین سے جو ہو سکتا تھا، انھوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کو گھٹانے اور ملت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا، مگر انھیں کھلم کھلا کھل کھیلنے کا موقع نہ مل سکا۔ بعد کے ادوار میں بھی جب تک ملت اسلامیہ خلافت کے زیر سایہ ایک مرکز پر رہی، انھیں وہ موقع نہ ملا۔ جو بعد میں غیر ملکی اور اسلام دشمن حکومتوں میں ملنے لگا۔ اسی لیے انھیں اسلامی حکومتوں سے زیادہ دوسری حکومتیں پسند رہی ہیں۔

ملت اسلامیہ کے لیے ایسے منحوس ادوار منافقین کے لیے از حد خوشگوار ہوتے ہیں۔ انھیں آیات وروایات کی من مانی تفسیر کرنے کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے، نئے نئے عقائد گھڑنے کا کاروبار زوروں پر ہوتا ہے۔ اپنے مدرس، اپنے مدارس، اپنے شیخ الحدیث، اپنے مفسر، اپنا نصاب، جو چاہیں کہیں جو چاہیں چھاپیں اور جو چاہیں پڑھائیں۔ نئے نئے مفکر اور نئے نئے مجتہد عموماً اسی قسم کے دور میں پیدا ہوتے ہیں۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط

قوم را برہم ہمی پیچد بساط

ترجمہ: ''زوال میں اجتہاد کیا جائے تو قوم کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔

چنانچہ موجودہ فرقہ واریت اور خصوصاً عام امت مسلمہ کو مشرک کہنے کا رواج اسی دور زوال کی یادگار ہے۔ ایمان، اسلام اور توحید کے اصل مفاہیم کو پس پشت ڈال کر انھیں نئے نئے معانی پہنائے جاتے ہیں اور سب سے زیادہ زور عموماً اسی بات پر ہوتا ہے کہ محبوب خدا سرور ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت مسلمانوں کے دل سے نکالنے کے لیے ان کے

کمالات کو توحید کے منافی قرار دیا جائے۔ منافقین کے نزدیک ولی تو ولی، نبی اور وہ بھی نبی الانبیاء علیہم السلام تک کسی کے کام نہیں آ سکتے۔ کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے۔ انھیں دیوار کے پیچھے تک کا علم نہیں اور کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں۔ اور اگر کوئی انھیں شفیع، وسیلہ، کارساز، مالک ومختار حاضر وناظر مانے تو مشرک ہو جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

اس سارے پس منظر کو نگاہ میں رکھئے اور پھر بخاری شریف کی اس روایت پر غور کیجئے۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا

اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ فَاَنَا شَہِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ عَلَیَّ حَوْضِی الْاٰنَ وَ اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَ اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَ لٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْہَا

(بخاری کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشہید)

ترجمہ: میں تمھارا میر سامان ہوں، میں تم پر گواہ ہوں، میں واللہ اپنے حوض کو اس وقت (بھی) دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کی خزانوں کی چابیاں یا (یہ فرمایا) زمین کی چابیاں دی گئیں۔ واللہ مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمھارے بارے میں یہ خوف (ضرور) ہے کہ حصول دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرو گے۔

فَرَط یا میر سامان اسے کہتے ہیں جو قافلے یا فوج سے آگے جا کر اس کے انتظامات کرے، گویا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے ہیں تو امت کی بگڑی بنانے اور انھیں اگلے جہان کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے۔ اسی بنا پر فرمایا۔

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ (میری زندگی بھی تمھارے لیے بہتر ہے اور میری موت بھی)

آخر رحمۃ للعلمین جو ہوئے (یعنی ہر جہان کی رحمت) صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرط ہیں تو گواہ بھی ہیں (یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اجتماعی طور پر بھی انفرادی طور پر بھی جانتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے اسی لفظ شہید (یعنی گواہ) کی تفسیر میں وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا (البقرہ) کے تحت فرماتے ہیں (فارسی عبارت کا اردو ترجمہ) حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین یعنی دین کے درجے اور اس کے ایمان کی حقیقت پر مطلع ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کس حجاب سے اس کی ترقی رکی ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے گناہوں کو تمھارے درجاتِ ایمان کو، تمھارے نیک و بداعمال کو اور تمھارے اخلاص ونفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہذا ان کی گواہی دنیا میں حکم شرع کے مطابق امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔ (تفسیر عزیزی۔ ترجمہ)

پھر اللہ کی قسم کھا کر فرمایا میں اس وقت بھی اپنا حوض دیکھ رہا ہوں۔ گویا زمین کے مشارق ومغارب تو ایک طرف، ماضی وحال تو کجا، میدان محشر میں جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو حوض کوثر ملے گا، اسے دنیا میں جلوہ فرما ہو کر بھی مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ قربان جایئے نگاہ مصطفے علیہ التحیۃ والثناء کے جس کے سامنے زمان و مکان کی تمام پہنائیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

یوں سمجھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرط ہیں یعنی اگلے جہان میں اپنے غلاموں کی آسائش کا انتظام فرمانے والے، اس کے لیے آپ کا شہید (یعنی ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا) ہونا ضروری ہے۔ تاکہ سب بندوں کے ایمان، کفر ونفاق سے بھی واقف ہوں اور مومنوں کے درجاتِ ایمان واخلاص کو بھی جانتے ہوں اس لیے کہ ہر ایک کی اہلیت کے مطابق اس کا انتظام کر سکیں نیز انعامات اور اعلیٰ وادنیٰ مقامات بھی آپ کے پیش نظر رہنے چاہئیں غور فرمایئے، حوض کو دیکھنے سے مراد صرف حوض کا دیکھنا ہی نہیں بلکہ آخرت کی تمام اشیاء کا تفصیلی مشاہدہ مراد ہے۔ دنیا اور اس کے رہنے والوں کی پوری فکری وعملی کیفیت تک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقف ہیں تو آخرت کا کوئی گوشہ کیونکر آپ کی نظر حق بیں سے مخفی رہ سکتا ہے۔ (کیونکہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ) کے مصداق دنیا تو محض آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں بونا، آگے کاٹنا جب بونے کی جگہ پیش نظر ہے تو یقیناً کاٹنے کی جگہ بھی آنکھ سے اوجھل نہیں رہ سکتی) خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بدترین دشمنوں کے اعتراف کے مطابق بھی الصادق اور الامین ہیں تو آپ کا ہر کلام شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ پھر یہاں اللہ کی قسم کا ذکر فرمانا ضروری سمجھا گیا تاکہ منکرین ومشککین کے لیے کوئی راہ نہ رہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یا یہ فرمایا زمین کی چابیاں دی گئیں۔ دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ واضح فرما رہے ہیں کہ میرا اقتدار واختیار صرف اگلے جہان میں نہیں ہوگا۔ یہ دنیا بھی میرے زیر نگین ہے۔ اور کوئی میرے فقر اختیاری سے اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ میرے پاس کچھ نہیں، آج بھی زمین اور اس کے خزانے میری ملکیت میں ہیں۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اسی نکتے کی وضاحت فرمائی ہے۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھوں میں

اور وقار انبالوی مرحوم نے بھی خوب عرض کیا

اے سچے نبی، اے پیارے نبی، اے نبیوں کے سرتاج نبی
دنیا میں بھی تیری شاہی ہے، عقبیٰ میں بھی تیرا راج نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اپنے خداداد فضائل وکمالات کا ذکر فرمایا۔ آپ نے خود کو فرط فرمایا جس میں غلامانِ امت کی کارسازی کا پہلو ظاہر ہے اور منافقین کے نزدیک اللہ کے سوا کسی کو ایسا سمجھنا شرک ہے۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو شہید فرمایا اور آپ دیکھ چکے کہ اس کی رو سے مومنوں کا ایمان، کافروں کا کفر اور منافقوں کا نفاق روحانی درجات اور لوگوں کو پیش آنے والے حجابات سب نگاہ نبوت میں ہیں مگر دشمنوں اور منکروں کے نزدیک یہ عقیدہ بھی شرک ہے۔ ان کے خیال میں اب تفصیلی علم اللہ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ پھر محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے یہ تصریح بھی فرما دی کہ یہاں مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہو کر حوض کوثر تک کو ملاحظہ فرما رہا ہوں۔ وہ زباں دراز جنھیں پس دیوار کا علم بھی توحید کے منافی نظر آتا ہے اس قسم کے ارشاد پر کیونکر ایمان لا سکتے ہیں۔ آپ کو ماننا ہوگا ان کے عقیدے کتاب وسنت سے نہیں نکلے، ان کے اپنے ذہن فاسد اور فکر تاریک کی پیداوار ہیں۔ یہ عقائد کتاب حکیم کی متعدد آیات اور حبیب خدا علیہ الصلوۃ والتحیۃ والثناء کے بیسیوں

ارشادات سے واضح ہیں تو بتائیے ان کے شرک سے کیا قرآن یا حدیث محفوظ رہ گئے، ہرگز نہیں۔ اللہ کے کروڑوں اربوں درود وسلام ہوں ہمارے حاجت روا مشکلکشا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنھوں نے یہ سارے کمالات جو ہم اہل سنت واہل محبت کے عقائد کی جان ہیں، بیان فرما کر ہم مظلوموں کو یہ تسلی بھی دے دی کہ تم میرے بعد مشرک نہیں ہوگے۔

اور گویا یہ وضاحت فرمادی کہ ان عقائد ونظریات کی بنا پر کچھ مفسد اور فتنہ پرداز لوگ تمھیں مشرک کہیں گے میں اللہ کا نبی اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ عقائد حق ہیں کتاب وسنت کے مطابق ہیں۔ میرے اپنے اور صحابہ کرام کے ہیں تمھیں اچھی طرح تسلی رہنی چاہیے کہ ان میں کوئی شرک والی بات نہیں۔ انھیں شرک کہنا حق کی مخالفت ہے اور سراسر ظلم وزیادتی ہے۔

ناظرین ازراہ کرم انصاف فرمایئے عقائد کے بارے میں بالخصوص موجودہ دور کی فرقہ واریت کے شور میں اگر کوئی شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرانا چاہے تو فیصلہ سامنے ہے اور واضح ہے اگر اس کے باوجود کسی ''سعید'' کی تسلی نہیں ہوئی تو اسے کج فکری اور کج فہمی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

آخری الفاظ پر غور کیجئے حضور رحمت عالم ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم گویا فرمارہے ہیں کہ اے میرے غلامو! تمھارے بارے میں جس بات سے ڈرتا ہوں وہ دین کی طرف سے بے حسی اور دنیا کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی خواہش۔ اور یہ صورت حال محتاج تبصرہ بھی نہیں۔ نگاہ نبوت نے موجودہ صورت حال کو دیکھ لیا۔ ظاہر ہے محشر کا میدان جن سے پوشیدہ نہیں یہ زمانہ کیوں مخفی ہو۔ اہل حق کے عقائد بھی آپ کے سامنے ہیں نام نہاد، موحد، ان پر جو فتوی بازی پر کریں گے وہ بھی او جھل نہیں۔ مسلمان جس میں مبتلا نہیں ہونگے وہ شرک ہے اور جس میں وہ مبتلا ہوں گے وہ حصول دنیا کی ہوس ہے۔ اس کے باوجود کوئی اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شرک کہتا ہے تو وہ ایسا بد بخت ہے جسے زبان نبوت پر اعتماد نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو ماننا گوارا نہیں۔

اب جو شخص حضور خاتم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا فیصلہ نہیں مانتا۔ اس کے بارے میں قرآن پاک کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ النساء۔ ۶۵

ترجمہ: تو (اے محبوب) تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (کنز الایمان)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ماننا کفر صریح ہے۔ دیکھا آپ نے شرک سے بچاتے بچاتے خود کس اندھے کنوئیں میں گر گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان بدنصیبوں کو توحید سے غرض ہے نہ شرک سے۔ ان کا اصل مشن کمالات نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا انکار ہے۔ اسی بدصورت انکار کو انھوں نے توحید کا خوبصورت نام دے دیا ہے۔ حافظ مظہر الدین مرحوم نے اسی 'ابلیسی توحید' سے متنبہ فرمایا ہے۔

ایسی توحید تو شیطان بنا دیتی ہے
دیکھ سرکار ﷺ کا انکار نہ ہونے پائے

کیا بخاری شریف کی اس حدیث کی روشنی میں آپ لمحے بھر کے لیے بھی یہ تصور کر سکتے ہیں کہ کمالات نبوت کے بیان سے توحید مجروح ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں یہ اس بات کا کھلا پیغام ہے کہ فضائل نبوت مانتے جاؤ، مانتے جاؤ۔ شرک نہیں۔ البتہ ان کا انکار کفر ہے۔ ذرا حدیث کے الفاظ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ (یعنی مجھے تمھارے بارے میں یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے) اور پھر اسے واللہ یعنی اللہ کی قسم سے مؤکد کیا۔ فرمایئے یہ تم کون ہیں جن کی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہے یقیناً یہاں تم سے مراد ہمیں اہل سنت ہیں جن کے یہ عقائد ہیں اور جو فضائل وکمالات نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ گویا یہ کچھ بھی ہوں۔ پھر بھی ان عقائد کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان اپنوں کو ہی تسلی دے رہے ہیں۔ اور وہ کون ہیں جو انھیں مشرک کہتے ہیں اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جن کے خلاف اپنی امت کو تسلی دے رہے ہیں۔ یقیناً یہ وہ ہیں جن کا تعلق محبوب خدا سرور دوسرا علیہ التحیۃ والثناء سے ٹوٹ چکا ہے۔ دیکھی ان کی توحید؟ جس توحید نے ان بدبختوں کو رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے دور کر دیا ہے۔ وہ اگر شیطانی توحید نہیں تو کیا ہے۔

قرآنی انداز یہ تو بخاری شریف کی روایت تھی جس سے روز، روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ کمالات نبوت کا بیان شرک نہیں بلکہ ان کا انکار کفر ہے۔ اب آیئے قرآن پاک کے اپنے اسلوب بیان کی طرف، یہاں بہت سے شواہد پیش کرنے کی گنجائش نہیں۔ فقط ایک دو آیات پر اکتفا کی جاتی ہے پہلے سورۃ الفتح کی آیت ۸،۹ دیکھئے

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۝

ترجمہ: بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو (کنز الایمان)

آیت ۸ میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول شاہد (حاضر وناظر)، مبشر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (ڈر سنانے والا) ہونے کا ذکر ہے یہ سب آپ کی عظمت شان کے مختلف پہلو اور آپ کے کمالات کے عنوان ہیں۔ پھر آیت ۹ میں فرمایا گیا کہ ان عظمتوں کے عطا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ

۱۔ اے لوگو تم اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو۔

۳۔ اللہ کی پاکی صبح وشام بولو یعنی اس کی عبادت میں لگ جاؤ کس قدر واضح اور دوٹوک انداز ہے اس حقیقت کے اظہار کا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے کمالات کا شرک سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تو ایمان کی دلیل ہیں گویا اے لوگو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمتوں کو دیکھو اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کمالات کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے حبیب واقعی بے مثل ہیں دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں یقیناً اس لیے کہ یہ کچھ اور ہیں یہ کچھ اور کیا ہیں، رسول ہیں۔ کس کے رسول ہیں جس نے انھیں یہ کمالات دیئے ہیں وہ اللہ، معبود برحق اور خالق یکتا۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضا ہی یہی تھا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے

آؤ۔ اور جب ایمان لے آئے تو ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کا رسول ہونے کے ناتے انھیں سب انسانوں سے زیادہ قابل ادب واحترام اور لائق تعظیم وتکریم سمجھو۔ پھر جب تم نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام سیکھ لیا تو اس احترام کا تقاضا ہے ان کا حکم مانو، اور ان کا سب سے اہم حکم یہ ہے کہ اپنے اللہ کی بندگی اختیار کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح وتہلیل کرتے رہو۔

کہاں یہ ملعون فکر کہ بشری سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو کہ کہیں شرک نہ ہو جائے کہاں یہ قرآنی اسلوب بیان کہ ایمان وعرفان وعمل کا سارا دارومدار حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات پر مبنی کر دیا گیا۔

اب یہاں صرف اس نکتے کی وضاحت کی جاتی ہے کہ مومن حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات وفضائل پر کیوں ایمان لاتے ہیں اور گویا منافق کیوں منکر ہیں سورۃ الاحزاب کی طرف آیئے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا (الاحزاب۔ ۴۵،۴۶،۴۷)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

دیکھیے پہلی دو آیتوں میں اللہ کریم نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے فضائل وکمالات بیان کیے اور تیسری آیت میں مومنوں پر اللہ کے فضل کا ذکر فرمایا۔ گویا حبیب صلے اللہ علیہ وسلم پر تو اللہ کا یہ فضل کہ ایسی ایسی بے مثال عظمتیں عطا فرمائیں اور مومنوں پر اس کا یہ کرم کہ ان شانوں پر ایمان لانے کی توفیق بخشی۔ یقینا اپنے نبی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شانیں اہل ایمان کے حق میں بھی مفید وبابرکت ہیں۔ مثلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ورسول تو مومن آپ کی امت میں شمولیت سے مشرف۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم شاہد تو مومن مشہود یعنی آپ کے مشاہدے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبشر تو بشارتیں مومنین کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نذیر تو مومن ڈر کر راہ راست پر رہیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی اللہ مومن مدعو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراجا منیرا تو مومن آپ سے مستنیر بقول اعلیحضرت مومن یہ عرض کرتے رہیں گے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم چمکاتے رہیں گے، مومن، چمکتے رہیں گے لہذا فضائل وکمالات نبوت کا فیض اہل ایمان کو بھی پہنچا مگر کافروں مشرکوں اور منافقوں کے لیے انکار وبغض کی بنا پر لعنت ہی لعنت انکار کر کے اپنا دل نہ بہلائیں تو کیا کریں۔

☆☆☆☆☆

مانا تو کیا مانا

خدا کے نور کو خود سا بشر مانا تو کیا مانا
انہیں پھر خاک مانا ؟ خاک اگر مانا تو کیا مانا

وہ خود جان خبر ہیں، ہر خبر ہے ان سے وابستہ
انہیں کو بھی بے خبر او بیخبر مانا تو کیا مانا

شفیع و حاکم و مختار ان کو مان دنیا میں
قیامت میں یہ سب کچھ دیکھ کر مانا تو کیا مانا

دل ہر ذرہ روشن ہے فروغ روئے جاناں سے
مدینے تک ہی ان کو جلوہ گر مانا تو کیا مانا

خدا کے نائب اعظم، وہی سلطان ہر عالم
انہیں بے بس ہی کوئی بے بصر مانا تو کیا مانا

جنہوں نے دولت توحید بخشی سب زمانے کو
انہیں کے آسرے کو شرک اگر مانا تو کیا مانا

تو مومن ہے تو ہر مومن سے وہ اولی واقرب ہیں
نہ ان کو جان سے نزدیک تر مانا تو کیا مانا

نظر تقسیم کرتے ہیں گدا ان کے زمانے میں
انہیں ناظر نہ تو اے کم نظر مانا تو کیا مانا

نبوت انتہائے عظمت مخلوق ہے ناداں
بدوں تعظیم انہیں پیغامبر مانا تو کیا مانا

نہ مان ان کو نہیں جو مانتا سرکار کی عظمت
کہ دیں کہ راہزن کو راہبر مانا تو کیا مانا

ادب ایمان وحکمت ہے، ادب نور بصیرت ہے
نبی کے بے ادب کو دیدہ ور مانا تو کیا مانا

یزید ناسزا کو کیا امام پاک سے نسبت
شب تاریک کو مثل سحر مانا تو کیا مانا

فدا ہوجا اے آسی شیخ کے نقش کف پا پر
نہ ان کی خاک رہ کو تاج سر مانا تو کیا مانا

درسِ قرآن

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

میلاد کی فرحت

ارشادِ خداوندی ہے

اے محبوب! فرمادو! اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نصیب ہو تو خوب خوشی مناؤ۔ وہ (خوشی ہر اس شے سے) بہتر ہے جسے وہ (دنیا و آخرت کے لیے) جمع کرتے ہیں (پارہ ۱۱، رکوع ۱۱)

اشارات

اس آیت مبارکہ سے مندرجہ ذیل اشارات حاصل ہوئے

☆ جس طرح اللہ تعالیٰ نے توحید، رسالت، رسول کی اطاعت، رسول کے قریبیوں کی مودت کے احکامات اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر فرمائے اس طرح حصولِ فضل و رحمت پر مسرت کا حکم بھی انہی کی زبانِ مبارک سے جاری کیا ۔

قُل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی
اللہ کو کسقدر ہے تری گفتگو پسند

☆ ہر فضل و رحمت پر خوشی منانا اور نعمت و برکت کا چرچا کرنا، ہر ایمان والے پر فرض ہے کیونکہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا نماز قائم کرو، زکوۃ دو، حج کرو، روزہ رکھو جہاد کرو اسی طرح فرمایا، حصولِ فضل و رحمت پر خوشی مناؤ۔ اللہ تعالیٰ کے احکام میں فرق کرنا کسی کو زیبا نہیں۔

☆ سوچئے عام فضل و رحمت پر خوشی منانا ایمان کی نشانی ہے تو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور سب سے بلند رحمت یعنی ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول پر کیوں نہ خوشی منائی جائے جب اللہ تعالیٰ کی نعمت کی تحدیث تو اسکی نعمتِ عظمٰی کا ذکر کرنا کتنا ضروری ہوگا۔

☆ اس بات سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا فضل کبیر ہیں، تمام جہانوں کے لیے رحمت عظیم ہیں اور یہی ہیں جن کو ارسال فرما کر اس نے ایمان والوں پر احسان فرمایا ہے۔ لہذا آپ کی آمد پر خوب خوشی منانی چاہیے۔

شاید اسی لیے نواب صدیق حسین بھوپالی بھی کہہ گئے کہ جسے حضور کی ولادت کی خوشی نہیں وہ مسلمان ہی نہیں۔

''لفظِ فلیفرحوا''

میں مطلق خوشی منانے کا حکم ہے، لہذا شریعتِ مطہرہ کے دائرے میں رہ کر ہر خوشی جائز ہے، محفلیں منعقد کرنا، جھنڈیاں لگانا، قمقمے روشن کرنا، جلوس نکالنا، شیرنیاں تقسیم کرنا، مبارکبادیں دینا اور وصول کرنا، تحائف بھیجنا سب جائز ہے کہ ان کی حرمت پر کسی کے پاس کوئی نصِ قطعی نہیں اور ویسے بھی سو سالہ اور ڈیڑھ سو سالہ ''جشن دیو بند'' منانے والوں کو جشنِ میلاد پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے، وہ جائز ہے تو یہ بدرجہا اولیٰ جائز ہے۔

☆ میلادِ مصطفیٰ کی خوشی دنیا و آخرت کے لیے جمع ہونے والے ہر عمل سے بہتر ہے کیونکہ تمام اعمال کا دارومدار اس پر ہے کہ حضور کی آمد پر خوشی کا اعلان کیا جائے جو آدمی حضور کی آمد سے خوش نہیں گویا وہ قرآن سے خوش نہیں، اسلام سے خوش نہیں نماز سے خوش نہیں، صدقہ و خیرات، جہاد و زکوۃ سے خوش نہیں، یہ سب کچھ تو آمدِ مصطفیٰ کے طفیل ہی نصیب ہوا ہے۔

غلام مصطفےٰ مجددی ایم۔اے

میلاد کی عظمت

حدیثِ بخاری ہے کہ جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے برے حال میں دیکھا۔ اس نے پوچھا کہ تمھارے ساتھ کیا گزری۔ ابولہب نے جواب دیا کہ تم سے جدا ہوتے ہی سخت عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ ماسوا اس کے کہ ثوبیہ کو آزاد کرنے کے باعث اس "انگلی" سے مجھے پانی پلایا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح)

اشارات

☆ ابولہب کو برے حال میں دیکھنے والے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ تھے (فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴۵)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے روز ہوئی اور ابولہب نے حضور کو اپنا بھتیجا سمجھتے ہوئے خوشی منائی اور اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کیا۔ یہ حضور کا معجزہ ہے۔ کہ حضور کے میلاد کی خوشی کا کچھ نہ کچھ فائدہ ایک کھلے کافر کو بھی پہنچ رہا ہے۔

☆ امام ابن جزری اور شیخ عبدالحق دہلوی جیسے لوگ فرماتے ہیں کہ جب کافر کو مسرت میلاد کا انعام دیا گیا تو اس موحد مسلمان کا کیا حال ہوگا آپ کی ولادت سے خوش ہوتا ہے آپ کی محبت میں بقدر توفیق خرچ کرتا ہے میری جان کی قسم اسکی جزا یہ ہوگی کہ اللہ کریم اسکو اپنے فضل سے جنات نعیم میں داخل فرمادے گا۔

(زرقانی جلد ۱ ص ۱۳۹، مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۷)

☆ شیخ سعدی کہتے ہیں

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

☆ کافر عذاب کے لیے عالم برزخ میں زندہ ہے تو مومن ثواب کے لیے کیوں زندہ نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے السلام علیکم یا اہل القبور کہنے کا حکم دیا گیا اور کہا گیا ہے کہ اہل قبور قبرستان میں آنے والے کے جوتوں کی چاپ سنتے ہیں اسے پہچانتے ہیں۔

☆ یہ درست ہے کہ کافر کو برزخ و قیامت میں اس کے اچھے اعمال کا بھی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ لیکن یہاں عظمتِ میلاد کا اجاگر کرنا مقصود تھا اس لیے اس واقعے کو حضور کے خصائص میں شمار کیا جاتا ہے۔

☆ یہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے لہٰذا جو حضرات بخاری شریف اور مسلم شریف کے سوا کسی اور کتاب کو انتہا پسند نہیں کرتے انہیں تو اس واقعے کو تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہونا چاہیے۔ لگتا ہے عظمت مصطفےٰ کو ظاہر کرنے والی کوئی روایت بخاری و مسلم میں بھی موجود ہو تو انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو پھر دشمنی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی، خبردار، حضور کی دشمنی زندگی کا مقصود ہے تو پھر توحید بھی دوزخ سے نہیں بچا سکتی ۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا

☆ یاد رہے کہ میلاد کی عظمت پر تمام علمائے امت کا زبردست اجماع ہے ہر دور کے بلند پایہ مفکرین اسلام نے میلاد کی عظمت پر گرانمایہ کتابیں لکھی ہیں۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عقلی ثبوت

حضرت علامہ ارشد القادری

اکثر ایسا ہوا ہے کہ آسان اور واضح سے واضح بات بھاری بھرکم الفاظ کے نیچے کچھ اس طرح دب جاتی ہے کہ مدتوں ہم اس کی ہیبت سے مرعوب رہتے ہیں اور خواہ مخواہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ کوئی بہت باریک اور پیچیدہ بات ہے' کچھ ایسا ہی حال ہمارے ذہن کا اس مسئلے میں بھی ہے۔

ورنہ واقعہ یہ ہے کہ عقل سلیم کے لیے رسالت محمدی کا ثبوت دنیا کی سب سے واضح اور مانوس حقیقت ہے۔ زحمت نہ ہو تو چودہ سو برس پیچھے پلٹ کر دنیا کے اس تاریک دور میں قدم رکھئے جب کہ خدائے واحد کا ایک بھی پرستار روئے زمین پر نہیں تھا۔

پھر انسانوں پر ابدی سعادتوں کا دروازہ کھلا' رحمتوں کا سویرا ہوا۔ روح کی بہاروں کا موسم آیا۔ گل قدس کی خوشبو اڑی اور بہ ہزاراں جاہ وجلال فاران سے خورشید رسالت کی پہلی کرن چمکی۔

صدیوں کے بعد پھر حرم کی سرزمین سجدوں سے آباد ہوگئی کہاں تو روئے زمین پر ایک بھی خدا کا ماننے والا نہیں تھا اور اب صرف عرفات کے میدان میں ایک لاکھ فرزندان توحید اپنی پیشانیوں میں سجدہ بندگی کا اضطراب لیے کھڑے تھے اور خدا کا آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان پر رحمتوں کے پھول برسا رہا تھا۔

رسالت محمدی کو عقل کی کسوٹی پر جانچنے والو صرف اتنی بات تاریخ سے دریافت کرنے کی زحمت فرمائیں کہ ماننے والوں نے پہلے خدا کو، مانا یا اس کے رسول کو؟

تاریخ واضح طور پر شہادت دے گی کہ پہلے سید عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لوگوں کے دل جھکے۔ اس کے بعد ان کے سروں کو خدا کا سجدہ نصیب ہوا۔ ماننے والوں نے پہلے رسالت محمدی کا اقرار کیا اس کے بعد توحید الٰہی کی شہادت سے سرفراز ہوئے۔

اب یہ بات محتاج ثبوت نہیں ہے کہ پہلے پہل جن لوگوں نے رسالت کا اقرار کیا حق کی شناخت کے لیے ان کے پاس سوائے عقل سلیم کے اور کوئی مشعل نہیں تھی۔ اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ عقل کی ساری رہنمائی رسول کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماننے تک تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مان لینے کے بعد عقل کو درمیان سے ہٹ جانا پڑا۔ اب ماننے والوں کے سامنے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان تھی۔ وہ جب بھی حرکت میں آئی یقین کا سر جھک گیا۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ انسان کو رسالت محمدی کی شناخت سب سے پہلے عقل ہی کے ذریعے ہوئی۔ عقل ہی کے مشورے پر دل جھکے اس کے بعد اعتراف حق کے لیے زبان کھلی۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ عقل کے پاس وہ کون سا معیار ہے جس پر وہ رسالت ونبوت کا دعویٰ پرکھتی ہے اور پورا اترنے کے بعد دل کی ساری کائنات کو قدموں میں ڈال دیتی ہے تو اس کی تشریح مفصل طور پر ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

عقل سلیم کا کہنا ہے کہ رسول کی صحیح شناخت تین باتوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ان تین باتوں کے ثابت ہوجانے کے بعد کسی دور کی عقل بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے سے ہرگز انکار نہیں کرسکتی۔

رسول کی شناخت کا پہلا عقلی ذریعہ یہ ہے کہ عام انسانی زندگیوں کے درمیان رسول کی زندگی ماحول کی تاثیرات سے اس درجہ بالا اور معصوم وممتاز ہے کہ اسے دیکھتے ہی دنیا کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کسی معمولی انسان کی زندگی نہیں ہے اس کے پیچھے ضرور کوئی آسمانی طاقت ہے جو پس پردہ کارساز ہے۔ اس رخ سے جب ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے ہوش اڑنے لگتا ہے اور عالم حیرت میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔

زندگی کا پہلا رخ تاریخ کی گہرائی میں اترنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ہونے والا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے خاندان میں جنم لیتا ہے جہاں ہر طرف بتوں کی فرماں روائی ہے پجاریوں کی سیادت افسری کا منصب ہی گھر کا پیشہ ہے۔ آنکھیں کھولتا ہے تو سارا ماحول اخلاقی رذائل' روحانی کثافت اور شر وفساد کی غلاظتوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ کہیں بھی قدم رکھنے کی کوئی صاف جگہ نظر نہیں آتی۔ بچپن ہی میں سر سے والدین کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ گردوپیش شائستہ تربیت کا کوئی چشمہ صافی نہیں ہے جہاں وہ اپنا حلق بھی تر کرسکے۔ کسی درس گاہ سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ اکتسابی علم کے ذریعے خیر وشر کے سمجھنے کی صلاحیت بیدار ہوا۔

ایسے پرآشوب بلاخیز اور تاریک ماحول میں وہ ایام طفلی کا معصوم دور گزارتا ہے۔ شعور کی منزل سے آشنا ہوتا ہے شباب کی خارزار وادی میں قدم رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ چالیس سال کی طویل مدت وہ صحراؤں' غاروں اور ویرانوں کی بے خطر تنہائیوں میں نہیں' گمراہوں' غارت گروں' ستم شعاروں' مے نوشوں' بدکاروں' فتنہ پروروں اور جرائم پیشوں کی بھیڑ میں بسر کرتا ہے لیکن عقل اور تاریخ دونوں محو حیرت ہیں کہ پانی میں رہتے ہوئے بھی نہ اس کا جسم بھیگتا ہے نہ جیب و دامن میں کہیں نمی نظر آتی ہے۔ نشست وبرخاست' رفتار وگفتار سیرت واطوار' اخلاق وعادات' افکار وخیالات اور عبادات ومعاملات میں چالیس سال کی طویل صحبتوں کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لاکھوں زندگیوں کے بیچ میں وہ ایک تنہا ایک نرالی' منفرد بے مثل اور عام سطح سے بالاتر زندگی گزار کر لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے رفتہ رفتہ اس کی اخلاقی برتری' کردار کی راستی اور معنوی تقدس کے آگے ماحول کی گردنیں جھکنے لگتی ہیں اور بالآخر ایک دن وہ سارے قبائل کی نگاہوں کا مرکز عقیدت بن جاتا ہے۔

یہاں تک کہ چالیس سال گزر جانے کے بعد اچانک ایک پیغمبری حیثیت سے وہ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔

وہ لوگوں سے یہ نہیں کہتا کہ مجھے سجدہ کرو' میری عظمتوں کے آگے جھکے جاؤ وہ بار بار صرف یہ کہتا ہے کہ پتھر کے تراشے ہوئے بت تمہارے خدا نہیں ہیں۔ خدا وہ ہے جو ان پتھروں' درختوں اور دریاؤں کا خالق ہے پرستش کا وہی مستحق ہے۔ پیشانی کے سجدے اسی کو زیب دیتے ہیں۔ اپنی انسانیت کا سب سے اونچا اعزاز رذائل کے قدموں میں رائیگاں مت کرو۔

بس اتنی سی بات پر ہر طرف آگ لگ جاتی ہے۔ سارا ماحول سلگنے لگتا ہے جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اب گھر سے نکلنا مشکل ہے رات کی تنہائی کے سوا کوئی انیس زندگی نظر نہیں آتا۔

تلواریں اٹھتی ہیں وار خالی جاتا ہے۔ قتل کی سازش ہوتی ہے تار بکھر جاتے ہیں قید کرتے ہیں زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں ہزار مخالفت اور ہزار رکاوٹوں کے باوجود صبح نور کی طرح حقیقت کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا جاتا ہے۔

چڑھتے ہوئے سورج کا فروغ دیکھ کر جب مرعوب ہو جاتے ہیں تو کفر کے نمائندے خوشامد کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

''محمد؟'' تم اپنی ذات سے سارے قبیلوں میں ہر دلعزیز ہو ہمارے معبودوں کے خلاف آواز اٹھا کر اپنی ہر دلعزیزی کو صدمہ مت پہنچاؤ۔ تم اگر حکومت کا اقتدار چاہتے ہو تو سارا عرب تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لینے کو تیار ہے تمہیں اگر دولت کی خواہش ہے تو سارے قبائل کا سونا ہم تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دیں گے۔

اور اگر تم اجازت دو تو عرب کی سب سے حسین اور زہرہ جمال دوشیزہ تمہارے حرم سرا کی زینت بنا دی جائے۔ محمد یہ سب کچھ ایک لمحہ میں ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تم اپنے دعویٰ پیغمبری سے دست بردار ہو جاؤ اور نئے دین کی تبلیغ بند کر دو۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ناقابل شکست عزم و یقین کے تیور میں جواب دیتے ہیں۔

''پیغمبر اپنے منصب کی دیانت کو کسی قیمت پر نہیں بیچتا۔ مجھے جادۂ حق سے ہٹانے کے لیے جو معاوضہ تم نے پیش کیا ہے اس کی تو وقعت ہی کیا ہے تم اگر میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دو تب بھی میں دین حق کی تبلیغ اور اپنے منصب کے فرائض سے قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ خدا میرے ساتھ ہے۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔

میری آواز پر فتح پانا انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

چونکہ اس وقت میرا موضوع سخن تاریخ اسلام بیان کرنا نہیں ہے اس لیے آگے واقعات کسی دوسرے لمحہ فرصت پر چھوڑتا ہوں۔

اس وقت مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اس پوری داستان میں دراصل یہ نکتہ سب سے زیادہ قابل غور ہے کہ پیغمبر کی دعوت کو شکست دینے کے لیے اہل مکہ نے ایک سے ایک حربہ استعمال کیا بائیکاٹ کی مہم چلائی وطن سے بے وطن کیا' ایذائیں دیں' پتھر برسائے' جنگ کی' خون بہائے' خود بھی قتل ہوئے' دوسروں کو بھی شہید کیا' یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن کسی مائی کے لال کو یہ جرت نہ ہو سکی کہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھری مجلس میں کہہ دیتا۔

''محمد! تمہاری پیغمبری کا یہ ڈھونگ ملک شام فارس اور ان دور دراز علاقوں میں چل سکتا ہے جہاں لوگ تمہاری اخلاقی کمزوریوں' بشری فروگزاشتوں اور کردار کی خامیوں سے ناواقف ہیں۔

لیکن یہ مکہ ہے! یہاں تمہاری زندگی کا ایک ایک خدوخال نظر میں ہے ہم تمہاری ان کمزوریوں سے پوری طرح باخبر ہیں جن کا پیوند ایک پیغمبر کی زندگی کے ساتھ کسی طرح نہیں جوڑا جا سکتا۔ ہم نہ بھی تمہیں جھٹلائیں جب بھی تمہاری زندگی کے سیاہ دھبے بجائے خود تمہاری تکذیب کے لیے کافی ہیں۔'' اور سن لیا جائے کہ اعتراف صداقت کی یہ آخری منزل نہیں ہے اس کے آگے ایک اور منزل بھی ہے جہاں جلالت حق کی ہیبت سے عقل کو پسینہ آنے لگتا ہے اور وہ یہ کہ دشمنی میں انسان صحیح اور غلط الزام کا فرق اٹھا دیتا ہے مانا کہ میرے سرکار کی زندگی ایک روشن آئینے کی طرح بالکل بے داغ و بے غبار تھی۔ اور یہ بھی تسلیم کہ بشری کمزوریوں کا کوئی واقعہ دشمنوں کے علم میں نہیں تھا لیکن اپنے حریف کو شکست دینے اور رسوا کرنے کے لیے کیا واقعہ تراشا نہیں جاتا؟ کیا من گھڑت الزامات نہیں بیان کیے جاتے؟ اور خاص کر ایسی حالت میں جب کہ پیغمبر کو مجروح کرنے کے لیے الزام تراشنا تلوار اٹھانے سے زیادہ آسان تھا۔ عرب کے سخنوروں کا سارا گروہ ہم زبان ہی تھا آن کی آن میں پیغمبر کے خلاف فرضی داستانوں کا دفتر تصنیف ہو سکتا تھا لیکن عظمت خداداد کو عقیدوں کا خراج عقیدت پیش کرو کہ سید عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طیب و طاہر زندگی کا آفتاب اس نقطہ عروج پر تھا کہ سیاہی کا پیوند جوڑنے کے لیے کہیں سے بھی کوئی گہنائی ہوئی کرن انہیں نہیں مل سکی۔

ویسے اڑانے کے لیے خاک اڑا سکتے تھے لیکن دشمن اس کے لیے کبھی تیار نہیں تھے کہ اپنی ہی آنکھیں غبار سے بھر جائیں۔

خطہ ارضی مختلف رنگ و روپ، مختلف تہذیب و تمدن اور مختلف انداز معاشرت میں تقسیم ہوتا رہا لیکن رسول اللہ ﷺ کی تنہا زندگی سب کو راس آئی

زندگی کا دوسرا رخ

سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک پہلو تو یہ ہے جو سپرد قلم ہوا۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ فطرت انسانی کے جس رخ سے دیکھو سرکار کی زندگی اتنی جامع اور مکمل نظر آئے گی کہ ہر دور کے انسانوں کے لیے وہ بہترین نمونہ عمل بن سکتی ہے نہیں میں نے غلط کہا بلکہ زندگی کی نجات کے لیے اس کے سوا کوئی اور نمونہ ہی نہیں ہے۔

چودہ سو برس کی طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی انسانی زندگی کے لیے اس سے بہتر سانچہ نہ آج تک تیار ہو سکا ہے نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ اور حیرت انگیز تماشا یہ ہے زمانے کے انقلابات نے ہزاروں کروٹیں بدلیں طبیعتوں اور مزاجوں کے پیمانے بنتے بگڑتے رہے۔ خطہ ارضی مختلف رنگ و روپ' مختلف تہذیب و تمدن اور مختلف انداز معاشرت میں تقسیم ہوتا رہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا زندگی سب کو راس آئی سب کی ضرورتوں کی کفیل ہوئی۔ سب کے لیے سازگاری اپنی رہنمائی میں سب کو زندگی کی منزل مقصود تک پہنچا آئی۔

ایک گدا سے لے کر بادشاہ تک سپاہی سے لے کر سالار تک عورت سے لے کر مرد تک، بچے سے لے کر بوڑھے تک، غلام سے لے کر آقا تک' عربی سے لے کر عجمی تک' دیہاتی سے لے کر شہری تک اور چھوٹے سے لے کر بڑے تک سب ہی اپنی اپنی جگہ یہ سمجھتے رہے کہ زندگی کا یہ پیمانہ میرے ہی لیے تراشا گیا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ نقشہ سامنے رکھ کر اب میں عقل سلیم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی محیر العقول اور جامع و کامل زندگی کیا خدا کے رسول کے سوا کسی اور عام بشر کی ہو سکتی ہے؟

کیا عالمی تاریخ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کی ایسی زندگی پیش کی جا سکتی ہے؟

میں جانتا ہوں کیا وہ کہے گی جواب میں۔

رسول کی شناخت کا دوسرا عقلی ذریعہ

رسول کی شناخت کا دوسرا عقلی ذریعہ یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اس کے تعلقات کی سطح عام

انسانوں سے بہت اونچی ہوتی ہے وہ کائنات میں خدا کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے عام بندوں کی طرح بے اختیار نہیں ہوتا بلکہ اس کارخانہ قدرت میں تصرفات کی قدرت بھی اپنے ہمراہ لے کر آتا ہے۔ تصرفات کی قدرت سے مسلح ہو کر آنا رسول کے لیے دو وجہوں سے ضروری ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ اصول فطرت کے مطابق کوئی انسان اپنے برابر اور ہمسر کی اطاعت نہیں کرتا جس میں برتری اور بڑائی کی کوئی وجہ ہوتی ہے یا جسے وہ اپنا بڑا سمجھتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ رسول کو ایسے کمالات اور قدرت واختیار سے مسلح کر کے بھیجا جائے کہ کوئی انسان اس کی ہمسری کا دعویٰ نہ کر سکے اور اس کے آگے جھک کر اس کی اطاعت کرنے میں اسے کوئی عار محسوس نہ ہو۔ اطاعت اسی کی کرتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خدا شناسی کی راہ میں سب سے بڑا حجاب مادی طاقتوں سے مرعوبیت کا ہے کیونکہ دنیا میں پہلے پہل انسان کی نظر انہیں طاقتوں سے روشناس ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر آنکھ کھولتے ہی انسان نے سورج کو دیکھا' چاند کو دیکھا دریاؤں کی قیامت خیز لہروں کو دیکھا' پہاڑوں کی ہیبت ناک چوٹیوں کو دیکھا پتھروں کی سخت چٹانوں کو دیکھا' قد آور گھنے درختوں کو دیکھا' آگ کے ہولناک شعلوں کو دیکھا' بادشاہوں کے جلال و جبروت کو دیکھا اور ہیبت سے مرعوب ہو گیا۔ احساس کمتری میں انہیں طاقتوں کو کائنات کی اصل سمجھ بیٹھا اور بالآخر انہی کے آگے اپنا ماتھا ٹیک دیا۔

حالانکہ یہ تمام طاقتیں جس طاقت کا کرشمہ تھیں وہ حجابات کے پیچھے تھی لیکن چونکہ وہ پیکر محسوس میں نہیں تھی اس لیے انسان کی نظر اسے نہیں دیکھ سکی۔ ان حالات میں خدا کا رسول آتا ہے۔ آمد کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو ان مادی طاقتوں کی پرستش سے روک دے اور اس کا سر اس طاقت کے آگے جھک جائے جو پس پردہ ان تمام طاقتوں کی خالق اور پروردگار ہے۔

عقل کہتی ہے کہ جب تک ذہن کی غیر واقعی ہیبت اور دلوں کی غلط گرویدگی کا طلسم نہیں ٹوٹ جاتا پیشانیوں کا کسی مانوس آستانہ عقیدت سے ہٹانا آسان کام نہیں ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ ایک رسول اپنے ساتھ ایسی کائنات گیر قدرت لے کر آئے جس کے ذریعہ وہ ان مصنوعی خداؤں کی طاقت کا بھانڈا پھوڑ دے جب چاہے ان کا طبعی نظام بدل کے ان کی قوت تاثیر سلب کرے اور انہیں اپنی مرضی کا غلام بنا کر رکھے۔ پرستار بھی اپنے خداؤں کی بے چارگی، بے بسی و بے طاقتی اور گھٹنا ٹیک فرماں برداری کا تماشا دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ جب رسول کی قدرت و طاقت کا یہ حال ہے تو اس کے بھیجنے والے کی کیا شان ہوگی؟

اس لیے دراصل پرستش کے قابل وہی طاقت ہے جس کی نمائندگی رسول کر رہا ہے۔ مغلوب طاقت پوجنے کے قابل نہیں ہو سکتی۔

زندگی کا تیسرا رخ

اتنی تمہید کے بعد یہ حقیقت ہم ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ اس رخ سے بھی جب سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہم جائزہ لیتے ہیں تو ان کی پیغمبرانہ طاقت وقدرت کے نہایت حیرت انگیز اور دلربا مناظر سامنے آتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اشارے پر ساری کائنات گردش کر رہی ہے نگاہ اٹھ جاتی ہے تو مادی طاقتوں کو پسینہ آ جاتا ہے کرہ زمین پر کھڑے ہو کر انگلی کا اشارہ کرتے ہیں تو آسمان کا سیارہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے لبوں کو جنبش دیتے ہیں تو ڈوبا ہوا سورج منزل سے پلٹ آتا ہے راہوں سے گزرتے ہیں تو پتھروں کی بے جان دنیا درود و سلام کا خراج عقیدت پیش کرتی ہے درختوں کو آواز دیتے ہیں تو وہ ایک اطاعت شعار خادم کی طرح دوڑے ہوئے چلے آتے ہیں اشارہ کر دیتے ہیں تو واپس ہو جاتے ہیں چٹانوں پر قدم رکھ دیتے ہیں تو کف پا کا نقش اتر آتا ہے پہاڑوں پر تشریف لیجاتے ہیں تو کہسار کا دل خوشی سے جھومنے لگتا ہے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو وہ حملہ آور کے لیے پاؤں کی زنجیر بن جاتی ہے کھارے کنوئیں میں لعاب دہن ڈال دیتے ہیں' تو ہمیشہ کے لیے وہ چشمہ شیریں بن جاتا ہے سنگریزوں کو ہاتھ لگا دیتے ہیں' تو جان پڑ جاتی ہے' اشارہ فرما دیتے ہیں تو کلمہ پڑھنے لگتے ہیں۔

کبھی برہم ہو کر مشت غبار اڑا دیتے ہیں' تو ہر طرف طوفان امڈنے لگتا ہے اور جب کبھی مائل بہ کرم ہوتے ہیں ایک قطرہ آب چشمہ سیال بن جاتا ہے۔

مسکراتے ہیں تو نور کی کرن پھوٹتی ہے' چلتے ہیں تو راستوں میں عطر برستا ہے کسی کو چھو دیتے ہیں مہکنے لگتا ہے ہاتھ رکھ دیتے ہیں تو شفا ہو جاتی ہے۔ نظر پڑ جاتی ہے تو دلوں کے آئینے چمک اٹھتے ہیں زبان حرکت میں آتی ہے' تو غیب کے اسرار کھلتے ہیں' رخ پھیر لیتے ہیں' تو پیٹھ پیچھے کی خبر رکھتے ہیں' جو چاہتے ہیں ہو جاتا ہے' جو سوچتے ہیں ڈھل جاتا ہے' جو کہہ دیتے ہیں' مہر لگ جاتی ہے' جو کہہ دیتے ہیں دستور بن جاتا ہے' ادا ادا سے بات بات سے ایک کائنات گیر اقتدار' ایک آسمانی بادشاہت' ایک با اختیار نمائندگی اور ایک محبوب و دلآویز شخصیت کا جلال و جمال برستا ہے۔

> جب ہم محمد عربی ﷺ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے ہوش اڑنے لگتا ہے اور عالم حیرت میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات کی یہ نا تمام فہرست جو ہم نے پیش کی ہے ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ روایات ہیں اور روایات کا واقعہ کے مطابق ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

اس سلسلے میں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ عقل انسانی کے پاس اگر کوئی کسوٹی ہے جس پر وہ روایات کو پرکھتی ہے اور پورا اترنے کے بعد صحت کا حکم لگاتی ہے تو ہم یہ مرحلہ طے کرنے کے لیے بھی نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ تیار ہیں عقل پرکھے اور حکم لگائے۔

ہمیں فخر ہے جن وسائل وذرائع سے ہم تک یہ روایات پہنچی ہیں ان سے زیادہ قابل اعتماد اور ثقہ ذرائع آج تک دنیا کی کسی روایت یا کسی واقعہ کو میسر نہیں ہیں لیکن یہ دعویٰ بہرحال اپنی جگہ پر ناقابلِ تردید ہے کہ ان واقعات سے اور روایات کو صحیح مان لینے کے بعد عقل یہ تسلیم کر لینے پر مجبور ہوگی کہ اس "شان کا آدمی" سوائے رسول کے کوئی عام

انسان ہرگز نہیں ہوسکتا۔

رسول کی شناخت کا تیسرا عقلی ذریعہ

رسول کی شناخت کا تیسرا عقلی ذریعہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ خدا کی کوئی ''آسمانی کتاب'' ہوتی ہے۔ رسول کے ساتھ آسمانی کتاب کا ہونا دو وجہوں سے ضروری ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ رسول خدا کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لیے آتا ہے اس لیے ظاہر ہے کہ اس کے پاس ایک ہدایت نامے کا ہونا ضروری ہے جس کے مطابق وہ بندوں کی رہنمائی کرے انہیں راہ راست پر چلائے اور خدا کے احکامات اور اس کی مرضی سے انہیں روشناس کرائے۔

عقل کہتی ہے کہ آسمان سے نازل شدہ کسی بھی الہامی کتاب میں درج ذیل امور کا ہونا ضروری ہے۔ کیوں ضروری ہے؟ یہ ایک مستقل موضوع بحث ہے لیکن آنے والے مباحث کی روشنی میں ذرا بھی ذہن پر زور دیا جائے تو کیوں کا جواب خود بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

ان امور کی نشاندھی جن کا کسی بھی الھامی کتاب میں ہونا ضروری ھے۔

١۔ عبادات اور جملہ شعبہ ہائے زندگی سے متعلق احکام و قوانین اور مفید ہدایات جن کا تعلق عمل اور جوارح سے ہے۔

٢۔ عقائد اصول اور ایمانیات جن کا تعلق قلبی تصدیق سے ہے۔

٣۔ خدا کی ذات وصفات سے متعلق واضح بیانات۔

٤۔ عالم آخرت اور جزاوسزا کی تفصیلات

٥۔ گزشتہ نبیوں، رسولوں، ان کی کتابوں اور قوموں کے تذکرے۔

٦۔ جس رسول پر کتاب نازل ہوئی اس دور اور اس دور کے لوگوں کے متعلق تذکرہ۔

٧۔ جس رسول پر کتاب نازل ہوئی اس کے متعلق ہدایات۔

٩۔ آئندہ کے واقعات اور اسرار غیب کی اطلاع۔

١٠۔ کائنات کی تخلیق آفرینش کی حکمت ومصلحت، آغاز وانجام اور درمیانی مراحل کا بیان۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اس ظاہری دنیا میں موجود نہ رہے جب بھی بندوں کو ایک مستند ذریعہ سے اپنے متعلق خدا کی مرضی اور اس کی ہدایت واحکامات کا علم ہوتا ہے۔

اتنی تمہید کے بعد مدعائے نگارش یہ ہے کہ اس رخ سے جب بھی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ان کے ہمراہ قرآن نامی ایک الہامی کتاب نظر آتی ہے۔

ان امور میں سے بعض امور تو وہ ہیں جو ہدایات وقانون کی کسی بھی کتاب کے لازمی اجزا کی حیثیت سے ضروری ہیں اور جن کے بغیر اس موضوع کی کوئی بھی کتاب جامع اور مکمل نہیں کہی جاسکتی اور بعض امور وہ ہیں جو سوائے خدا کی کتاب کے کسی بھی انسانی کتاب میں نہیں مل سکتے اور جہاں کسی بھی طرح انسانی عقل کی رسائی ناممکن ہے مثال کے طور پر آئندہ واقعات کی اطلاع اور اسرار غیب کی نقاب کشائی زمانہ ماقبل تاریخ کی طرح تخمینی نہیں۔ چشم دید خبریں کائنات کی کیفیت تخلیق آفرینش کے رموز و اسرار اور عالم ہستی کے آغاز وانجام کی تفصیلات خدا کی ذات وصفات کے متعلق واضح اطلاعات عالم آخرت کی مفصل نشاندہی۔ قدرتی بناوٹوں کی طرح قرآن کا انداز بیان۔

یہ ہیں وہ امور جو انسان کی دسترس سے باہر ہیں اور جن کا کسی انسانی کتاب میں ہونا تو درکنار اس کے علم ہی کا انسان کے پاس، سوائے خدا کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

واضح رہے کہ یہی وہ منزل تھی جہاں سخنوران عرب کو پسینہ آگیا اور وہ سب مل کر بھی قرآن کی ایک مختصری مختصر سورت کی مثال پیش کرنے سے قطعا عاجز وقاصر رہے۔

قرآن انہیں چیلنج پہ چیلنج دیتا رہا کہ اگر تمہارا یہ گمان صحیح ہے کہ میں خدائے برتر کی کتاب نہیں کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب ہوں تو تم بھی انسان ہو میری زبان بھی وہی جسمیں تم بہت بڑے ادیب اور مانے ہوئے سخنور ہو۔ بنالاؤ میری آیتوں کی طرح کوئی بھی عربی عبارت۔

انسان خدائی بناوٹوں کی نقل نہیں اتار سکتا۔ انسانی بناوٹوں کی نقل اتارنا اس کے لیے کیا مشکل ہے؟

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ نہ اس وقت کے سخنوران عالم اس چیلنج کا جواب دے سکے نہ چودہ سو برس کی طویل مدت میں ''ربع مسکون'' پر کوئی جواب دینے والا پیدا ہوا اور پھر نہ صرف یہ کہ ''قرآن ثانی'' پیش کرنے سے دنیا عاجز رہی بلکہ قرآن صرف سفینوں میں نہیں سینوں میں بھی محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔

> یہاں تک کہ چالیس سال کی طویل مدت وہ صحراؤں، غاروں اور ویرانوں کی بے خطر تنہائیوں میں نہیں، گمراہوں، غارت گروں، ستم شعاروں، مے نوشوں، بدکاروں، فتنہ پروروں اور جرائم پیشوں کی بھیڑ میں بسر کرتا ہے لیکن عقل اور تاریخ دونوں محو حیرت ہیں کہ پانی میں رہتے ہوئے بھی نہ اس کا جسم بھیگتا ہے نہ جیب ودامن میں کہیں نمی نظر آتی ہے

ہزار محاسن، ہزار اوصاف اور ہزار معجزانہ کمالات کے باوجود یہ عین ممکن ہے کہ کوئی قرآن پر ایمان نہ لائے لیکن یہ قطعا ناممکن ہے کہ اس کے معجزانہ کمالات معجزانہ محاسن اور معجزانہ اوصاف کی موجودگی میں کوئی اس کے خدا کی کتاب ہونے سے انکار کر دے۔

اسی طرح ازروئے عقل یہ بھی ذہن وفکر کا کھلا ہوا تضاد ہے کہ اتنی بات تسلیم کرلی جائے کہ دنیا کی یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملی، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول تسلیم کرنے سے انکار کردیا جائے۔ حالانکہ دونوں باتیں قطعا ایک ہیں صاحب کتاب ہونے اور رسول ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پھر میں ایک بات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ عقل انسانی کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار آسان نہیں ہے۔

یا تو وہ ثابت کرے کہ قرآن جیسی کتاب انسان تصنیف کرسکتا ہے' یا یہ ثابت کرے کہ معاذ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب نازل ہی نہیں ہوئی ہے'' لیکن ہمیں یقین ہے کہ عقل وہ ثابت کرسکتی ہے نہ یہ ثابت کرسکتی ہے' وہ اگر کچھ کرسکتی ہے تو صرف یہ کہ رسالت محمدی کی روشن حقیقت کے آگے اپنا سر نیاز خم کردے۔

☆☆☆☆☆

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبِ میلاد کی کرم نوازیاں

ابوسعد اشرفی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جانِ عبادت ہے باعث رحمت و برکت اور آقا حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم اور ان کے رب کریم (جل جلالہ) کی رضا و خوشنودی کا بہترین ذریعہ ہے۔ ذکر مصطفیٰ اور میلادِ مصطفیٰ کی محافل کا انعقاد اہل سلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے، خصوصاً ربیع الاول میں نہایت ذوق وشوق سے حضور کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت و محبت پیش کیا جاتا ہے۔

یہ اس کریم کا ذکر ہے اور قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی محفل ہے۔ جس میں کوئی بھی اجر وثواب سے محروم نہیں رہتا مگر بعض اہل محبت پر آقا حضور خصوصی التفات فرماتے ہیں اور کبھی محافل میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں اور کبھی خواب میں بانی محفل یا حاضرین محفل کو اپنے جمال جہاں آرا سے نواز دیتے ہیں

ذیل میں ہم ایسے چند ایمان افروز واقعات ہدیہ قارئین کر رہے ہیں

۱۔ مژدہ شفاعت

جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی الہ عنہما ایک روز اپنے مکان پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک کے واقعات بیان فرما رہے تھے اور صحابہ کرام اظہار مسرت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پیش کر رہے تھے۔

فاذا جاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال حلت لکم شفاعتی

اچانک صاحب میلاد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا تم میری شفاعت کے مستحق ہو گئے

۲۔ نوید رحمت ونجات

حضرت ابوالدرداء بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں عامر انصاری کے گھر گیا جہاں وہ اپنے اہل خانہ اور کنبے والوں کو ولادت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے واقعات کی تعلیم دیتے ہوئے فرما رہے تھے یہی وہ دن جس میں حضور کی جلوہ گری ہوئی پس حضور نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ فتح لک ابواب الرحمۃ و المنکۃ کلھم یستغفرون لک و من فعل فعلک یحل بحا لک

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور تمام فرشتے تمہارے لیے بخشش ومغفرت کی دعائیں کر رہے ہیں اور جو شخص تیری طرح (محفل میلاد منعقد) کرے گا وہ یہی اجر وثواب پائے گا (۲)۔"

ان دونوں روایتوں سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام محفل میلاد کا انعقاد کرتے اور اپنے اہل خانہ کو میلاد کی تعلیم دیا کرتے تھے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ میلاد کرنے سے اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اہل محفل حضور علیہ السلام کی شفاعت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے بخشش و رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایسی محافل میں کبھی سرکار کرم فرماتے ہوئے خود بھی تشریف فرما ہو جاتے ہیں۔

۳۔ اہل مجلس کی مغفرت

حضرت محمد ابوالمواہب شاذلی علیہ الرحمہ نے ایک محفل نعت میں یہ شعر پڑھا

محمد بشر لا کالبشر بل ھو یاقوت بین الحجر

پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں لیکن ان کی مثل کوئی بشر نہیں آپ تو ایسی شان والے ہیں جیسے پتھروں میں یاقوت کی امتیازی شان ہے۔

پس حضور علیہ الصلوات والسلام نے کرم فرما کر اپنی زیارت سے نوازا اور فرمایا۔

قد غفر اللہ لک و لکل من قالبا معک

اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیرے ساتھ اس نعت شریف میں شریک تمام افراد کو بخش دیا ہے۔ حضرت ابوالمواہب رضی اللہ عنہ اپنے آخری دم تک یہ نعت شریف پڑھتے رہے (۳)۔

خوشا چشم کو بنگرو مصطفیٰ را
خوشا دل کہ دارد خیال محمد

محفل میلاد باعث ایمان

بغداد شریف میں ایک شخص ہر سال میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں سجاتا۔ اس کے پڑوس میں ایک یہودی عورت انتہائی سخت اور متعصب رہتی تھی۔ ایک دن اس نے بڑے تعجب سے اپنے شوہر سے کہا ہمارے اس مسلمان پڑوسی کو کیا ہو گیا ہے جو ہمیشہ اس مہینے میں اپنی بہت بڑی دولت فقراء اور مساکین پر خرچ کر دیتا ہے اور قسم قسم کے کھانے تیار کر کے کھلاتا ہے اس کے شوہر نے کہا غالباً یہ مسلمان گمان رکھتا ہے کہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں پیدا ہوئے اور یہ خوشی ان کی ولادت باسعادت کے سبب کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ سلم اس خوشی و مسرت سے خوش ہوتے ہیں۔

زیارت اقدس:۔ لیکن یہودیہ نے اس بات کو تسلم نہ کیا اور جب رات ہوئی تو اس عورت نے خواب دیکھا کہ ایک بہت ہی نورانی شخصیت تشریف فرما ہے اور اس کے ساتھ صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت ہے عورت نے یہ دیکھا تو بڑی متعجب ہوئی۔ خواب ہی میں ایک صحابی سے پوچھا۔ یہ کونسی شخصیت ہے جنہیں میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ معزز اور بزرگ دیکھ رہی ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں عورت نے کہا اگر میں ان سے کچھ عرض کروں تو جواب عطا

فرمائیں گے۔

سلام وایمان:۔ صحابی نے فرمایا۔ ہاں تو اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔ قریب آئی۔ سلام عرض کر کے کہا۔ یا رسول اللہ! حضور نے فرمایا اے اللہ کی بندی! لبیک۔

اس پر یہودیہ بے اختیار رو پڑی اور کہنے لگی آپ مجھے اس طرح کیوں نواز رہے ہیں جب کہ میں آپ کے دین پر نہیں ہوں۔ اس پر حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تجھے اس لیے جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دینے والا ہے اس نے عرض کیا' پھر میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

محفل میلاد:۔ پھر اس کی آنکھ کھل گئی وہ اپنے اس خواب سے بے حد مسرور اور انتہائی خوش تھی کہ اس نے سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت پائی اور مشرف باسلام ہوئی اس نے خواب ہی میں عہد کر لیا تھا کہ اگر صبح کی تو اپنا تمام مال وزر صدقہ کردوں گی اور محفل میلاد منعقد کروں گی۔ پھر جب اس نے صبح کی اور اپنے عہد کو پورا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا شوہر بھی نہایت خوش وخرم ہے اور اپنا تمام مال وزر قربان کرنے پر آمادہ ہے اس وقت اس نے اپنے شوہر سے کہا کیا بات ہے کہ میں تمہیں ایک نیک ارادے میں راغب دیکھ رہی ہوں' یہ کس کے لیے ہے؟

شوہر نے اپنی عورت سے کہا' یہ تصدق اس ذات گرامی کے لیے ہے جس کے دست مبارک پر تم آج رات اسلام لا چکی ہو۔ عورت نے کہا اللہ تم پر رحم کرے تمہیں کس نے میری باطنی حالت پر مطلع کیا۔ اس نے کہا اس ذات کریم نے جس کے دست اقدس پر تیرے بعد میں اسلام لایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

عورت نے کہا۔ اللہ تعالیٰ ہی حمد کے لائق ہے۔ جس نے مجھے اور تمہیں دین اسلام پر جمع فرمایا اور ہم دونوں کو شرک وگمراہی سے نجات عطا فرما کر امت محمدیہ میں داخل فرمایا۔ والحمد للہ رب العالمین

۵۔ میلاد پر اظہار مسرت حضرت ابن نعمان رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ تو بارگاہ سرکار میں عرض کیا یا نبی اللہ لوگ ہر سال آپ کا میلاد مناتے ہیں کیا حضور کو یہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا یا ابن نعمان! جسے ہماری خوشی ہے ہمیں اس کی خوشی ہے (۵)۔

۶۔ میلاد کے چنے حضرت شاہ ولی محدث دہلوی کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم (رحمہا اللہ) ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز کا کھانا تیار کراتے ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ آیا۔ انہوں نے وہی چنے لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی زیارت نصیب ہوئی اور دیکھا کہ وہی چنے آپ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور نہایت مسرور دکھائی دے رہے تھے (۶)۔

۷۔ حقہ ناپسند ایک نعت خواں حقہ پیتے تھے۔ ایک مرتبہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ نے فرمایا

انک اذا قرات ! لمولدا حضر المجلس و اذا جاء الدخان فیه اترک و اذهب (۷)

جب تم میلاد پڑھتے ہو تو مجلس میں ہم بھی رونق افروز ہوتے ہیں لیکن جب محفل میں حقہ آ جاتا ہے ہم مجلس سے اٹھ جاتے ہیں

اس واقعہ سے جہاں یہ بشارت ملتی ہے کہ محفل میلاد میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصی کرم فرما کر جلوہ افروز ہوتے ہیں وہاں یہ بھی سبق بھی ملتا ہے ان مقدس محافل کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا از بس ضروری ہے کیونکہ:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

۸۔ دیدار پر انوار ایک مرتبہ حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ میلاد شریف پڑھ رہے تھے اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ بھی شریک تھے۔ حاجی صاحب سنتے سنتے ایک دم کھڑے ہو گئے اور سب پر ایک کیفیت طاری ہو گئی' اختتام محفل کے بعد حاجی صاحب سے سامعین نے پوچھا حضرت میلاد شریف سنتے سنتے کھڑے کیوں ہو گئے تھے؟ جبکہ قیام کا ذکر بھی نہیں آیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے نہیں دیکھا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میرے ذوق و شوق اور محبت رسول نے مجھے کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنے پر مجبور کر دیا۔

۹۔ مدینہ منورہ کی ایک محفل میلاد ۱۳۸۷ھ کی بارہویں شب کو مدینہ منورہ میں وہاں کے ایک محترم عالم و بزرگ کے دولت خانہ پر محفل میلاد کی تقریب سعید تھی ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرور ایمان افروز لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے پانچ سو سے زائد ساکنان دیار حبیب شریک مجلس تھے جن میں دو وزیر بھی آئے ہوئے تھے ایک کے متعلق مشہور تھا کہ یہ ماشاء اللہ سنی صحیح العقیدہ ہیں اور دوسرے کی بابت سنا گیا تھا کہ یہ نجدی اور اس کی شرکت دوسرے وزیر صاحب کی وساطت سے ہوئی ہے ورنہ وہ خود ایسی نورانی مجالس میں شرکت کو جائز نہیں سمجھتے۔

نعت خوانی:۔ ابتدا میں بارگاہ اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عاشقان سرکار رسالت علیہ السلام نے عربی کے منتخب اور بہت ہی پاکیزہ قصائد اور انتہائی خوش اعتقادی اور حد درجہ کی خوش الحانی سے پیش کیے، بعد ازاں اردو میں خوب دھوم دھام اور ادب واحترام کے ساتھ نعتیں عرض کی گئیں۔ ہر طرف انوار وتجلیات کی چھم چھم بارشیں برسنے لگیں ہر شخص کا چہرہ خوشی سے کھلا جا رہا تھا' آنکھوں سے کچھ وقفے کے بعد فرحت وسرور کے آنسو بھی ٹپکتے دکھائی دیتے تھے' مجلس میلاد کا احترام ہر شخص کے ظاہر و باطن پر چھایا ہوا تھا۔ سب کے سب قصائد نعتیہ بصد ادب واحترام اور بکمال تعظیم و توقیر سن کر محظوظ ہو رہے تھے کیونکہ سب کا یہ اعتقاد تھا کہ۔

جہاں ذکر میلاد خیر البشر ہو
خدا کی قسم وہ مکاں محترم ہے
شہ دین کا ہر تذکرہ ہے گرامی
شہ دین کی ہر داستان محترم ہے
ترا ذکر بھی جان و دل سے ہے پیارا
تری یاد بھی جان جان محترم ہے

البتہ نجدی وزیر کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور طنزیہ مسکراہٹ سے پتہ چلتا تھا کہ اسے یہاں بیٹھنا ناگوار معلوم ہو رہا ہے اور یہاں کا مقدس منظر ناپسند نظر آتا ہے۔

زاغ چوں فارغ زبوئے گل بود
نفرتش از صحبت بلبل بود

کئی گھنٹوں کے بعد میر مجلس نے میلاد برزنجی کے وہ جملے جو ولادت باسعادت کے متعلق ہیں پڑھے تو سب حاضرین مع دونوں وزیروں کے کھڑے ہو گئے اور حضور اقدس سید عالم کی خدمت اقدس میں بحالت قیام بکمال خشوع وخضوع علیہ الصلوۃ والسلام عرض کرنے لگے پھر دعا مانگی گئی اور شرکاء مجلس اطہر' میر مجلس سے اجازت لے کر اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے ابھی کچھ لوگ صاحب خانہ سے کچھ

ضروری عرض معروض کرنے کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے۔

صاحبِ حال کی آمد:۔ اچانک ایک درویش صفت بزرگ تشریف لائے ان کے ہاتھ میں تازہ جلیبیوں کا تھال تھا، فرمانے لگے جو شخص میری جلیبی کھائے گا وہ خوش نصیب ہوگا اسے خواب میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سراپا سعادت نصیب ہوگی۔ ان الفاظ میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ ہر شخص جھوم گیا' آنکھوں میں مسرت کے آنسو بھر آئے اور یقین کرلیا گیا کہ یہ جو کچھ فرمارہے ہیں بالکل سچی ہے' البتہ نجدی وزیر نے یقین نہ کیا' بلکہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔

تقسیم تبرک:۔ صاحب خانہ نے مجھے (راوی کو) حکم دیا کہ صوفی صاحب! یہ جلیبیاں تقسیم کردیجئے میں نے آدمی گنے تو چالیس تھے' پھر جلیبیاں گنیں تو وہ بھی اتنی ہی تھیں یعنی چالیس سب سے پہلے میر مجلس کی خدمت میں ایک جلیبی پیش کی۔ نجدی وزیر چونکہ آپ کی بائیں جانب بیٹھا ہوا تھا اور تقسیم دائیں طرف سے کرنا تھیں اس لیے وزیر موصوف باری سب سے بعد میں آئی اس وقت دو جلیبیاں بچیں تھیں' ایک وزیر کے حصہ کی اور دوسری میرے حصہ کی لیکن میں نے وہ دونوں وزیر کو دے دیں اور دل میں عرض کیا الہ العالمین یہ شکل وصورت کے لحاظ سے کتنا حسین ہے اگر محفل میں شرکت کی برکت سے اس کے عقائد درست ہوجائیں اور دوزخ میں جانے سے بچ جائے اور تیرے حبیب علیہ السلام کی زیارت سے نوازا جائے تو تیری قدرت کاملہ کے آگے کچھ بھی دشوار نہیں جلیبیوں کا شیرہ اور تھال میں گرے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکرے میرے لیے کافی تھی بلکہ تبرک خاص کی حیثیت سے تھے میں نے انہیں خوب مزے لے لے کر کھایا اور تھال کو اس طرح صاف کیا کہ بغیر پانی کے دھل گیا قدرت خدا کی اس درویش صفت بزرگ کی لائی ہوئی جلیبیاں کچھ اس قدر متبرک تھیں کہ میں جوں جوں کھاتا دل میں اس بات کا یقین مضبوط سے مضبوط ہوتا جاتا کہ آج سب کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی آدھی رات گزر چکی تھی' لوگ اپنے اپنے گھروں کو جارہے تھے' میں نے بھی اجازت لی اور گھر کی طرف روانہ ہوگیا آج مدینہ منورہ کے درودیوار کا حسن بڑھا ہوا نظر آرہا تھا۔ ہر طرف رحمت وبخشش کے انوار برستے دکھائی دے رہے تھے۔

مدینہ کی دلکش فضا دیدنی ہے
چمن ساز موج ہوا دیدنی ہے
ہر سمت نور خدا دیدنی ہے
رخ مصطفیٰ کی ضیا دیدنی ہے

غسل زیارت:۔ گھر جاکر غسل کیا' عید کا لباس پہنا' اور مدینہ منورہ کے مقدس بازار سے خریدا ہوا بیش قیمت عطر لگایا' پھر درود شریف پڑھتے پڑھتے بستر پر لیٹ گیا' زبان حال مترنم تھی کہ

اے خلد مکیں نشیں اک بار تو ایسا ہوجائے
تم عرش سے دل میں آجاؤ دل عرش معلیٰ ہو جائے

میں (راوی) بفضلہ تعالیٰ وبفضل حبیب الاعلیٰ سترہ سال سے مدینہ من رہ میں مقیم ہوں لیکن آج جیسی خوشی وفرحت کبھی نصیب نہیں ہوئی، اس لیے بار بار کروٹیں بدلتا ہوں لیکن نیند نہیں آتی، اب سعودی عرب کے وقت کے مطابق ساڑھے سات بج چکے ہیں اور صبح کی اذان نو بجے ہوا کرتی ہے رات کو صرف ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے یہ سوچ رہا تھا کہ اگر نیند نہ آئی تو زیارت کس طرح کرسکوں گا اچانک آنکھیں بوجھل ہوگئیں اور میں گہری نیند سو گیا خواب میں گھر سے نکل کر سیدھا مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوجاتا ہوں' ریاض الجنت شریف میں پہنچ کر دیکھا کہ بہت سے علماء تشریف فرما ہیں سب کے سب حضور اقدس سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔

ساعت سعید آگئی اچانک دروازہ کھلنے کی آواز آئی' سب کی نگاہیں دروازہ کی طرف اٹھیں اسی دم ہر شخص تعظیماً کھڑا ہوگیا' دروازہ پر نبی رحمت' شفیع امت' امام المرسلین حبیب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز تھے۔ چہرہ انور کے نور اور جسم اقدس کی نکہت سے ساری فضا منور ومعطر ہوچکی تھی آپ کے حسین لبوں پر مسکراہٹ تھی اور خوش ہو ہو کر اپنے نیازمند امتیوں کو نظر رحمت سے نواز رہے تھے۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ سب حاضرین کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور میں دل میں کہہ رہا تھا کہ ہمارا مذہب کتنا سچا ہے کہ ہمارے مذہب کے علماء کرام کی طرف حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی محبت کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ اس خوشی میں میری آنکھوں میں آنسو آگئے' ادھر مؤذن نے فجر کی اذان کہی' سنتے ہی جاگ پڑا۔ وہ آنسو ہنوز آنکھوں میں موجود تھے۔ فوراً وضو کیا اور دو نفل شکرانے ادا کیے۔ حضور اقدس سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی لذت دیدار نے کچھ ایسا مغلوب الحال کردیا تھا کہ یہ بھی یاد نہیں رہا کہ نماز نفل کا وقت سورج طلوع ہونے کے کچھ بعد سے شروع ہوتا ہے۔

بیت المیلاد میں حاضری:۔ نماز فجر سے فارغ ہوکر بیت المیلاد (جہاں میلاد شریف تھا) خواب سنانے کے لیے حاضر ہوا' دل میں کہہ رہا تھا کہ جتنا واضح خواب میں نے دیکھا ہے اس طرح کا کسی نے بھی نہ دیکھا ہوگا لیکن وہاں جاکر پتہ چلا کہ میرا یہ خیال غلط ہے اور آقائے دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی رحمت سب کو شامل اور سب کے لیے عام ہے

اچھے ان کے ہیں تو اے کیف برے کس کے ہیں
اپنی امت ہے محمد کو پیاری ساری

رات والے چالیس حضرات میں سے کچھ مجھ سے پہلے آچکے تھے کچھ بعد میں آئے سب کے سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوچکے تھے اور اپنے اپنے نورانی خواب باری باری سنا رہے تھے' بعض نے کہا آج رات رحمت عالم علیہ السلام نے مجھے سینہ اقدس سے لگایا (سبحان اللہ) بعض نے کہا مجھے آپ نے اپنا ''پس خوردہ'' شریف مرحمت فرمایا۔ بعض نے فرمایا میں نے حضور علیہ السلام کے دستہائے اقدس کو چوما۔ بعض نے سنایا کے مجھے قدمہائے انور کے چومنے کی اجازت بخشی گئی۔

دو کھجوریں:۔ اتنے میں ایک بزرگ کھڑے ہوئے' انہوں نے حمد وصلوۃ کے بعد دو کھجوریں دکھائیں اور فرمایا یہ وہ مبارک اور مقدس کھجوریں ہیں جو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج رات خواب میں اپنے دست اقدس کے ساتھ مجھے

عطا فرمائیں یہ سنتے ہی فضا نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے گونج گئی۔ حاضرین درود وسلام کا نذرانہ بارگاہ اقدس میں عرض کرنے میں مصروف ہوگئے۔

درودیں صورت ہالہ محیط ماہ طیبہ ہیں
برستا امت عاصی پہ رحمت کا پانی ہے

وزیر کا بیان:۔ اتنے میں نجدی وزیر بھی آگیا اس کارات والا سارا تکبر ختم ہو چکا تھا یہ رات کو اکڑ کر تماشائیوں کی طرح بیٹھا ہوا تھا لیکن اب گردن جھکا کر عاجزوں مسکینوں کی طرح بیٹھا ہوا ہے، چاہتا ہے کہ رات کی روداد وہ بھی سنائے مگر صاحب خانہ اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے اور اسے ہاتھ کے اشارے سے بار بار چپ رہنے کا حکم دیتے ہیں' جب سب حضرات نے باری باری اپنا اپنا خواب سنایا اس وقت حاضرین پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ سامعین کی تعداد دو سو کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اب وزیر موصوف انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ آگے بڑھا اور روتے روتے اپنا خواب سنانے لگا کہ آج رات خواب میں ایک قدسی جماعت کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا میرے اور اس جماعت کے درمیان دو فرلانگ کا فاصلہ تھا اور ایک بزرگ سر اقدس پر عمامہ باندھے ہوئے تھے ان کا صرف عمامہ مجھے نظر آرہا تھا اتنے میں کسی شخص نے بتایا کہ یہ دستار والے بزرگ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' میں بڑی فرحت محسوس کرنے لگا لیکن اچانک ایک بدبخت و بدنصیب بولا کہ وزیر صاحب! یہ کوئی شیطانی وسوسہ ہے' اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ سنتے ہی میں آگ بگولا ہو کر اس بدبخت سے لڑنے لگا میں نے یہ کہا کہ شیطانی وسوسہ نہیں بلکہ تو شیطان ہے، میں آج تجھے قتل کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے اسے پکڑ کر اٹھایا اور اتنے زور سے زمین پر پھینکا کہ میرے جسم سے پسینہ نکل آیا۔ اس کے بعد میں نے اسے قتل کر کے چیر ڈالا' پھر میرے دیکھتے دیکھتے اس شیطان کے دونوں ٹکڑے جڑ گئے اور وہ ہنستا ہوا بھاگ گیا۔ میں خواب میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک دوسرے صاحب بولے وزیر صاحب جس قدسی جماعت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے اس جماعت کا رخ ادھر سے ہٹ گیا ہے اور وہ دوسری سمت کو جا رہے ہیں' میں نے پھر نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ شریف کا صرف پچھلا حصہ نظر آیا اور آہستہ آہستہ وہ جماعت میری آنکھوں سے دور چلی گئی۔

اے عمامہ دور گردش دور کر
گرد پھر پھر کر ہوں قربان الغیاث
نیچے نیچے دامنوں والی عبا
خوار ہے خاک غریباں الغیاث
المدد اے زلف سرور المدد
ہوں بلاؤں میں پریشاں الغیاث
دل کی الجھن دور کر گیسوئے پاک
اے کرم کے سنبلستان الغیاث

یہ خواب سنا کر وزیر موصوف زور زور سے رونے لگا اور رو رو کر کہنے لگا کہ للہ میرے لیے دعا کیجئے کہ میری بدقسمتی سے بدل جائے اگر میں خوش قسمت ہوتا تو آپ لوگوں کی طرح حضور اقدس علیہ السلام کے چہرہ انور کی میں بھی زیارت کر لیتا (۹)

حواشی

۱۔ شیخ الدلائل عبدالحق الہ آبادی، الدر المنظم (ساتواں باب) عمر بن حسن اندلسی، التنویر فی مولد السراج المنیر بحوالہ رسول اکرم از ابو محمد سید دیدار علی شاہ الوری

۲۔ ایضا

۳۔ طبقات اکبری ج ۳ ص ۶۹ بحوالہ علامہ فیض احمد اویسی، ماہنامہ فیض عالم بہاولپور جلد ۴ شمارہ ۴

۴۔ امام ابوالفرج جمال الدین، عبدالرحمن بن ابی الحسن المعروف محدث ابن جوزی، المیلاد النبوی مطبوعہ لاہور ص ۵۹ ص ۶۰

۵۔ تذکرۃ الواعظین بحوالہ ماہنامہ فیض عالم ج ۴ شمارہ ۴

۶۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص ۶۱

۷۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ترویج الجنان بتشریح حکم شرب الدخان ص ۲۷

۸ ہفت روزہ رضوان لاہور ۷ تا ۱۴ اپریل ۱۹۵۲

۹۔ نورانی حقائق مولانا ابو داؤد ص ۱۹۶ تا ۲۰۶

یا نبی سلام علیک
یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک

☆☆☆

نغمہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قمر یزدانی پنوانہ

جہاں میں سرور ذی مجد وا احترام آیا
ہے جس کی شان میں اللہ کا کلام آیا
فضا میں کیف بداماں' ہواؤں میں ہے سرور
کہ گلستاں میں بہاروں کا ہے پیام آیا
سکھا کے حسن عمل سے رموز عبدیت
بشر کو حق سے ملانے شہ انام آیا
وہ جس کی شان کا مظہر ہے سورۂ والنجم
زہے نصیب ' وہ شاہ فلک خرام آیا
بہر سو دھوم ہے میلاد مصطفےٰ کی آج
حریم قدس میں بخشش کا اذن عام آیا
محمد اہل محبت کا مامن و ماویٰ
زباں پہ خدا یا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے
کہی قمر نے جو نعت نبی بعشق و سرور
تو لے کے عرش سے جبریل بھی سلام آیا

☆☆☆☆☆

صحابہ اور تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا جلال الدین احمد امجدی

کھڑا ہو جانا ایسی تعظیم ہے جو ادنیٰ ہونے کے ساتھ بہت عام بھی ہے کہ معمولی آدمی کی بھی کھڑے ہو کر تعظیم کی جاتی ہے مگر مخالفین اس ادنیٰ درجہ کی تعظیم کو بھی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جائز نہیں ٹھہراتے حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رہتے تھے، شریعت کے مزاج سے خوب واقف تھے اور حلال و حرام اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی تعظیم کیا کرتے تھے جس کی مثال اب پوری دنیا میں ملنی مشکل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کی گفتگو کرنے کے لیے آئے۔ اس موقع پر صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے جو انہوں نے دیکھا تھا واپسی کے بعد مکہ شریف کے کافروں سے ان لفظوں میں انہوں نے بیان کیا۔

وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْکِ وَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ وَکِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکاً قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللّٰہِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ وَاِذَا اَمَرَھُمْ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ.

ترجمہ: قسم خدا کی میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جیسے محمد کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور جب انکی بارگاہ میں بات کرتے ہیں تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیماً ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۳۸۹)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں وہ ہر طرح سے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے انتہا تعظیم کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے لعاب دہن تھوک اور بلغم کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے اپنی ہتھیلیوں پر لے کر بدن اور چہروں پر مل لیا کرتے تھے اور اعضائے وضو کا غسالہ مبارک (دھوون) حاصل کرنے کے لیے لڑنے مرنے کی صورت پیدا کر دیتے تھے۔

افسوس ہے آج کل کے ان نام نہاد مسلمانوں پر جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانے کو بھی تیار نہیں اور پھر اس پر دعویٰ یہ کہ ہم صحابہ ہی کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں اور ہم سچے پکے مسلمان ہیں خدائے تعالیٰ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

اس حدیث شریف میں صحابہ کے ہر فعل کو تعظیم کہا گیا جس سے ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ قول و فعل سے جس طرح بھی بڑائی ظاہر کی جائے سب تعظیم ہی ہے۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ وَھُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَاَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتُ النَّاسَ یَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِکَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْہُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْہُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِہٖ.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ شریف کے ابطح مقام میں دیکھا جبکہ وہ چمڑے کے سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی (ایک لگن میں) لیا اور لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ حاصل ہو گیا اس نے (اپنے چہرہ وغیرہ) پر اس کو مل لیا اور جو نہیں پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے کہ آپ کے مستعمل پانی (دھوون) سے برکت حاصل کرنے کے لیے دوڑ پڑتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کرتے تھے اور جو صحابہ پانی نہیں پاتے تھے وہ دوسرے کے ہاتھ سے تری ہی لے لیا کرتے تھے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک قریشی غلام نے پچھنا لگانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکلا ہوا مبارک خون پی لیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذْھَبْ فَقَدْ اَحْرَزْتَ نَفْسَکَ مِنَ النَّارِ

جا تم نے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کر لیا۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۲۵۲)

ہر جاندار کا بہتا ہوا خون حرام ہے تو انسان کا خون بدرجہ اولیٰ حرام ہے لیکن یہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے جسم اقدس سے

بہا ہوا خون حرام نہیں بلکہ اس کا پینا باعث برکت اور موجب اجر و ثواب ہے اسی لیے جب غلام نے اسے پی لیا تو آپ نے اس پر ناراضگی نہیں ظاہر فرمائی بلکہ جہنم سے آزادی کی اس کو خوش خبری دی۔

یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے اسی لیے غلام کو اس کا صلہ یہ ملا کہ وہ جہنم سے آزاد ہو گیا۔

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا

اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَرَاْسُهُ فِيْ حِجْرِ عَلِيٍّ فَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَلَّيْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ لَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَرَاَيْتُهَا طَلَعَتْ وَوَقَفَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَالْاَرْضِ وَذٰلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ خَيْبَرَ.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اس حال میں آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! کیا تم نے نماز نہیں پڑھی؟ انہوں نے عرض کیا نہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہ الہیٰ میں دعا کی، یاالہٰ العالمین! علی تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری میں تھے (اس لیے ان کی نماز عصر قضا ہو گئی) لہٰذا تو ان کے لیے سورج کو لوٹا دے۔ حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سورج ڈوب گیا تھا پھر (دعائے نبوی کے بعد) میں نے دیکھا کہ وہ نکل آیا اور اس کی کرنیں پہاڑوں اور زمینوں پر پھیل گئیں۔ یہ واقعہ مقام صہبا میں پیش آیا جو خیبر سے قریب ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں نماز جیسی اہم عبادت آپ کی نیند پر قربان کر دی۔ اس لیے کہ ایمان والوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم یعنی ان کی عظمت کا اعتقاد ایمان کا رکن ہے اور فعل تعظیم ایمان کے بعد ہر فرض سے مقدم ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ

سَارَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَارِ فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهِ قَالَ وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتّٰى اَدْخُلَ قَبْلَكَ فَاِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْءٌ اَصَابَنِيْ دُوْنَكَ فَدَخَلَ فَكَسَحَهُ وَوَجَدَ فِيْ جَانِبِهِ ثُقْبًا فَشَقَّ اِزَارَهُ وَسَدَّهَا بِهِ وَبَقِيَ مِنْهَا اِثْنَانِ فَاَلْقَمَهُمَا رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْخُلْ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَاْسَهُ فِيْ حِجْرِهِ وَنَامَ فَلُدِغَ اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ رِجْلِهِ مِنَ الْحُجْرِ وَلَمْ يَتَحَرَّكْ مَخَافَةَ اَنْ يَنْتَبِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوْعُهُ عَلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهُ ثُمَّ انْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهِ

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵٦)

> حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا اتنے سکون سے بیٹھنا کہ جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور وہ ان کے اڑنے کے خوف سے سر نہ ہلائیں یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی تعظیم ہے اسی لیے حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی تعظیم و تکریم کے بیان میں اس حدیث شریف کو تحریر فرمایا۔

جب وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی رات غار ثور پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خدا کی قسم آپ غار کے اندر نہیں داخل ہونگے جب تک آپ کے پہلے میں نہ داخل ہو جاؤں۔ تا کہ اگر کوئی موذی چیز سانپ وغیرہ ہو تو اس سے مجھی کو تکلیف پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔ پھر آپ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو خوب صاف کیا اور جب غار کے اندر ان کو کچھ سوراخ نظر آئے تو ان کو انہوں نے اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ کر بھر دیئے اور دو سوراخوں پر انہوں نے اپنی ایڑیاں لگا دیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا اب آپ اندر تشریف لائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔

ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام ہی فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے کاٹ لیا مگر آپ نے حرکت نہ کی اور اسی طرح بیٹھے رہے کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیند میں خلل نہ آ جائے لیکن سانپ کے زہر کی انتہائی تکلیف کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر گرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اور آپ سے دریافت فرمایا کیا ہوا عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو فوراً ان کی تکلیف جاتی رہی مگر عرصہ دراز کے بعد سانپ کا وہی زہر لوٹ آیا جو آپ کے وصال کا سبب بنا یعنی اس زہر کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہجرت کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ شریف کی آبادی سے نکل کر تقریباً پانچ کلومیٹر جبل ثور کے سنسان مقام پر جانا پھر لگ بھگ ڈھائی کلومیٹر بلند خطرناک راستہ طے کر کے پہاڑ کی چوٹی کے قریب اس کے غار تک پہنچنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کرنا کہ خدا کی قسم غار کے اندر آپ نہیں داخل ہو سکتے جب تک میں نہ داخل ہو جاؤں تا کہ اگر کوئی اذیت پہنچے تو مجھی کو پہنچے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اپنے بدن کا کپڑا پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخوں کو بند کرنا اور دو سوراخوں پر اپنی ایڑیاں لگا دینا یہاں تک کہ سانپ کے کاٹ لینے سے سخت تکلیف کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں خلل آنے کے خوف سے جنبش نہ کرنا۔

یہ ساری باتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہیں اور قیام تعظیمی یعنی کھڑے ہو کر تعظیم کرنے سے کہیں بڑھ کر ہیں کہ ہر وہ شخص جن کی تعظیم کھڑے ہو کر کی جاتی ہے ان سب کے لیے کوئی اس طرح نہیں کرے گا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے اپنی جان کی بازی لگا کر کیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر کر کے شام کی طرف روانہ فرمایا تھا اور ابھی وذی خشب مقام پر تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اس خبر کو سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے صحابہ کرام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور اس بات پر زور دیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلالیں۔ آپ نے فرمایا

وَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَوْ جَرَّتِ الْكِلَابُ بِاَرْجُلِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَدَدْتُ جَيْشًا وَجَّهَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک بیویوں کے پاؤں کتے پکڑ کر گھسیٹیں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلا سکتا جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۱)

یہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے کہ صحابہ کرام کے زور دینے کے باوجود ایسے نازک وقت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے روانہ کیے ہوئے لشکر کو واپس بلانا گوارا نہ کیا۔

اور صحابی رسول حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ

اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَوْلَهٗ كَاَنَّمَا عَلٰى رُؤُسِهِمُ الطَّيْرُ

میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ گھیرا ڈالے ہوئے حضور کی بارگاہ میں اس طرح ادب سے بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔

(رواہ اصحاب السنن الاربعہ وصححہ الترمذی)

(شفا شریف ج ۲ ص ۳۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا اتنے سکون سے بیٹھنا کہ جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور وہ ان کے اڑنے کے خوف سے سر نہ ہلائیں یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی تعظیم ہے اسی لیے حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم وتکریم کے بیان میں اس حدیث شریف کو تحریر فرمایا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا

لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهٗ وَقَدْ اَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک شخص ان کا سر مبارک مونڈ رہا ہے اور صحابہ کرام ان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی کسی کے ہاتھ میں آنے کے بجائے زمین پر گرے۔

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۵۲)

یہ بھی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منڈے ہوئے بالوں کو لینے کے لیے گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے اور آپ کے ایک بال مبارک کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی تعظیم

(مولانا روم علیہ الرحمہ کے اشعار ترجمے کے ساتھ)

۱۔ بود در انجیل نام مصطفےٰ — آں سر پیغمبراں، بحر صفا

ترجمہ: انجیل میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا جو پیغمبروں کے سردار اور صدق وصفا کے سمندر ہیں۔

۲۔ بود ذکر حلیہا وشکل او — بود ذکر غزو وصوم واکل او

ترجمہ: اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک حلیہ پاک، جہاد، روزے اور خوراک کا ذکر بھی تھا۔

۳۔ طائفہ نصرانیاں بہر ثواب — چوں رسیدندی بداں نام وخطاب

ترجمہ: عیسائیوں کا ایک گروہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور خطاب کے ذکر تک پہنچا تو ثواب کی خاطر

۴۔ بوسہ دادندی بداں نام شریف — اونہادندی برآں وصف لطیف

ترجمہ: اس نام شریف کو بوسہ دیتے اور اس وصف مبارک پر منہ رکھ دیتے۔

۵۔ اندریں فتنہ کہ گفتم آں گروہ
ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ

ترجمہ: اس تکلیف دہ صورتحال میں جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ فتنے اور دشمن کے غلبے سے محفوظ رہتے

۶۔ ایمن از شر امیران و وزیر — در پناہ نام احمد مستجیر

ترجمہ: حضور پرنور احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی پناہ لیکر وہ امیروں اور وزیر کے شر سے محفوظ رہے۔

۷۔ نام احمد چوں چنیں یاری کند — تاکہ نورش چوں مددگاری کند

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک اتنی مدد کرتا ہے تو سوچو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور کتنا مددگار ہوگا۔

۸۔ نام احمد چوں حصاری شد حصیں — تاچہ باشد ذات آں روح الامیں

ترجمہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ایسا مضبوط قلعہ ہے تو آپ کی ذات کی جو روح الامین ہے، کیا شان ہوگی۔

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

از: پروفیسر محمد حسین آسی

ایمان کی روح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور جذبۂ محبت کی ایک اہم علامت ذکرِ محبوب کی کثرت ہے جس کو اپنے محبوب سے جتنا پیار ہوگا وہ اس کے اتنے ہی گن گائے گا ظاہر ہے پختگی، ایمان، تزکیہ قلب اور تقویٰ وطہارت میں امت کا کوئی بھی مرد کسی بھی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا اس لیے عشقِ رسول صلی اللہ وسلم اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جن بلندیوں کو صحابہ کرام نے چھوا ہے۔ دوسرا ان کا تصور تک نہیں کر سکتا ذرا غور فرمایئے۔ آج جس محبوب کریم علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام والتسلیم کا محض ذکرِ خیر سنکر سینوں میں آتشِ شوق بھڑک اٹھتی ہے۔ کھلی آنکھوں سے اس کا دیدار کرنے والے سوزِ عشق کے کس مقام پر ہوں گے۔ شمع رسالت کے ان پروانوں نے راہِ محبت میں جو مشکلات برداشت کیں جس انداز میں تن من دھن کی بازی لگائی اور محبوب کے نام پر جور و جفا کی گھٹاؤں کا مقابلہ کیا۔ تاریخ عشق کا سب سے زریں باب ہے۔

آج ہم نعت پڑھتے ہیں تو اس کی گونج منبر و محراب کے آس پاس تک محدود رہتی ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سفر و حضر میں تیغوں کے سائے میں خاک و خون میں لوٹتے ہوئے اور تختہ دار پر سوار ہو کر بھی نعت حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے ترانے گائے اور کسی قسم کی مصلحت کو ذکرِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں حائل نہیں ہونے دیا۔

نعت خوانوں کی عزت افزائی:۔ آج کوئی شخص نعت پڑھتا ہے تو ہم اپنے سرور کا اظہار نعرہ ہائے داد و تحسین سے کرتے ہیں کبھی اپنی اپنی بساط کے مطابق تھوڑا بہت نذرانہ پیش کر دیتے ہیں۔ (اگرچہ بعض لوگوں کی طبع نازک اسے بھی برداشت نہیں کرتی) مگر حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی ثناء خوانی کرتا تو آپ طرح طرح سے نوازتے۔ واجب القتل لوگوں کو نعت کے حوالے سے معافی ملی بعض کو خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص چادر مبارک جس کے ہر دھاگے میں رحمتوں کے خزانے چھپے ہوئے تھے عطا کر دی وہ بھی ہیں جنہیں دعاؤں سے نوازا اور اس طرح ان کے دین و دنیا کو سنوارا۔

چند نعت گو حضرات:۔ ظہور اسلام کے وقت عرب کی سرزمین شعر و شاعری کے ہنگاموں سے گونج رہی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا رخ توحید و رسالت کی طرف پھیر کر اس کا دامن حمد و نعت سے بھر دیا۔ اس سلسلے میں عام صحابہ کے علاوہ اہل بیت اطہار کے بہت سے افراد اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی وقتاً فوقتاً اپنے محبت بھرے جذبات کا اظہار شعر و سخن کے پیرائے میں کیا۔ نعت گو صحابہ کرام میں جن حضرات کے نام بہت نمایاں ہیں وہ ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت سواد بن قارب، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم مگر جو شہرت و سعادت سیدنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ وہ کسی دوسرے کو میسر نہ ہو سکی آپ کو بجا طور پر شاعر دربارِ رسالت شاعر رسول کہا جاتا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے منبر لگواتے اور نعت پڑھنے کی تلقین فرماتے چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانِ ابْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْہِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰہَ تعالیٰ یُؤَیِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَانَافَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ

ترجمہ: (ام المومنین) حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے (حسان ابن ثابت کے) لیے مسجد میں منبر رکھتے وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور کی جانب سے مدافعت یا مفاخرت کرتے۔ حضور فرماتے بیشک اللہ تعالیٰ حسان کی مدد جبریل سے فرماتا رہتا ہے جب تک وہ رسول اللہ کی طرف سے مدافعت یا مفاخرت کرتا رہتا ہے۔

کس قدر اونچا مقدر ہے۔ اس شخص کا جس کی نعت خوانی کے لیے خود محبوب خدا حضور شہنشاہ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء یہ اہتمام کرتے ہیں وہ دوست جو نعت خوانی کو قطعاً غیر ضروری قرار دیتے ہیں انہیں حضرت حسان کے اس اعزاز پر غور کرنا چاہیے۔ قرآن حکیم رب العلمین کا کلام ہے اور اس کے ایک ایک حرف پر نیکیوں کے انبار لگ جاتے ہیں لیکن کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قاری کو بھی یہ عزت دی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اجمالاً یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص نعت حبیب میں رطب اللسان ہو روح القدس یعنی حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام کا فیضان اس کے شامل ہوتا ہے۔

مضامینِ نعت اردو فارسی یا پنجابی نعتوں پر غور کریں تو معلوم ہوگا ان میں ہر ایسا مضمون موجود ہے جس کا تعلق شان رسالت کے ساتھ ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد مبارک، حسب و نسب، حسن و جمال، پاکیزگی، کردار، معجزات و کمالات، تصرفات، اختیارات، وسیع علوم غیبیہ، عالمگیر مشاہدہ واقعات جہاد، تائید ربانی، جود و سخا، لطف و عطا، عفو و حلم، صبر و استقلال، توسل و شفاعت قرآن پاک کے فضائل اسلامی انقلاب دین حق کی خصوصیات و برکات، مناقب صحابہ کرام و اہل بیت اطہار اور گستاخان و منکران شوریدہ سر کی مذمت وغیرہ سب کچھ اشعار نعت میں موجود ہے۔ اگر ہم صحابہ کرام کے کلام نعت کا مطالعہ کریں تو اس میں بھی یہی مضامین نظر آتے ہیں معلوم ہوتا ہے ہر دور کی نعت دراصل انہیں اخلاص کے پیکروں کے انداز فکر کا عکس ہے گنجائش کم ہونے کی بنا پر اس تحریر میں صرف چند نمونے پیش کیے جا سکتے ہیں۔

میلادِ مبارک حاکم ( ) میں ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے انہوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے

پڑھے۔

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي
مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ
ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ وَلَا بَشَرٌ
أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ
بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينَ وَقَدْ
أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ
تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ
إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ
وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيلِ مُكْتَتِمًا
فِي صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ
حَتَّى احْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ
خِنْدِفَ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ
وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْـ
أَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْأُفُقُ
فَنَحْنُ فِي ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّـ
ـوْرِ وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ (۱) آپ (دنیا میں تشریف لانے سے پہلے (مخصوص جنتی) سایوں میں تھے جہاں پتوں سے بدن ڈھانپا گیا (حضرت آدم علیہ السلام کے واقعے کی طرف اشارہ ہے) (۲) پھر آپ بلاد یعنی زمین پر اترے اس وقت آپ نہ بشر تھے نہ گوشت پوست اور نہ جما ہوا خون۔ (۳) بلکہ وہ آب صافی جو کشتی پر سوار تھا جبکہ غرقِ طوفان نے بت نسر اور اس کے پوجنے والوں کو ڈبو دیا۔ (۴) آپ صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے (اور یوں) ایک عالم کے گزرنے پر دوسرا طبقہ ظاہر ہوتا رہا۔ (۵) آپ آتش خلیل علیہ السلام میں (بھی) چھپے چھپے داخل ہوئے (چنانچہ) جب آپ ان کے صلب میں تھے وہ کیونکر جلتے۔

(۶) تا آنکہ آپ کا محافظ وہ عظیم الشان گھرانا ہوا جو بلند مرتبہ خندف سے متعلق ہے باقی سب طبقات اس کے تحت ہیں۔

(۷) اور جب آپ پیدا ہوئے آپ کے نور سے زمین چمک اٹھی اور آفاق روشن ہو گئے۔ (۸) تو (اب) ہم اس ضیاء و نور میں ہیں اور ہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں۔

حسن بے مثال

نثر و نظم میں اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرکار کے حسن بے مثال پر جو کچھ کہا اس کی صرف دو مثالیں عرض خدمت ہیں۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

لَنَا شَمْسٌ وَلِلْآفَاقِ شَمْسٌ
وَشَمْسِي فَوْقَ مِنْ شَمْسِ السَّمَاءِ
وَشَمْسُ النَّاسِ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرٍ
وَشَمْسِي تَطْلُعُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

ترجمہ: ایک ہمارا سورج ہے۔ ہمارا سورج آسمان کے سورج سے اعلیٰ و ارفع ہے لوگوں کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور مغرب کے وقت غروب ہو جاتا ہے مگر ہمارا سورج عشاء کے بعد (بھی) چمکتا رہتا ہے۔

شاعر بارگاہِ رسالت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: یارسول اللہ آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور (بلکہ) آپ سے زیادہ جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

(۲) آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں۔ گویا آپ کو ویسے ہی پیدا فرمایا گیا جیسا آپ چاہتے تھے۔

حضور کی بے مثل وفا و عطا و علم

مشہور صحابی حضرت مالک ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ
فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ مُحَمَّدٍ
أَوْفَى وَأَعْطَى لِلْجَزِيلِ لِمُجْتَدٍ
وَمَتَى تَشَأْ يُخْبِرْكَ عَمَّا فِي غَدٍ

ترجمہ: میں نے تمام جہان کے لوگوں میں حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ دیکھا نہ سنا۔

(۲) سب سے زیادہ وفا کرنے والے اور سب سے زیادہ سائل کو عطا فرمانے والے اور جب تو چاہے تجھے کل یعنی مستقبل کی خبر دینے والے۔

حدیث پاک میں ہے کہ فقال له خيرا و كساه حلة یعنی حضور اکرم نے کلمات خیر فرمائے۔ اور انہیں حُلّہ پہنایا۔

جناب ابوطالب کے درج ذیل اشعار نعت صحابہ کرام میں زبان زد خاص و عام تھے اور خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو از حد پسند تھے۔

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ
يَلُوذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلِ

ترجمہ: (۱) یہ گورے رنگ والے وہ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ان کے چہرہ مبارک کے صدقے سے بادل کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

(۲) بنی ہاشم تباہی کے وقت ان کی بارگاہ میں آتے ہیں اور ان کے پاس نعمت و فضل بکثرت پاتے ہیں۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے شدید قحط سالی کی فریاد کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ اشعار عرض کیے آخری شعر تھا۔

وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ فِرَارُنَا
وَأَيْنَ فِرَارُ الْخَلْقِ إِلَّا إِلَى الرُّسُلِ

(یعنی! اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت کے وقت بھاگ کر جائیں اور مخلوق کو رسولوں کی بارگاہ کے سوا جائے پناہ اور ہے ہی کہاں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنے رب عزوجل سے بارش کی دعا کی ابھی ہاتھ مبارک جھکے نہیں تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں سے امڈ آیا۔ بیرون شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے۔ کہ یارسول اللہ ہم ڈوبے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حوالينا لا علينا ہمارے گرد برس ہم پر نہ برس فوراً

بادل مدینے پر سے کھل گیا۔ اردگرد گھرا رہا یہ ملاحظہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے کہ دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا اللہ کے لیے ہے خوبی ابوطالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ہے جو ہمیں ان کے اشعار سنائے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے یہی دو شعر سنائے۔ حضور نے فرمایا ہاں یہی شعر چاہتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ وفریاد

غزوہ حنین میں نبی ہوازن قیدی بنائے گئے تو حضرت زہیر رضی اللہ عنہ نے سردارانِ قبیلہ کی ترجمانی کرتے ہوئے قیدیوں کی آزادی کے لیے یوں فریاد کی۔

اُمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَرَمٍ
فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوْهُ وَنَدَّخِرُ
اُمْنُنْ عَلٰى بَيْضَةٍ قَدْ عَاقَهَا قَدَرٌ
مُشَتَّتٌ شَمْلُهَا فِيْ دَهْرِهَا غِيَرُ

ترجمہ: (۱) یارسول اللہ ہم پر احسان فرمایئے۔ کیونکہ حضور ہی وہ شخصیت ہیں جن سے ہم امیدیں وابستہ کریں اور ذخیرہ بنائیں۔

(۲) یارسول اللہ احسان فرمایئے اس خاندان پر جس کی تقدیر آڑے آئی جس کی جماعت منتشر ہو گئی اور جس کے زمانے کی حالتیں بدل گئیں۔

غزوہ خیبر میں حضرت عامر بن رکوع رضی اللہ عنہ نے ذیل کے اشعار پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا أَبْقَيْنَا
وَأَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَّاقَيْنَا وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا

ترجمہ (۱): خدا گواہ ہے اگر حضور آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ اور نہ زکوۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ (بخاری شریف)

(۲) تو حضور ہم آپ پر فدا جو ہمارے گناہ باقی ہیں انہیں بھی بخش دیجئے اور ہم پر سکینہ اتاریئے۔ (۳) اور جب دشمن سے ہمارا سامنا ہو ہمیں ثابت قدم رکھئے ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں۔

یاد رہے امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے بخاری شریف کی شرح ارشاد الساری میں تصریح فرمائی ہے کہ یہاں خطاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ خداوند کریم سے نہیں کیونکہ کسی پر فدا ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر اس پر کوئی بلا یا تکلیف آئی ہے تو وہ اپنے اوپر لے لی جائے اور اس کی محافظت میں اپنی جان کی بازی لگا دی جائے اس صورت میں اللہ عزوجل اس کلام کا محافظ کیونکر ہو سکتا ہے اللھم سے مقصود اس کے نام پاک سے ابتدائے کلام ہے اسے پکارنا نہیں ثابت قدم رکھنے اور سکینہ اتارنے سے مراد یہ ہے ان کے لیے دعا فرمائیں۔

توحید ورسالت کی گواہی کا مفہوم اور طلبِ شفاعت

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تو ایک قصیدہ نعت بھی نذر کیا جس میں مندرجہ ذیل اشعار بھی تھے۔

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ
وَأَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ
وَأَنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ شَفَاعَةً
إِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِيْنَ الْأَطَائِبِ
فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ
وَإِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ
فَكُنْ لِّيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ
سِوَاكَ بِمُغْنٍ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

ترجمہ: (۱) سو میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور بیشک آپ ہر غیب پر امین ہیں۔

(۲) اور بیشک اے بزرگوں اور پاکوں کے فرزند ارجمند آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب رسولوں سے زیادہ حقدار ہیں کہ (کسی کی) شفاعت کریں۔

(۳) تو اے بہترین رسول آپ کے پاس جو احکام آتے ہیں ہمیں ان کا امر فرمائیں اگرچہ ان میں زلفوں کا بڑھانا ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) سو آپ اس دن میرے شفیع بنیں جس دن کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہو گا۔ سواد ابن قارب کو عذاب الٰہی سے بچانے والا آپ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔

روایت میں ہے:

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عليهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ

یعنی سو (اشعار سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ فرمایا۔ یہاں تک کہ دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔

(عینی شرح بخاری جلد ص ۱۷)

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شاعرِ دربار رسالت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

أَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ
مِنَ اللّٰهِ مَشْهُوْدٌ يَلُوْحُ وَيُشْهَدُ
وَضَمَّ الْإِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ إِلَى اسْمِهِ
إِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهُ مِنَ اسْمِهِ لِيُجِلَّهُ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدُ
نَبِيٌّ أَتَانَا بَعْدَ يَأْسٍ وَفَتْرَةٍ
مِنَ الرُّسْلِ وَالْأَوْثَانُ فِي الْأَرْضِ تُعْبَدُ

ترجمہ: (۱) یہ وہ ہیں جن پر مہر نبوت چمکتی ہے اللہ کی طرف سے یہ شہادت ہے جو چمکتی ہے اور دیکھی جاتی ہے۔

(۲) اللہ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا رکھا ہے جب پانچ وقت مؤذن اشہد کہتا ہے۔

(۳) اللہ نے ان کے اعزاز کے طور پر انہیں اپنے نام میں سے نام نکال کر دیا ہے چنانچہ عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔

(۴) یہ ایسے نبی ہیں جو ہمارے پاس ایک خوف اور رسولوں کے طویل وقفے کے بعد آئے ہیں اور اس وقت حال یہ تھا کہ زمین پر بت پوجے جا رہے تھے۔

نعت کے بعد حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم وانقلاب کی بات کر کے حمد خداوندی کی طرف رخ کرتے ہیں۔

وَأَنْذَرَنَا نَارًا وَبَشَّرَ جَنَّةً
وَعَلَّمَنَا الْإِسْلَامَ فَاللّٰهَ نَحْمَدُ
وَأَنْتَ إِلٰهُ الْخَلْقِ رَبِّيْ وَخَالِقِيْ
بِذٰلِكَ مَا عَمَّرْتُ فِي النَّاسِ أَشْهَدُ

تعالیت رب الناس عن قول من دعا
سواک الٰہا انت اعلیٰ و امجد
لک الخلق و النعماء و الامر کلہ
فایاک نستہدی و ایاک نعبد

ترجمہ (۱) اور انہوں نے آگ سے ڈرایا۔ جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام سکھایا ہم اللہ کے شکرگزار ہیں۔ (۲) اے اللہ تو دنیا کا معبود ہے میرا رب اور خالق ہے۔ جب تک میں لوگوں میں زندہ ہوں۔ اس کی شہادت دیتا رہوں گا۔

(۳) اے سارے انسانوں کے پروردگار ان کے اقوال سے بلند اعلیٰ اور برتر ہے جو تیرے سوا کسی اور معبود بنائیں۔ (۴) تو ہی پیدا کرنے والا نعمت دینے والا اور حاکم مطلق ہے ہم تجھی سے ہدایت چاہتے ہیں اور تیری ہی پرستش کرتے ہیں۔

اسی سلسلے میں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جو قوم جنات سے تعلق رکھتے تھے اور صحابی رسول تھے کے قصیدہ جدیہ سے چند اشعار بطور تبرک و نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔

فانخ بنبی الٰہ الخلق
اتت بفضائلہ الکتب
لنبی ھدی و نسیج تقی
فبذاک تدین لہ العرب
بمحمد المبعوث و ذی الخیرات
منازلہ الرحب
والحوض لہ والرکن معا
والبیت و مکۃ والحجب

ترجمہ (۱) ٹھہر ٹھہر اے مسافر، ٹھہر قافلہ کے اونٹوں کو بٹھا دے اور پیغمبر خداوند عالم کی خدمت میں حاضر ہو، جس کے فضائل میں بہت سی کتابیں آئی ہیں۔ (۲) وہ جو ہدایت کرنے والا نبی ہے جس کا جامۂ وجود سراسر تقویٰ کے تاروں سے بنا ہوا ہے جبھی تو سارا عرب اس کے دین کا جان نثار اور اس کے نام کا وفا کار ہے۔ (۳) وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا کی طرف مبعوث ہیں۔ خوبیوں کے مالک ہیں جن کے مراتب نہایت ہی بلند اور وسیع ہیں۔ (۴) حوض کوثر بھی، رکن بھی، کعبہ بھی، مکہ بھی اور مخصوص نورانی پردے بھی انھیں کی خاطر ہیں (وہ ان سب مقامات کے مالک ہیں) پھر آگے جا کر دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔

لتجود علی فتعطینی
بشرائع لیس لھا ثلب
فاللہ ھداک و انت ھدی
فذل لملتک النصب
و صلوۃ الٰہ الخلق علیک
و جاد قملکت السحب

ترجمہ (۱): اے میرے داتا! میں حاضر خدمت ہوا ہوں کہ تو مجھے اپنی عنایت سے بے عیب شریعت عطا کر دے۔

(۲) خدا نے تجھے ہدایت دی ہے اور تو سب کا ہادی ہے تیرے دین کے آگے تمام بت سرنگوں ہوگئے ہیں۔

(۳) تجھ پر خداوند عالم کا درود سلام اور تیرے روضہ مبارک پر رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارش ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ قربانی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نعت کا ایک اہم مضمون اظہارِ جذبۂ جاں نثاری بھی ہے یعنی وہ اپنے اشعار میں اپنی کل کائنات اپنے آقا و مولا، حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پر قربان کرنے کے عزم کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔

آپ نے مجدد ملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہٗ کا یہ شعر تو سنا ہوگا۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا
نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

ایسے مضامین کی ابتدا بھی دور اول سے ہوئی چنانچہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر شہرۂ آفاق کی حیثیت رکھتا ہے۔

فان ابی و والدہٗ و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء

ترجمہ: سو میرا باپ، ماں اور عزت سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہے۔

(اس شعر میں گستاخانِ رسول سے خطاب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہیں جواب دیتے ہوئے میرا سب کچھ حضور پر قربان)۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں جناب ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے تھے۔

و نسلمہ حتی نصرع حولہ
و نذھل عن ابنائنا و الحلائل

ترجمہ: اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک دشمنوں کے حوالے سے نہیں کر سکتے جب تک ان کے گرد لڑ کر مر نہ جائیں اور ہم ان کے لیے اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جاتے ہیں۔

سوچیے وہ منظر کتنا حسین ہوگا جب خندق کھودتے وقت صحابہ کرام یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

نحن الذین بایعوا محمدا
علی الجھاد ما بقینا ابدا

(یعنی ہم وہ ہیں جنہوں نے بیعت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر کہ جب تک زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواباً یہ دعا دیتے تھے۔

اللّٰھم لا عیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الانصار و المھاجرۃ

ترجمہ: خداوند! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے سو انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما)

(بخاری شریف)

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ (الحدیث)

تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے ان دونوں پر مضبوطی سے اس طرح جم جاؤ جس طرح دانتوں سے کوئی چیز سختی سے پکڑتے ہو۔

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار

سواد اعظم کی پیروی کرو جو اس سے الگ ہوا۔ اس کا جہنم میں ٹھکانا ہوگا۔

پیغام میلاد

از قاضی عبدالنبی کوکب

قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ دورِ حاضر کی ان عظیم شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے ملت کی بیداری کے لیے اپنی زندگی کی تمام توانائیوں کو وقف کر رکھا تھا۔ آپ ایک بلند پایہ مقرر، ژرف نگاہ مفکر صاحب تدقیق مصنف، قابل اعتماد سیاسی راہنما اور ان سے بڑھ کر سچے عاشق رسول تھے۔ زیر نظر مضمون محض آپ کی ایک رسمی گفتگو ہے جس میں آپ نے محافلِ میلاد کے بنیادی تقاضوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ولادت نبوی کی تقریب سعید عام تہواروں اور تقریبوں کی طرح محض ایک رسمی تقریب نہیں بلکہ اگر اس تقریب کو اس کے اصل تقاضوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ تقریب عظیم ملتِ اسلامیہ کی حیاتِ اجتماعی کے مقصدی اور بنیادی اقدار ورجحانات کا اظہار واعلان کرتی ہے نیز امت کو اس کے مخصوص قومی مزاج کی طرف متوجہ کر کے اس کے مقاصد حیات یاد دلاتی ہے سب سے پہلی جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ تقریب کے منانے میں مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف ملکوں میں بسنے والے دنیا بھر کے مسلمان شریک ہوتے ہیں یہ شرکت عامہ جس میں شرقی ہونے یا مغربی ہونے، سفید فام ہونے یا سیاہ فام ہونے، مہذب ہونے یا پس ماندہ ہونے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا اور یہ تقریب ہمہ گیر جس میں عربی بھی شامل ہوتے ہیں اور عجمی بھی افریقی بھی اور ایشیائی بھی اس حقیقت کو آشکار کرتی ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان قوموں اور اقلیموں کے اختلاف کے باوجود آج تک ہادی اسلام سے مکمل وابستگی رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی نے اپنے لیے کوئی نیا ہادی اختیار نہیں کیا۔ اس طرح یہ تقریب دنیا والوں کے سامنے مسلمانوں کی عدیم النظیر وحدتِ قومی کی ایک ٹھوس بنیاد واضح کرتی ہے اور دوسری طرف خود مسلمانوں کو احساس دلاتی ہے کہ یہ ہادی اسلام کا ہی تعلق ہے رنگ، نسل، زبان اور وطن کی تفریقات میں جکڑے ہوؤں کو ایک رشتہ میں پروتا ہے۔

لہٰذا سب مسلمانوں کے لیے ہدایت کا منبع ومرکز وہ ہادی ہے جس کی یاد آج تک اس امت کو ایک عالمگیر وحدت کی طاقت ورکشش اور وابستگی عطا کیے ہے۔

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زین سبب با یک دگر پیوستہ ایم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہادی تسلیم کرنے کے بعد اس کا یہ لازمی تقاضہ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ امت آج بھی اس پیان کو تسلیم کرتی ہے جو اس نے مدتوں پہلے ہادی اسلام سے باندھا تھا اس ملت نے جو رشتہ تعلق چودہ سو برس پہلے اپنے عظیم رہنما سے قائم کیا تھا اس کا احترام ان کے دلوں میں آج تک موجود ہے اگر آج اس رابطہ کے وجود کا اعتراف مسلمانوں میں نہ ہو تو پھر وہ کون سی طاقت ہے جو ان سے اس یادگار منانے کا اس قدر اہتمام کرتی ہے اور وہ کون سا جذبہ ہے جو اس تقریب سعید کے موقع پر ان کے دلوں میں ایک بے مثال مسرت کی لہریں پیدا کرتا ہے۔ اس تقریب کے دو لازمی تقاضوں کا ذکر اوپر ہو چکا پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانانِ عالم پیغمبر اسلام کو آج بھی اپنا ہادی تسلیم کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ اس عہد وپیان کا بھی انہیں احترام ہے جو ہادی اسلام سے کیا گیا تھا لیکن غفلت اور بدقسمتی یہ ہے کہ اس عہد وپیان کی حقیقت اور اس کے تقاضے مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں اگر ذرا غور کیا جائے تو یہی تقریب سعید ہماری اس غفلت کو بھی دور کرتی ہے اپنے ہادی کی یاد مناتے ہوئے یہ بات قدرتی ہے کہ ان کا عہد وپیان بھی یاد آ جائے اور اس عہد کے پیش نظر جو نصب العین اس قوم کے سپرد ہوا تھا وہ بھی اس پر واضح ہو جائے کیونکہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ یادگار محمد ابن عبداللہ ہونے کی حیثیت سے یا تاریخ کا ایک مشہور انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں مناتے بلکہ آپ کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے اور خدا کے بھیجے ہوئے آخری نبی ہونے کی حیثیت سے مناتے ہیں اور رسالت ونبوت کے منصب کی غرض وغایت ونصب العین ہی ہے جو انبیا علیہم السلام کو ان کے خدائے برتر کی طرف سے سپرد ہوا۔ اس لیے رسول اکرم کی یاد منانے والے ان کے نصب العین کو ان کی یاد سے جدا نہیں کر سکتے اور اس یاد کی عظمتوں کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اس یاد کے ساتھ نبوت کے نصب العین کا تصور تازہ ہو جاتا ہے لہٰذا اس موقع پر دو باتوں کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے ایک یہ چیز بیان کی جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین کیا تھا؟ تاکہ ان کی یاد منانے والے ان کے نصب العین کے تقاضوں کو سمجھ سکیں اور ان کی یاد کو محض رسمی طور پر منا کر نہ رہ جائیں دوسری یہ چیز سمجھائی جائے کہ یہ نصب العین رسول خدا کو کس قدر پیارا تھا تاکہ اس نصب العین کی اہمیت واضح ہو جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نصب العین اس نظامِ حق کو دنیا میں کامیاب کرنا تھا جس کی ہدایت آپ کو خداوند قدوس نے کی اور جس کی روشنی میں پوری زندگی رضائے الٰہی کے سانچوں میں ڈھل جاتی ہے آپ نے بندگانِ خدا کے سامنے اس نظام کی تشریح کی اس کی تبلیغ واشاعت کے لیے تمام عملی وسائل اختیار کیے اس کے راستے میں آنے والی تمام صعوبتوں کا استقلال سے مقابلہ کیا اور بالآخر اس نظامِ حق کو زندگی میں عملاً نافذ کر کے چھوڑا نیز اپنی امت پر اس کے استحکام وتحفظ کی راہیں خوب واضح کر دیں حضور اس نصب العین کے لیے بعثت کے دن سے لے کر عمر کے آخری لمحے تک کام کرتے رہے چونکہ یہ مشن آپ کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے سونپا گیا تھا لہٰذا یہی مشن آپ کی زندگی کی متاع عزیز ترین تھا۔ آپ اس کو دوست سمجھتے جو اس نظام کو برحق مانتا اور اس سے آپ کے تعلقات کٹ جاتے جو اس نظامِ حق سے منہ موڑتا اس نصب العین پر آپ پیاری سے پیاری چیزیں قربان کرتے رہے۔ آپ کی زندگی دکھوں سے بھر دی گئی مصائب ومشکلات کے طوفان اٹھائے گئے

بدتمیزی اور دھاندلی کی آندھیاں چلائی گئیں لیکن آپ اپنے موقف سے ہرگز نہ ہٹے۔ وہ دردناک منظر سامنے لایئے جب آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے تھے گڑھے کھودے جاتے تھے چھتوں سے کوڑا کرکٹ گرادیا جاتا تھا۔

عبادت کرتے ہوئے کبھی کوئی بدبخت آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچتا اور کبھی پشت مبارک پر آلودگی ڈالی جاتی نوبت یہاں تک آئی کہ آپ کو اپنے وطن میں جینا مشکل ہوگیا اور قوم والوں نے قتل تک کا فیصلہ صادر کردیا سوال یہ ہے کہ سب کچھ کیوں رونما ہوتا تھا، یہی قوم آپ کو صادق اور امین کہتی تھی۔ اب ان کے رویے میں یہ یکسر تبدیلی کیوں آگئی۔ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ قوم ان نظام حق کو برداشت نہیں کرتی تھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرماتے تھے۔ اہل باطل کی کوشش یہ تھی کہ تکلیفیں دے کر مصیبتوں میں مبتلا کرکے اور ظلم اور ستم ڈھا کر آپ کو اس راستے سے ہٹادیا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیارے نصب العین کو کسی قیمت پر بھی ترک نہ کیا۔

آپ کے ذاتی دکھوں کے بعد ایک دوسری ناقابل برداشت چیز یہ تھی کہ حضور کے عزیزوں، غلاموں، دوستوں اور اسلام لانے والے ساتھیوں کی زندگیاں اجیرن بنادی گئیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتلا مشہور ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمر میں تلواروں اور بھالوں کے گہرے زخم پڑ گئے۔ بہت سے صحابہ اسی طرح کے دکھ سہتے سہتے جام شہادت نوش کرگئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سب کچھ دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ اگر میں باطل سے صلح کرلوں تو یہ دور ابتلا ختم ہو سکتا ہے بلکہ اس صورت میں دولت رشتے اور اقتدار آپ کے قدم چومتے لیکن آپ قربانیوں میں سے برابر گزرتے گئے اور اپنا کام کرتے رہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی بھی اس قدر پیاری نہ تھی جس قدر اللہ کا عطا کیا ہوا یہ حق نصب العین پیارا تھا سو کیا آج کے مسلمان اس تصور میں ہیں کہ وہ اپنی زندگیاں اس نصب العین کی خدمت سے خالی رکھتے ہوئے ہادئ اسلام کی محبت کے دعوئ میں سچے تسلیم کرلیے جائیں گے کیا ہم صحابہ اہل بیت اطہار سے اونچا مقام رکھتے ہیں کہ وہ تو اپنے محبوب کی رضا کی راہوں میں وطن، مال، اولاد اور جان کی قربانیاں پیش کردیں اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی کھلی نافرمانیوں کے باوجود محب صادق اور عاشق زار قرار پائیں۔ باتیں بنانے اور زبانی جمع خرچ کرنے سے حقائق تبدیل نہیں ہو سکتے ہم اپنی زبان کے دعوؤں سے خواہ کچھ بھی بنتے پھریں لیکن حقیقت اور واقعیت کے لحاظ سے یہ کبھی ممکن نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چلنے کے باوجود ان کے غلام شمار کیے جائیں یہ کس قدر رونے کا مقام ہے کہ دنیا کے کروڑوں مسلمان ہرسال اس ہادی اعظم کی یاد جھوم جھوم کر مناتے ہیں لیکن انہیں کیا ہوگیا ہے کہ ان میں سے کسی کے دل میں اس مشن کے واسطے درد کی کوئی لہر نہیں اٹھتی جس مشن کی خدمت میں خود اللہ کے نبی نے اپنی ساری زندگی گزار دی۔

مسلم ازسر نبی بیگانہ شد
بازایں بیت الحرم بت خانہ شد
سینہ ہا از دولت دل مفلس اند
چشم ہا بے نور مثل نرگس اند

رسمی طور پر تو یہ تقریب ہرسال منائی جاتی ہے لیکن اس کائنات کو ایک ایسے جشن میلاد کا انتظار ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والے غفلت کے بستروں سے کروٹیں لے کر اٹھیں اور شمع محمدی کے نور سے مشرق ومغرب میں اجالا کردیں۔

مسلمانوں کی غفلت اسی صورت میں دور ہوسکتی ہے جب کہ ان کے دلوں میں اپنے پیارے ہادی اعظم کے نصب العین کی خدمت کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا ہوجائے۔ یہ جذبہ پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ ہمیں اس نصب العین سے ایسا عشق ہو کہ اس کی خدمت کے بغیر زندگی میں چین نہ آتا ہو

ہمیں اس نصب العین کا علم اور اس کی صحیح واقفیت حاصل ہو

ہماری زندگی کا نقشہ اس نصب العین کے مطابق ہو

مگر آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ان تینوں چیزوں میں صفر کے مقام پر کھڑے ہیں ہم اپنے نبی کی تعلیم سے بے خبر ہیں۔ دین اسلام کی حقیقت اس کی روح اور اس کے مزاج سے قطعاً نابلد ہیں۔ جو قوم اپنے نصب العین کو جانتی تک نہ ہو وہ اپنے نصب العین کی خدمت کیا کرسکے گی یہی وجہ ہے بہت سے لوگ خدمت اسلام کے نام پر کام کرتے ہیں لیکن اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے کیوں کہ وہ اپنی لاعلمی کی بنا پر کام کا صحیح طریقہ اختیار نہیں کیے ہوتے۔ اس بے خبری کے علاوہ اب ہماری عملی زندگی کا رخ بھی بدل چکا ہے یعنی ہمارے نصب العین کا رخ کچھ اور ہے اور عملی زندگی کا رخ کچھ اور۔ اور ظاہر ہے کہ اس کیفیت میں اسلام کی خدمت موثر طریق سے نہیں کی جا سکتی اور اپنے مشن سے والہانہ محبت رکھنے کا تو اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ دولت مدتیں ہوئیں ہم سے رخصت ہوچکی ہے۔ اب تو ہمارے دلوں میں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ ہم کون تھے اور اس دنیا میں کیا کرنے آئے تھے لیکن ان باتوں کا منشا مایوسی پیدا کرنا نہیں بلکہ سوئی قوم کو جگانا اور اس اس کی منزل کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

دین کیا ہے؟ دین کی تبلیغ وتلقین کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ دین کو زندگی میں عملاً کس طرح نافذ کیا جاتا ہے؟ اور نافذ کرنے کے بعد اسے کس طرح محفوظ اور مستحکم رکھا جاتا ہے؟ ان تمام امور کی رہنمائی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طاہرہ میں موجود ہے اگر ہم اس پر عمل کریں تو ہماری سب پریشانیاں دور ہوسکتی ہیں اور اسی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوسکتے ہیں جو ہمارے اسلاف کو عطا ہوئی تھی۔

یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے
شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے

اے چاند ربیع الاوّل کے

اے چاند ربیع الاول کے ' تو آیۂ رحمت لایا ہے
کونین منور جس سے ہوئے وہ نورِ ہدایت لایا ہے
نبیوں نے پڑھا کلمہ جس کا وہ ماہِ رسالت لایا ہے
اسلام مکمل جس سے ہوا' وہ مہرِ نبوت لایا ہے
سبحان اللہ سبحان اللہ اے چاند ربیع الاول کے
دنیا سے غلامی دور ہوئی' دنیا سے جہالت دور ہوئی
ذہنوں سے تشخص دور ہوا' سینوں سے شقاوت دور ہوئی
وہموں کی نحوست دور ہوئی شیطاں کی حکومت دور ہوئی
تشریک کی بدعت دور ہوئی تکفیر کی لعنت دور ہوئی
تو رحمت کا پیغام بنا اے چاند ربیع الاول کے
اے چاند منور کرتا ہے تو راتیں دنیا والوں کی
کیا تیری ٹھنڈی کرنوں میں ٹھنڈک ہے دل کے چھالوں کی
جب دل پہ ہو حملہ غم کا جب لب پہ ہو یورش نالوں کی
جب قلب پہ بارش ہوتی ہو یاس و حسرت کے بھالوں کی
اس وقت چمک للہ ذرا اے چاند ربیع الاول کے

(ارمان اکبرآبادی)

شیخ المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کی روشنی میں

نبوت اور اس کے متعلقات

از صوفی محمد صدیق ضیاء انجینئر تربیلا ڈیم

جاننا چاہیے کہ اصل چیز نبیوں اور رسولوں (علیہم السلام) کے ارسال کے اندر ارادۂ حق تبارک وتعالیٰ ہے جو بطریق لطف وکرم صادر ہوتا ہے کہ وہ بذریعہ بعثت ورسالت اپنے بندوں کو خیر سے نزدیک کرے اور شر سے دور کرے اور مظالم کو رفع کرے پس اس ارادہ سے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً انبیاء ومرسلین (علیہم السلام) کو مبعوث فرماتا رہا اور ان کے دین کو غالب اور ان کی دلیلوں اور حجتوں کو ظاہر و باہر فرماتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کی بعثت ورسالت سے عالم کا تزکیہ کیا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

ترجمہ: وہی ہے جس نے اٹھایا (مبعوث کیا) اَن پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں کا، پڑھ کر سناتا ہے انکو اس کی آیتیں اور انکو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے انکو کتاب اور عقلمندگی اور لوازمِ نبوت سے یہ امر ہے کہ جو شخص نبی ہونے والا ہے اس امر کو تفہم کرے کہ جمیع افرادِ بشر میں سے اسے نبوت کے لیے خاص کیا گیا ہے اور نفسِ ناطقہ کی دونوں قوتوں (عاقلہ اور عاملہ) میں اسے کامل ومکمل کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم کی آیۃ شریفہ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بغیر وساطت کسی فعل وعمل کے انبیاء علیہم السلام کو قوتِ عاقلہ بقدرِ مزید عطا فرماتا ہے۔ اس امتیاز وتمیز کی وجہ سے عالمِ غیب سے ان پر وحی نازل ہوتی رہی اور وہ جنت ونار اور ملائکہ وغیرہ امورِ غیبیہ کا مشاہدہ کرتے رہے اور واقعاتِ عجیبہ کو بصورتِ مثالیہ دیکھتے رہے۔ اسی قوت کی طرح حدیث الرؤیا الصالحة من ستة و اربعين جزء من النبوة۔ میں اشارہ واقع ہوا ہے یعنی رویائے صالحہ نبوت کے چھیالیسویں حصہ سے ایک حصہ ہے۔

اسی طرح انبیائے کرام (علیہم السلام) کی قوتِ عاملہ میں بھی مدد واعانت کی جاتی رہی جس کی وجہ سے سمتِ صالح ان کو نصیب ہوا۔ اسی قوت کے سبب سے وہ معاصی سے اجتناب کرتے رہے اور آدابِ طاعات وعبادات اور تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن کی رعایت کرتے رہے۔ اس صورت وطریق سے کہ جس سے بہتر صورت وطریق ممکن نہیں جو انبیائے کرام (علیہم السلام) کے علاوہ کسی اور سے ظہور میں آسکے۔ خلق، شجاعت، سخاوت، کفایت، عدالت، شناخت، مصلحتِ قوم اور استقامت یہ سب قوتِ عاملہ سے حاصل ہوتی ہیں اور اسی قوتِ عاملہ کے کمال سے عصمت وتحفظ حاصل ہوتا ہے۔

الغرض جب یہ دونوں قوتیں جیسی کہ حاصل ہونی چاہئیں کسی شخص کو حاصل ہوتی ہیں تو غیب سے اس کے ہر کام میں مدد واعانت اترتی ہے اور اس کے اعمال وافعال میں برکاتِ عجیبہ ظہور میں آتی ہیں جن کا احصا ممکن نہیں۔

نبی شناسی کا معیار

اگر ناظرین اس سے بھی سہل اور آسان طریق میں مقاماتِ نبوت پہچاننا چاہیں تو ہم کہتے ہیں فرض کریں چار قسم کی شخصیتیں ایک شخصِ واحد اور تنِ واحد میں جمع کر دی گئی ہیں اور اس مجموعہ کے نام کو نبی اور پیغمبرؑ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

شخصِ اول:۔

بادشاہِ عادل، مگر نہ بطریق رسم ورواج بادشاہ بلکہ وہ بادشاہ جو بالطبع منزلت ومرتبہ بادشاہِ عالم ہوتا کہ اس کے نفسِ ناطقہ کا ظل وپرتو لوگوں پر پڑے جس کے سبب سے ان کے درمیان بوجہ احسن اہتمام وانتظام پیدا ہو۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے مرتبہ پر قائم رہے اور قوم کے درمیان ایک قسم کی وحدت اور اتحاد واتفاق قائم اس اتحاد واتفاق اور وحدت مدنیہ کے لحاظ سے اہلِ قلم واہلِ علم، سپاہ وفوج، افسرانِ فوج اہلِ سیاست کاشتکار وتجار وغیرہ جمیع رعایا وبرایا ہزار جان ایک قالب کا درجہ رکھتے ہوں اگر ان گروہوں کے درمیان پہلے سے اتحاد واتفاق قائم نہ ہو تو اس بادشاہ کے ظلِ عاطفت اور اس کے اقوال وافعال سے ازسرِ نو اتفاق ویگانگت قائم ہو جائے۔

اگر اتفاق واتحاد پہلے سے قائم ہو تو اس میں ترقی وتضاعف ہوتا جائے اور ہر ایک ناشائستہ امر نیست ونابود ہو جائے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ بخت واقبال، حکمت عملی کفایت، شجاعت وغیرہ جمیع امور اور منزلت ومرتبت جو اس بادشاہ کے لیے ہونے ضروری ہیں وہ سب کے سب "ذاتِ قدسیہ نبی علیہ السلام) میں مشاہدہ کریں۔ آیتِ کریمہ هُوَ الَّذِيْ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ میں اسی صفت کی طرف اشارہ ہے۔

شخصِ دوم:۔

ایسا حکیم جو حکمتِ عملیہ میں ممتاز وفائق، علم اخلاق، تدبیرِ منزل، اور سیاستِ مدن میں مہارت تامہ رکھتا ہو بلکہ نہ صرف یہی بلکہ یہ جمیع صفات تحققاً وتخلقاً پائے جائیں۔ بمطابق کل انا تيسرشح بما فيه ان ہی صفات کی خوبو اس سے ظاہر ہو۔ آیتِ کریمہ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ نیز قرآن کریم میں جس نبی کا ذکر کیا گیا اتیناہ الحکمۃ بھی اس کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

تیسرا شخص:۔

وہ عارف کامل، صوفی کامل اور مرشد کامل ہے جو تہذیب نفس اور تزکیۂ قلب کے طریقوں سے بخوبی واقف ہے۔ مصدر کرامات عجیبہ و مظہر خوارق غریبہ ہے۔ جس نے اپنی قوتِ ارشاد اور اپنی تاثیر صحبت سے گم گشتگان بادیہ ضلالت کو راہِ راست دکھلائی ہو جس نے سالہا سال ریاضت و مجاہدات سے اپنے نفس کو مہذب کیا ہو اور طاعت و عبادات سے آراستہ و پیراستہ اور عالم اجسام سے عالم ارواح تک رسائی کی ہو مقامات علیہ اور احوال سنیہ حاصل کیے ہوں جیسا کہ صوفیائے کرام و مشائخ عظام کے حالات سے ظاہر ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس کی طرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ میں ارشاد فرمایا ہے۔

چوتھا شخص:۔

وہ جبرائیل امین (علیہ السلام) ہے جو ملکوت میں مطاع اور مکین ہے اور خداوند ذوالجلال اور اس کے انبیاء رسل کے درمیان سفیر اور واسطہ ہے اور وحی والہام اور علم کا فرشتہ ہے اور تدبیر الٰہیٰ کا ایک خارجہ ہے اور ملائکہ مدبرات امر کا سرخیل ہے لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون ان کی خاص الخاص صفت ہے۔ اس جگہ جبرائیل (علیہ السلام) سے ہماری مراد وہ قوت ملکیہ ہے جو خارجۂ تدبیر الٰہیٰ اور واسطۂ اخذِ علوم خداوندی ہو یعنی اس کی اصل جبلت جبرئیلی ہو اور جس کے لیے خطیرۃ القدس کی راہیں کشادہ ہوں۔ اور ملاء اعلیٰ سے جو علوم اس کے عقل اور قلب پر القا ہوں ان کو بسہولت اخذ و جذب کر سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے اثراتِ طیبات

اب دیکھنا چاہیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنے زمانہ بعثت و رسالت میں کس چیز کی جانب اعتنا کیا اور توجہ تام فرمائی اور پھر عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا آثار باقی رہے۔ پس اس باب میں امر مذکور کے متعلق تمام جزئیات پر نظر ڈالنا چاہیے۔ پھر ان جزئیات سے ان امور کلیہ کی طرف ذہن کو منتقل کرنا چاہیے جو ان جزئیات سے منتج ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے کہ عالم میں کفر و شرک پھیلا ہوا تھا اور خصوصاً عرب میں لوگ اور دنیا والے حشر و نشر سے انکار کر رہے تھے۔ طاعت و عبادت کو فراموش کیے ہوئے تھے۔ ملت حنفیہ میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھی تحریف کر چکے تھے۔ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔

اور دنیا والے حشر و نشر سے انکار کر رہے تھے۔ طاعت و عبادت کو فراموش کیے ہوئے تھے۔ ملت حنفیہ میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھی تحریف کر چکے تھے۔ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو اول آپ نے شرک کا ابطال کیا اور مجاز و حقیقت کا فرق بتلایا اور تحریفات و تبدیلات کو مٹایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے اذکیائے قوم کے نفوس دین حق کی شعاعیں پڑیں اور انہوں نے اس کی حقانیت کو سمجھا اور آپ کی نصرت و اعانت پر کمر باندھی یہاں تک کہ راہِ حق ظاہر ہوئی اور کفر و اسلام ممیز ہوا اور لوگ دین حق میں آنے لگے اس وقت عرب کے لوگ خصوصاً قریش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تعصب کرنے لگے اور درپے ایذا رسانی ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوت خداداد سے ان کا مقابلہ فرماتے رہے اور استقامت کو کام میں لائے۔ آپ کے اصحاب آپ کے سپر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت و مدد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے یہاں تک کہ (یوں سمجھئے) شراب عشق کا کوئی جام ایسا نہ تھا جو انہوں نے نہ پیا اور کوئی مستی و سکر نہ تھا جو انہیں نہ ہوا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت و جہاد پر مامور ہوئے اور تبوفیق و تائید الٰہی آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ مساعی جمیلہ کیں کہ مقدور بشریت میں اس سے زیادہ سعی و کوشش کرنا ممکن نہ تھا اور آپ کے جمیع اصحاب (رضی اللہ عنہم) آپ کی حرکت و جنبش اور آپ کے عزم و ارادہ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ یہاں تک کہ اسلام کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں اور کفار شکست و ہزیمت کھانے لگے۔ جاہلیت مٹ گئی اور کفر و شرک اور ظلم و ستم پائمال ہوا۔ جس علم سے لوگ نا آشنا تھے وہ علم ان کے درمیان شائع ہوا اور عداوت و حسد رنج و کینہ ان کے درمیاں سے جاتا رہا اور دینِ حق کے پیرو یک دل و یک جان ہو گئے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا: وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا.

وہ لوگ روز و شب علم قرآن، علم ایمان یعنی ارکانِ خمسۂ اسلام علم احسان یعنی اخلاص فی العبادہ علم شرائع یعنی تدبیر منزل سیاست مدن آداب معیشت، علم دقائق، علم اخلاق، علم فضائل اعمال، علم مناقب کبرائے امت اور علم معاد کی ترویج کرتے تھے۔ اور علاماتِ فتن سے آگاہ حتیٰ کہ یہ علوم ہر کہ و مہ اور صغیر و کبیر تک پہنچے اور سب نے فائدہ اٹھایا مگر جو متعصب اور شقی ازلی تھے بے نصیب رہے اور فائدہ نہ اٹھا سکے۔ (ازالۃ الخفاء دوم ص ۹ تا ۱۱)

نورِ مصطفےٰ اور حقیقت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اول مخلوقات اور اعظم میں سے ہے جیسا کہ قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان کے متعلق بیان کیا ہے کہ "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ" (اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا) (فیوض الحرمین مترجم ص ۲۹۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق سبحانہ تعالیٰ کے آئینہ اور اس کے مظہر اتم ہیں اور حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع تعینات اور مظاہر ہے اور تمام کائنات ان کے نور سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ (انفاس العارفین ص ۱۷۳)

وہ بات جو اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا پھر حضرت شیث کی پیشانی میں آیا پھر فلاں فلاں حضرات کی پیشانیوں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کی پیشانی میں آیا بالکل درست ہے (سطعات ص ۱۴۹)

ع وَ قَدْ کَانَ نُوْرُ اللّٰہِ فِیْنَا لِمُھْتَدٍ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان ہر ہدایت کے طلبگار کے لیے اللہ تعالیٰ کا نور ہیں جن کی روشنی میں وہ اپنے جادۂ حیات کو کامیابی سے طے کرتا ہوا منزلِ مقصود پر رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ (قصیدہ اطیب النغم ص ۵۶۔۷۵)

صفاتِ بشریت حجاب ہیں حقیقت نہیں

صفات بشری (جو انبیاء علیہم السلام میں ہیں) ان کے جمالِ باکمال کے لیے حجاب ہیں (حقیقت نہیں) (الفوز الکبیر ص ۹)

والد صاحب فرماتے تھے کہ "انا املح واخی یوسف اصبح" کی حدیث سے میرے دل میں حیرت ہوتی تھی کیونکہ ملاحت عشاق کے لیے صباحت سے زیادہ قلق و اضطراب کا باعث ہے اور منقول ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام لباسِ فاخرہ پہن کر جلوہ گر ہوتے تھے تو بہت سے لوگ جمالِ یوسفی کو دیکھ کر مر جاتے تھے اور یہ حقیقت سید الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی نہیں ہونا چاہیے تھا کہ معاملہ برعکس ہوتا۔ ایک دفعہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس نکتہ کے متعلق میں نے پوچھا، فرمایا اللہ نے میرا جمال غیرت کی وجہ سے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ (انفاس العارفین ص ۲،۷۳،۷ ور الثمین حدیث ۲۰)

صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اللہ تعالےٰ کی ایک خاص نظر ہے گویا کہ

یہی مراد ہے مثل اس قول سے کہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمہیں نہ پیدا کرتا تو ان آسمانوں کو بھی نہ پیدا کرتا۔

خمیر آدم کے وقت آپ علیٰ نبینا و علیہ السلام نبی تھے

میں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ مُنْجَدِلٌ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْنِ ۔ ۲ کے کیا معنی ہیں تو میری روح پہ روح مکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئی اور ایک ایسی صورت مثالیہ دکھائی گئی جو عالمِ اجسام میں آنے سے پہلے تھی اور اس کا فیضان بارگاہ مثال میں نمایاں ہو رہا تھا۔ گویا جب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ہو رہا تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارگاہ مثال میں ظہور تام (مکمل ظہور) تھا اس لیے جب آپ عالمِ جسمانی میں ظاہر ہوئے اور عالمِ جسمانی میں منتقل ہوئیں آپ کے ساتھ قوائے مثالیہ تو وہ علوم ظاہر ہوئے جن کا کچھ حساب نہیں۔ در الثمین حدیث ۳ (سطعات ص ۴۹ اور فیوض الحرمین ص ۹۸ میں بھی یہ حدیث موجود ہے)

دعائیں اور آمد کی بشارتیں

وَ دَعْوَةُ اِبْرَاھِیْمُ عِنْدَ بِنَاءٍ
بِمَکَّةَ بَیْتًا فِیْهِ نَیْلُ الرَّغَائِبِ

ترجمہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا ہیں جو آپ نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف تعمیر کرتے وقت مانگی تھی۔ اور اس بیت اللہ میں بندگانِ خدا کو بڑی بڑی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔

بُشَارَةُ عِیْسٰی وَ الَّذِیْ عَنْهُ عَبَّرُوْا
بِشِدَّةِ بَاْسٍ بِالضَّحُوْکِ الْمُحَارِبِ

ترجمہ: حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہیں جیسے قرآن کریم میں موجود ہے "وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ"

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک رسول کی آمد کا مژدہ سنایا جو ان کے بعد تشریف لائے گا اور جس کا نام نامی احمد ہوگا۔

(قصیدہ اطیب النغم مترجم ص ۴۶ تا ۴۸)

ذکرِ ولادت باسعادت اور برکت ہی برکت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں آپ کا ذکر کیا اور آپ کی عظمتِ شان کی خوشخبری دی۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی بشارت دی۔ آپ کی والدہ نے دیکھا کہ گویا ان سے ایک نور نکلا جس نے ساری زمین کو منور کر دیا۔ انہوں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ ایک مبارک بچہ پیدا ہوگا جس کا دین مشرق و مغرب پر غالب آ جائے گا۔ جنات نے آوازیں دیں۔ کاہنوں اور نجومیوں نے آپ کی عظمت شان کی خبر دی۔ فضائی واقعات نے آپ کی عظمت بتائی مثلاً کسریٰ کے بلند کنگرے گر پڑے اور دلائل نبوت نے آپ کا احاطہ کر لیا جیسے کہ ہرقل اور قیصر روم نے بتایا اور لوگوں نے آپ کی ولادت اور آپ کی شیر خوارگی کے زمانہ میں برکت کے آثار کا مشاہدہ کیا۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۹۹)

نام مبارک اور مناقب و مراتب

ہمارے نبی اکرم کا نام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۹۸۸)

وَ سَمَّاہُ رَبُّ الْعَرْشِ اَسْمَاءً مَّدْحِہٖ
تُبَیِّنُ مَا اُعْطٰی لَہٗ مِنْ مَّنَاقِبٖ

ترجمہ: عرش کے پروردگار نے اپنے ایسے ناموں سے مسمیٰ فرمایا جس سے وہ مناقب و مراتب عالیہ ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمائے۔

رَءُوْفٌ رَحِیْمٌ اَحْمَدٌ وَ مُحَمَّدٌ
مقفیٌ وَ مفضالٌ بِسمّی بِعَاقِبٖ

ترجمہ: اس شعر میں حضرت شاہ صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اسماء مبارکہ ذکر کیے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ظاہر ہے ان میں سے چار رءوف، رحیم، احمد اور محمد ایسے ہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اور باقی تین اسماء مبارکہ مقفی منفرد اور عاقب احادیث میں مذکور ہیں۔

رءوف	از حد مہربان
رحیم	ہمیشہ رحم کرنے والا
احمد	ساری مخلوق سے زیادہ اپنے رب کی حمد و ثنا کرنے والا
محمد	جس کی بار بار تعریف کی جائے
مقفی	پیچھے آنے والا
مفضال	مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے کثیر الفضل
عاقب	پیچھے آنے والا (یعنی خاتم النبیین) صلی اللہ علیہ وسلم

(قصیدہ اطیب النغم ص ۱۲۶۔۱۲۷)

خاندانِ عالی شان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے اعلیٰ ترین نسب اور بہادر ترین قبیلہ اور سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ فصیح زبان اور سب سے زیادہ ذکی اور فہیم خاندان میں پیدا

ہوئے۔(حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص ۹۸۸)

۔ فَاَرْسَلَ مِنْ عَلْیَا قُرَیْشٍ نَبِیَّہٗ
وَلَمْ یَکُ فِیْمَا قَدْ بَلَوْہُ بِکَاذِبٖ

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کے اعلیٰ ترین خاندان بنو ہاشم میں مبعوث فرمایا اور قریش نے آپ کو ہر طرح آزمایا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وکردار کو دروغ گوئی اور کذب بیانی سے پاک وصاف پایا۔
(قصیدہ اطیب النغم مترجم ص ۷۶۔۷۵)

مکہ معظمہ میں میلاد اور ظہور انوار

میں مکہ معظمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولدِ مبارک میں ولادت کے روز حاضر تھا اور لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیج رہے تھے اور آپ ان کے ان معجزات کا تذکرہ کر رہے تھے جو ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے اور ان مشاہدات کو بیان کر رہے تھے جو بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اچانک بہت سے انوار ظاہر ہوئے۔ (فیوض الحرمین مترجم ص ۸۰)

یومِ میلاد منانا قدیم طریقہ ہے

میرے والد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم) نے مجھے خبر دی فرمایا کہ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روز کھانا پکوایا کرتا تھا میلادِ پاک کی خوشی میں۔ ایک سال میں اتنا تنگدست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا مگر چنے بھنے ہوئے۔ وہی میں نے لوگوں میں تقسیم کیے تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو بھنے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ بہت شاد و بشاش ہیں۔ (در الثمین۔ حدیث ۲۲)

قدیم طریقہ کے موافق ۱۲ ربیع الاول کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ نیاز تقسیم کی اور آپ کے بال مبارک کی زیارت کرائی۔

تلاوتِ قرآن پاک کے دوران میں ملاء اعلیٰ کا ورود ہوا (یعنی فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پرفتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت التفات فرمائی۔
(القول الجلی کی بازیافت بحوالہ القول الجلی ص ۷۳)

۔ جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں
''مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں''۔
(فیصلہ ہفت مسئلہ کلمات امدادیہ ص ۸۰)

جناب ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکہ مکرمہ نے ۲۰ مدلل وجوہات سے میلاد شریف کا جواز ثابت کیا انہی میں سے نمبر ۳ میں فرماتے ہیں۔
''سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی منانا ایک ایسا امر ہے جس کا تقاضا خود قرآن پاک ہم سے بیان کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔
''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَ بِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ۔ اے رسول انہیں بتا دیجئے کہ یہ محض اللہ کی رحمت وفضل کرم ہے۔ پس اس کے حصول پر خوشیاں منایا کرو''
(ذخائر محمدیہ ص ۳۱۰)

آپ کی محبت سب محبتوں پر فائق ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں'' (حجۃ اللہ البالغہ اول ص ۴۰۱)

عبداللہ بن ہشام سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے اور آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان کے سوا آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم جب تک میں تمہیں جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں گا تم مومن نہ ہوگے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم، اب آپ مجھے جان سے زیادہ محبوب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اب تم مومن کامل ہوئے۔
(ازالۃ الخفاء دوم ص ۳۵، اول ۲۳۹)

شیخ اکبر فرماتے ہیں کی مجھے ایک شخص سے اس لیے عداوت تھی کہ وہ شیخ ابومدین مغربی پر طعن کرتا تھا جبکہ مجھے شیخ مغربی کی بزرگی کا یقین تھا۔ ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں میں نے زیارت کی۔ گویا آپ فرماتے ہیں کہ تم فلاں شخص سے کیوں بغض رکھتے ہو میں نے عرض کیا کیونکہ وہ ابومدین سے دشمنی رکھتا ہے اور میں انہیں بزرگ سمجھتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست نہیں رکھتا میں نے عرض کیا ہاں رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا، تو ابومدین کے ساتھ بغض کی وجہ سے اس سے عداوت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کی وجہ سے اس کے ساتھ دوستی کیوں نہیں رکھتا۔

شیخ اکبر نے کہا میں نے اس کے بعد اس دشمنی سے اللہ کے حضور توبہ کی اور اس کے گھر گیا۔ اس سے معذرت کی اور قصہ بیان کیا۔ قیمتی کپڑا تحفہ پیش کر کے اسے راضی کیا۔ پھر میں نے ابومدین کے متعلق ناراضگی کا سبب پوچھا تو اس نے جو وجہ بتائی وہ ایسی نہ تھی جس کی وجہ سے ابومدین کے ساتھ دشمنی رکھی جائے۔ میں نے اسے حقیقت سمجھائی۔ پس اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کی اور طعن وتشنیع سے رجوع کر لیا اور ہم سب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت جاری ہوگئی۔ والحمد للہ!
(انفاس العارفین۔ اردو ص ۲۹۳)

۔ سَاَذْکُرُ حُبِّیْ لِلْحَبِیْبِ مُحَمَّدٍ
اِذَا وَصَفَ الْعُشَّاقُ حُبَّ الْحَبَائِبِ

ترجمہ: جب دنیا کے دوسرے عشاق اپنے محبوبوں کی محبت کا بیان کریں گے تو میں اس وقت عشق کا ذکر کروں گا جو مجھے اپنے حبیب کریم سے ہے جن کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

۔ وَ یُنْذِرُ کَیِّیْ فِیْ ذِکْرِہٖ وَ قُشَعْرِیْرَۃٌ
مِنَ الْوَجْدِ لَا یُحْوِیْہِ عِلْمُ الْاَجَانِبِ

ترجمہ: جب میں اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہوں تو عشق ومحبت کے باعث میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے بیگانوں کا علم نہیں پا سکتا۔ صرف اہل نسبت اور یگانوں کو ہی اس کی حقیت کا شعور ہوسکتا ہے۔
(قصیدہ اطیب النغم مترجم ص ۱۵۰۔۱۵۳)

حسن وجمال

آپ سیرت وصورت میں معتدل مزاج کے مالک بن کر تشریف لائے میانہ قد، نہ

زیادہ طویل اور نہ چھوٹے قد کے سر کے بال نہ بالکل گھنگریالے، نہ بالکل سیدھے بلکہ درمیان درمیان تھے آپ نہ ہی از حد فربہ تھے اور نہ ہی بالکل چہرہ والے بلکہ آپ کے چہرۂ مبارک میں قدرے گولائی تھی۔ سر بڑا، ریش مبارک دراز ہاتھوں اور قدموں پر گوشت، رنگ سفید سرخی مائل، اعضاء میں فربہی قوی گرفت اور باہ کے مالک سب لوگوں سے لہجہ زیادہ صادق ترین اور طبیعت نرم ترین تھی۔ جو اچانک آپ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا اور جو آپ سے پہچان کر اختلاط وملاقات کرتا تو آپ سے محبت کرنے لگتا۔ بزرگ ہونے کے باوجود سب سے زیادہ متواضع، اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ شفیق تھے۔ (حجۃ البالغہ دوم ص ۹۸۹)

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (یوں بیان) فرمایا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ حد سے زیادہ لمبے نہ پست بلکہ میانہ قد سرخ وسپید تھے۔ آپ کے بال مبارک گھونگر والے تھے لیکن زیادہ چھلے دار نہ تھے۔ آپ بالوں کو دونوں کانوں کی طرف چھوڑتے تھے۔ آپ کشادہ پیشانی اور سیاہ بڑی آنکھوں والے تھے۔ سینہ مبارک پر باریک خط، دندان مبارک چمکدار، ناک بلند، گردن مبارک گویا چاندی کی صراحی تھی۔ آپ کے سینہ مبارک سے ناف تک مثل سایہ مشک کی لکیر کے سیاہ بال تھے اور ان کے سوا آپ کے جسم مبارک اور سینہ پر کہیں بال نہ تھے۔ آپ کی ہتھیلیوں اور قدموں پر گوشت تھا۔ آپ جب چلتے جھک کر چلتے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں اور جب کسی طرف دیکھتے پورے بدن سے مڑ کر دیکھتے گوشۂ چشم سے نہ دیکھتے جب کھڑے ہوتے سب سے بڑھ جاتے اور جب بیٹھتے سب سے اونچے رہتے جب بات کرتے لوگوں کو دم بخود کر دیتے اور جب تقریر کرتے رلا دیتے لوگوں پر سب سے زیادہ رحم دل تھے۔ یتیم کے لیے مثل مہربان باپ اور بیواؤں کے لیے مثل بزرگ شوہر کے سب سے زیادہ سخی شجاع اور خوش رو تھے۔ آپ کا لباس گلیم اور کھانا جو اور تکیہ چرمی کھجور کے چھلکوں سے بھرا ہوا۔ چارپائی ببول کی کھجور کے بان سے بنی ہوئی تھی۔ آپ کے دو عمامے تھے۔ ایک کا نام سحاب اور دوسرے کا نام عقاب تھا۔ آپ کی تلوار کا نام ذوالفقار نشان کا عزا، اور اونٹنی کا عضباً اور خچر کا دلدل اور حمار کا یعفور اور گھوڑے کا بحر اور بکری کا برکہ اور چھڑی کا ممشوق اور لواء کا حمد تھا۔ آپ اونٹوں کو باندھتے اور پانی بھرنے والے اونٹوں کو چارہ دیتے اور پیوند لگاتے اور جوتا ٹانکتے تھے۔ (ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۳۶)

جَمِیْلُ الْمُحَیَّا اَبْیَضُ الْوَجْہِ رَبْعَۃٌ
جَلِیْلٌ کُرَادِیْسٌ اَزَجُّ الْحَوَاجِبِ

ترجمہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور حسن موہنا، اس کی رنگت سفید ہے قد مبارک درمیانہ ہے اور اعضاء کی ہڈیاں پر گوشت ہیں اور آپ کے ابرو باریک اور کمان کی طرح طویل ہیں۔

صَبِیْحٌ مَلِیْحٌ اَدْعَجُ الْعَیْنِ اَشْکَلٌ
فَصِیْحٌ لَہُ الْاِعْجَامُ لَیْسَ بِشَائِبِ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مہتاب کی طرح روشن ہے حضور کا حسن دل لبھانے والا ہے۔ چشم مازاغ کی سیاہی بہت شدید ہے اور اس کے سفید حصوں میں سرخ ڈوروں کی آمیزش نے آنکھوں کو از حد پر کشش بنا دیا ہے۔ آپ کے کلام میں ایسی فصاحت وبلاغت ہے کہ اس میں عجمیت کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ (قصیدہ اطیب النغم مترجم ص ۵۱۔۵۳)

محاسن وکمالات

۱۔ فَلَسْتُ اَرٰی اِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا
رَسُوْلَ اِلٰہِ الْخَلْقِ جَمَّ الْمَنَاقِبِ

ترجمہ: ایسا معاون مددگار جو مصیبت میں دست گیری کرے مجھے کوئی نظر نہیں آتا بجز اپنے محبوب دلنواز کے جس کا اسم گرامی محمد ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ساری مخلوق کے پروردگار کے رسول ہیں جن کے محامد ومحاسن بے شمار ہیں۔ ۲

۱ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"حسن وجمال محمدی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے بیان میں کہ جس سے جہانوں کے پروردگار کی محبت کا تعلق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جمال کے ساتھ رب العالمین کے محبوب ہوئے ہیں۔ حضرت یوسف اگرچہ اس صباحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے تھے حضرت یعقوب کے محبوب ہوئے ہیں علی نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام۔ لیکن ہمارے پیغمبر جو کہ خاتم المرسلین ہیں اس ملاحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے ہیں خالق زمین وآسمان کے محبوب ہیں علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اور (اللہ نے) زمین وزمان کو ان کے طفیل پیدا کیا ہے۔ اگرچہ اس دنیا میں دو تہائی حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے مسلم ہے اور باقی تیسرا حصہ تمام میں تقسیم ہوا ہے لیکن عالم آخرت میں حسن صرف حسن محمدی ہے اور جمال صرف جمال محمدی علیہ الصلوۃ والتسلیمات کہ وہ خدا تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

فان اللہ تعالیٰ جمیل و یحب الجمال۔ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ (مسلم ترمذی بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

(دفتر سوم، مکتوب ۱۰۰)

۲ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع ہیں" (دفتر اول۔ مکتوب ص ۷۹)

۔ کَرِیْمٌ اِنْ تُجْمَعُ الْمَعَالِیْ
تَرٰی فِیْ جَنْبِہٖ مِثْلَ الْہَبَاءِ

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس وہ ذات کریم ہے جب سارے اوصاف کمال اور محامد حسنہ جمع کر دیے جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کی حقیقت گرد وغبار کی مانند ہے۔

۔ وَ حَاشَا اَنْ تَقُوْلَ لَہُ الْمَعَالِیْ
بِہٖ کُلُّ الْمَعَالِیْ وَ الْعَلَاءِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تجھے یہ کہنے سے محفوظ رکھے کہ تو یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ عالی قدریں ہیں کیونکہ ایسا کہنا آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی میں کوتاہی کرنے کے مترادف ہے سچی بات تو یہ ہے کہ جتنی بلند قدریں ہیں مفصل ہوں یا مجمل سب کو یہ عزتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے نصیب ہوئی ہیں۔ (قصیدہ اطیب النغم مترجم ص ۲۰۰۔۲۰۱)

غرض کمال کا کوئی مرتبہ اور مقام ایسا نہیں ہے جس کے امام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوں۔ (خیر کثیر ص ۱۷۲)

نعتِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کالقب شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اعلیٰ درجہ کے شاعروں میں سے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح (نعت) اور کفار کی ہجو (مذمت) میں ان کے بہت اشعار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ ان کا شعر کافروں پر تیر سے بھی زیادہ کارگر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد شریف میں ان کے لیے منبر رکھوا دیتے تھے۔ یہ اس پر کھڑے ہو کر نعت کے اشعار پڑھتے تھے۔ (یعنی نعت سناتے تھے) (ازالۃ الخفاء۔ اول ص ۲۹۰)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جو آپ پر درود پڑھے اور مدح کرے (نعت کہے) تو بہت خوش ہوتے ہیں۔

(فیوض الحرمین۔ مترجم ص ۹۷)

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح (نعت) اور آنحضور کے کمالات کا تذکرہ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل کا بیان بلاشبہ بڑی برکات کا باعث ہے اور درجات کی بلندی کا سبب ہے۔ ۱ (قصیدہ اطیب النغم۔ مترجم ص ۱)

زمانہ کے حادثات سے نجات کے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ حضور نبی مکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح سے مدد طلب کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب اور کمال کا ذکر کر کے ان سے نجات حاصل کی جائے۔

(قصیدہ اطیب النغم۔ مترجم ص ۲۶)

سَاَذْکُرُ حُبِّیْ لِلْحَبِیْبِ مُحَمَّدٍ
اِذَا وَصَفَ الْعُشَّاقُ حُبَّ الْحَبَائِبِ

ترجمہ: جب دنیا کے دوسرے عشاق اپنے محبوبوں کی محبت بیان کریں گے تو میں فقط اپنے اس عشق کا ذکر کروں گا جو مجھے اپنے حبیب کریم سے ہے جن کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ (قصیدہ اطیب النغم مترجم ص ۱۵۰)

وَاِنْ تَمْدَحْ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَوْمًا
فَحَاذِرْ عَنْ تَقْصِیْرٍ فِی الثَّنَاءِ

ترجمہ: اور اگر تجھے کسی دن اللہ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح (نعت) کی توفیق نصیب ہو تو خبردار اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناگستری میں کوتاہی نہ کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کی مذمت بھی گویا نعت ہے

ایسا کیوں نہیں کہتے کہ اس سورت (تبت) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم منقبت

۱ سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے دفتر اول مکتوب ۴۴ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوب مدح سرائی فرمائی ہے۔
ایک مقام پر کمال ادب واحترام کا اظہار کرتے وقت نقل فرماتے ہیں۔

مَاإِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

میں اپنے کلام سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مدح وثنا نہیں کرتا بلکہ اپنے کلام کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ذکر سے آراستہ کرتا ہوں۔
(پھر لکھتے ہیں)

محمد عربی کابروئے ہر دوسراست
کسیکہ خاک درش نیست خاک برسراو

محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) دونوں جہان کی آبرو ہیں جو شخص آپ کے دروازے کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پر خاک پڑے۔

(نعت) اور بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ایک دشمن پر آپ سے بے ادبی کی بنا پر لعنت کی ہے۔

(انفاس العارفین ص ۲۹۱)

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

درود وسلام ہوں اس کے رسول پر جو ان تمام لوگوں سے افضل ہیں جنہیں جوامع الکلم عطا کیے گئے۔ (سطعات۔ اردو ص ۵۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیائے کرام (علیہم السلام) پر فوقیت حاصل ہے۔ (فیوض الحرمین مترجم ص ۱۱۴)

وَ اِنَّکَ اَعْلَی الْمُرْسَلِیْنَ مَکَانَۃً
وَ اَنْتَ لَھُمْ شَمْسٌ وَ ھُمْ کَالْکَوَاکِبِ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا مرتبہ تمام رسولوں سے اعلیٰ ارفع ہے اور آپ کی ذات ان کے لیے آفتاب ہے اور وہ چمکدار ستاروں کی مانند ہیں۔ (قصیدہ اطیب النغم ص ۱۵۸)

رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا خَیْرَ الْبَرَایَا
نَوَالَکَ اَبْتَغِیْ یَوْمَ الْقَضَاءِ

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اے اللہ کی ساری مخلوق سے بہتر ہم قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کے خواستگار ہیں۔

قصیدہ اطیب النغم (ہمزیہ قصیدہ) ص ۳۲۰

بے مثل و بے مثال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو صوم وصال سے منع فرمایا۔ عرض کیا گیا آپ وصال کرتے ہیں (یعنی دن رات روزے رکھے ہیں) آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تم میں سے کون میری طرح ہے؟ (ایکم مثلی) مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ ۱

(حجۃ اللہ بالغہ ۵۸۷)

۱ یہ حدیث بخاری میں ہے

۲ بَدِیْعُ کَمَالٍ فِی الْمَعَانِیْ فَلَا امْرِیٌٔ
یَکُوْنُ لَہٗ مِثْلًا وَ لَا یُقَارِبُ

ترجمہ: تمام اوصاف معانی میں آپ کا کمال بے نظیر و بے مثال ہے۔ آپ کا ان کمالات میں ہمسر ہونا تو کجا کوئی قریب پہنچنے کا بھی تصور نہیں کرسکتا۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر کمال میں اور ہر خوبی میں وہ مرتبہ بلند ارزانی فرمایا کہ دنیا کا کوئی شخص، کوئی نبی رسول یا فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابری تو کجا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پہنچنے کا بھی دعویٰ نہیں کرسکتا۔

(قصیدہ اطیب النغم ص ۶۴)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ صحیح ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول مبارک (حدیث پاک) سے اشارہ فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو موت نہیں آیا کرتی۔ وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کیا کرتے ہیں اور وہ زندہ ہوتے ہیں۔ (فیوض الحرمین مترجم)

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم اما بعد

"سیرتِ طیبہ کا پیغام عصرِ حاضر کے نام"

صاحبزادہ نورالمصطفیٰ رضوی

بگڑے ہوؤں کو کس نے سنوارا تیرے بغیر
ڈوبے ہوؤں کو کس نے ابھارا تیرے بغیر
ہر جزو کائنات کو ہے تیری احتیاج
ہوتا نہیں کسی کا گذارا تیرے بغیر!

نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ سے زائد نفوس قدسیہ تاج نبوت پہن کر آئے اور انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنا فرض منصبی باحسن طریق سرانجام دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو سال کا زمانہ فیض نبوت سے محروم رہا جس کے نتیجہ میں ساری دنیا کفر وضلالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی مختلف قبائل میں معمولی باتوں پر تصادم ہوتا اور کئی نسلوں تک قتل وغارت کا بازار گرم رہتا، انسانی معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار تھا اور ہر طبقہ اپنے سے زبردست طبقے کا خدا بنا ہوا تھا کمزور اور بے کس طاقتوروں کے ہاتھوں کچلے جا رہے تھے بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا، اخلاقی پستی، جنسی بے راہروی اور نفس پرستی، وبا کی صورت اختیار کر چکی تھی، خدائے واحد ولاشریک سے منہ موڑ کر انسان ہر جگہ ذلیل وخوار ہو رہا تھا، طبقہ واریت، قومیت اور امتیاز نسل و نسب نے انسانی معاشرے کو پارہ پارہ کر دیا تھا اس جنون میں سرشار قومیں اور قبیلے ہمیشہ ایک دوسرے سے دست بگریباں رہتے تھے اور دھرتی کا چہرہ ابن آدم کے لہو سے لالہ گوں تھا۔

ایسے میں رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور سسکتی ہوئی انسانیت کو پیغام شفا دے گئی۔ رحمت رب ذوالجلال کے مہر منور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نورانی کرنوں سے کرہ ارضی کے ذرہ ذرہ کو روشن کر دیا۔

پہلے انبیاء کرام کا دائرہ رشد وہدایت زماں ومکاں کے لحاظ سے محدود تھا لیکن ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا تمام نوع انسانی کے لیے ہادی وراہنما بن کر تشریف لائے۔

ارشادِ خداوندی ہے!

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (القرآن)

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ہر نبی اپنی امت کے لیے رحمت تھا مگر نبی آخر الزمان علیہ الصلوۃ والسلام کی رسالت تمام مخلوق کو اپنے دامنِ رحمت میں لیے ہوئے ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر ہی بنا کر بھیجا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نہ صرف انسانوں کے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کے نبی اور رسول ہیں۔

آپ نے خود ارشاد فرمایا۔

وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً (الحدیث)

اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی خاتمیت اور آفاقیت کے تقاضے کے عین مطابق آپ کی سیرت طیبہ اسی جامع اور مکمل سیرت ہے جس میں نوع انسانی کے لیے ہر شعبۂ حیات میں ہدایت وراہنمائی موجود ہے قرآن حکیم نے حضور تاجدارِ ختم نبوت علیہ التحیۃ والثنا کی سیرت طیبہ کو تمام انسانوں کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (القرآن)

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں بہترین نمونہ کمال (نمونہ حیات) موجود ہے۔

عقائد وعبادات سیاسیات ومعاملات، معاشیات واقتصادیات غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے لیے سیرت مطہرہ مشعل راہ کا کام نہ دیتی ہو۔

اور یہی وجہ ہے کہ آپ نوع انسانی کے محسن اعظم قرار پاتے ہیں چنانچہ ایک غیر مسلم مفکر "ڈاکٹر ایڈوڈ مونٹے" لکھتا ہے۔

"دنیائے اعمال کی فضاء ہستی میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ایک نادر وجود ہیں آپ ہی کی ہستی مفصل ومشرح ہے جس کے حالات ہم تک صحیح اور بالتفصیل پہنچے، انسانی اخلاق کی اصلاح آپ نے فرمائی اجتماعیت کے اندر جو انقلاب آپ کی تعلیم نے پیدا کیا، سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تعظیم کے لیے جو اسوہ حسنہ آپ نے پیش کیا اور آپ کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتا ہے۔

(بحوالہ معجزاتِ اسلام ص ۶۷)

پوری انسانی تاریخ میں اگر کوئی زندگی محفوظ ہے تو وہ حضور ختمی مرتبت سے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی ہے پھر آپ کے سوانح حیات جس احتیاط، ذمہ داری اور فرض شناسی کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی حضور اکرم علیہ التحیۃ والثناء کا بچپن ہمارے سامنے ہے ایام رضاعت، عالم شباب، اعلانِ نبوت دعوتِ حق میں جدو جہد، قید وبند کی صعوبتیں، ہجرت، معاہدے، صلح وجنگ، دشمنوں سے حسن سلوک،

رشتہ داروں سے صلہ رحمی، تجارت فقر و فاقہ، زہد و تقویٰ اور حکومت و امارت سب کچھ آپ کی حیات طیبہ میں موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بات کرنے اور کھانا کھانے کی ایک ایک ادا سیرت کی کتب میں موجود ہے۔ آپ کی ازدواجی زندگی کے تمام پہلو سیرت میں موجود ہیں آپ نے فرمایا" تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے حسن سلوک کرے اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں کے لیے بہت اچھا ہوں"

بچوں سے محبت کا یہ عالم تھا کہ عین حالت نماز میں امامہ بنت زینب کو گود میں اٹھا لیا تا کہ بچی رونے نہ پائے، جب رکوع میں گئے تو بٹھا دیا اور جب قیام کی طرف لوٹے تو پھر گود میں اٹھا لیا گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتے، کپڑے پھٹ جاتے تو خود ہی سی لیتے، جوتے بھی خود ہی گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہتے، مجلس میں بیٹھتے تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے، مظلوموں کی فریاد سنتے اور انصاف کر کے انکا حق دلاتے، بیماروں کو تسلی دیتے اور ان کی عیادت کے لیے جاتے، ہمسایوں کی خبر گیری فرماتے اور ان کے ہاں تحائف بھجواتے، خود بھوکے رہتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے اپنے مہمانوں کی خود خدمت کرتے۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر مہمانوں کی دیکھ بھال فرماتے کہ ان کو کوئی تکلیف تو نہیں۔

حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا نیز پیٹ بھر کر کھانا کھانے سے منع فرماتے تھے۔ آپ ارشاد فرماتے کہ سب سے برا برتن جسے آدمی پر کرتا ہے وہ پیٹ ہے، آدمی کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی توانائی کو بحال رکھ سکیں۔ جو ماحضر بھی آپ کے سامنے آتا اسے رد نہ فرماتے۔

پاکیزہ اشیاء میں سے جو بھی آپ کے حضور میں پیش کی جاتیں آپ انہیں تناول فرماتے، البتہ کوئی چیز خلاف طبع ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے۔ آپ نے کبھی کسی کھانے کی تنقیص نہیں فرمائی۔ جب کھانے کو مل جاتا تو شکر کے ساتھ کھا لیتے، نہ ملتا تو صبر سے کام لیتے، کھانے یا پینے سے پہلے ہمیشہ اللہ کا نام لیتے مشروب پلانا مقصود ہوتا تو ہمیشہ دائیں جانب سے شروع فرماتے۔

وصال کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام کو پیوند لگی ہوئی ایک چادر اور پیوند لگا ہوا ایک تہبند دکھایا کہ تمہارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سامان چھوڑا ہے۔

سیرت طیبہ کا ایک زریں باب خلق مصطفےٰ ہے جسے قرآن حکیم نے خلق عظیم کہا اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو مقصد بعثت قرار دیا۔

ارشاد فرماتے ہیں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ (موطا امام مالک)

میں حسن اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں

اخلاق مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے اخلاق سے صرف عالم انسانیت بلکہ تمام مخلوق الٰہی مستفید ہوتی رہی اور ہوتی رہے گی۔

ایک غیر مسلم مفکر مسٹر مارکس ڈاڈز، حضور ختمی مرتبت علیہ التحیۃ والثناء کے اخلاق کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

محمد ﷺ آخری پیغمبر ہوئے ہیں آپ کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا آپ کے نزدیک دینوی وجاہت کوئی چیز نہ تھی آپ جس طرح حسن تہذیب واخلاق سے اچھے کپڑے پہننے والوں کا خیر مقدم کرتے، کمتر سے کمتر شخص کی دعوت کو بھی رد نہ فرماتے ہم نہایت احترام سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی ذات سرچشمہ برکت تھی۔ (کتاب و سنت غیروں کی نظر میں از مولانا عبدالحامد بدایونی)

تاریخ انسانی خلق عظیم کی ایک بھی مثال پیش نہیں کر سکتی جیسی آپ نے فتح مکہ کے موقع پر پیش کی، دس ہزار کا مسلح لشکر آپ کے ساتھ ہے کفار بالکل بے بس اور دس ہزار تلواروں کے نرغے میں ہیں، مکافات عمل کا فطری قانون انتقام کا تقاضا کرتا ہے لیکن ختم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام نے کمال رحمت ورافت سے اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو بھی معاف فرما دیا۔ ابوسفیان جو اس وقت تک مخالفت اسلام میں پیش پیش رہے، نہ صرف معافی کا پروانہ حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کا گھر جائے پناہ قرار دیا جاتا ہے۔

ایک غیر مسلم ولیم میور، آپ کے حسن سلوک کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے حلقۂ اثر اور دائرہ حکومت میں ہر چند پورے اختیارات رکھتے تھے لیکن پھر بھی مفسدین سے مقابلہ کرتے ہوئے آپ ہمیشہ رحم دلی کو پیش نظر رکھتے تھے جب آپ کے مطالبات خوشی سے تسلیم کر لیے جاتے تو آپ دشمنوں سے بھی حسن سلوک سے پیش آتے۔ ابنائے وطن نے جس طرح سرکشی کی وہ ایک ظالم حکمران کے لیے کافی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ ان سب کو تباہ و برباد کر دیتا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے چند مجرموں کے باقی سب کو معاف فرما دیا اور تمام گذشتہ مظالم پر خاک ڈال دی۔ آپ کا تحمل اخلاق انسانی کے لیے حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

(قرآن و سنت غیروں کی نظر میں)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ آپ نے اللہ کریم کے محارم کے سوا کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا۔ آپ کا بدلہ لینا صرف اللہ تعالی کے لیے ہوتا تھا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ آپ کے حسن اخلاق سے پھیلا اس حقیقت کو غیر متعصب مخالفین اسلام بھی تسلیم کرتے ہیں مسٹر موسیو اوجین کلونل لکھتا ہے!

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام دنیا کو فتح کرنا چاہا مگر غیر مذہب والوں پر کسی قسم کا جبر وستم کرنا روا نہیں رکھا انہیں مذہب اور رائے کی پوری آزادی عطا کی اور ان کے تمدنی حقوق قائم رکھے۔

(اسلام اور علماء فرنگ ص ۹)

حقیقت یہ ہے کہ دشمن کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لینے کے لیے جس بلند اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے اس کی نظیر اولین سپہ سالار افواج اسلام حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے علاوہ تاریخ عالم میں کہیں نظر نہیں آتی قینقاع اور بنونضیر، میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، جاسوسی فتنہ و فساد، بغاوت اور در پردہ دشمن کی مدد کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں مگر ان پر قابو پانے کے بعد انہیں بخش دیا جاتا ہے اور ان کی تمام منقولہ دولت ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ اسی طرح غزوہ حنین وطائف اور سریہ قطبہ وطے کے قیدیوں کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا جاتا ہے۔

غزوۂ بدر کے قیدی مسلمانوں کے قبضے میں ہیں اور ان میں آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں انصار نے اس خیال سے کہ آپ کے قریبی عزیز ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو ان کا فدیہ معاف کر دیا جائے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ ایک درہم بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کی صاحبزادی سیدۃ النسا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلائے جن پر چکی پیسنے اور پانی بھرنے کی وجہ سے چھالے پڑے ہوئے تھے اور عرض کی ابا جان! مجھے ایک خادمہ دے دیجئے تا کہ میرا بوجھ ہلکا ہو جائے، عظیم اسلامی مملکت کے سربراہ جن کے

اشاروں پر لاکھوں مسلمان جانیں قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے فرمایا بیٹی! خادمہ تجھے نہیں مل سکتی یہ تو مدینہ کے یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کے لیے ہیں۔

حضور اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا" تم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا ہر آدمی اپنے گھر کا راعی ہے اور گھر والے اس کی رعایا ہیں ہر ملازم اپنے آقا کے مال واسباب پر راعی ہے اور یہ مال واسباب اس کی رعایا ہے پس ہر راعی سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔"

حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی ہر ہر موقع کے لیے بہترین رہنمائی مہیا کرتی ہے دنیائے عالم کے حکمرانوں اور ملک و ملت کے خزانوں پر امین مقرر کیے گئے لوگوں کے لیے سیرت طیبہ کے مندرجہ بالا واقعات بہترین راہنمائی مہیا کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات انسانی کے ہر شعبہ میں اصلاحات کیں، مکہ مکرمہ جہاں آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی، یہاں کے باشندوں کا آبائی پیشہ تجارت تھا، حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی خاندانی پیشے کو منتخب فرمایا۔ بعثت سے قبل آپ نے کئی تجارتی سفر کیے اور ہر طرف حضور ختمی مرتبت علیہ التحیۃ والثناء کے حسن معاملہ کا شہرہ تھا۔ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے تدبر اور تاجرانہ بصیرت کا سب کو اعتراف تھا ہر شخص یہ چاہنے لگا کہ ختم الرسل صلی الہ علیہ وسلم کو اپنے کاروبار میں شریک کرے، تقریباً چودہ برس تک نہایت سرگرمی اور کامیابی کے ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تجارت فرمائی، بعثت کے بعد تبلیغ دین میں ہمہ تن منہمک ہونے کے باوجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت ہی کو ذریعہ معاش بنائے رکھا تاجر اور تجارت کی فضیلت میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ (ترمذی)

یعنی سچائی کے ساتھ معاملہ کرنے والا امانتدار تاجر قیامت کے دن انبیا صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تجارت میں ایمانداری اور سچائی کو مقدم ٹھہرایا اور ایسی تجارت کو سراہا حضرت نافع بن خدیج سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے اچھی کمائی کون سی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور وہ تجارت جس میں تاجر بے ایمانی اور جھوٹ سے کام نہیں لیتا۔ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تجارتی معاملات کے جو بنیادی اصول دیئے۔ ان کی روشنی میں تاجدارِ ختم نبوت علیہ التحیۃ والثناء نے جو تفصیلی ہدایات واضع فرمائیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ معاملہ میں ایمانداری ۲۔ کسی کی عدم واقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی ممانعت ۳۔ ناپ تول میں درستگی ۴۔ سامان فروخت کی بابت خریدار کو صحیح صورتحال سے آگاہ کرنا۔ ۵۔ قرض دار سے نرم برتاؤ اور حسن سلوک ۶۔ چور بازاری سے رکنا۔ ۷۔ مہنگے داموں اشیاء فروخت نہ کرنا۔ ۸۔ احکام خداوندی سے غافل نہ ہونا۔

یہ ایسے بنیادی نکات ہیں جو کاروباری لین دین میں حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت کے آئینہ دار اور امت مسلمہ کے لیے اسوہ حسنہ ہیں۔ ایفائے عہد میں حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام یکتا تھے جس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ابی الحماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعثت سے قبل میں نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کیا۔ معاملہ ابھی ادھورا ہی تھا کہ مجھے کچھ کام یاد آ گیا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کرکے چلا گیا۔ تیسرے روز جب میرا اسی طرف سے گزر ہوا تو حضور اکرم علیہ التحیۃ والثناء کو وہاں موجود پایا، حضور نے مجھے دیکھ کر صرف اتنا فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی، میں اسی مقام پر موجود رہا۔

آج ہر طرف الحاد و مادہ پرستی کے سیاہ بادل منڈلا رہے ہیں دنیا پھر ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں گم ہوتی جارہی ہے، انسانی معاشرہ طبقات، قومیتوں اور نسلی وطنی گروہوں میں بٹتا جارہا ہے۔ علاقائی تعصبات کو ہوا دی جارہی ہے اجتماعی اور اخلاقی امراض نے انسانی زندگی کو اجیرن بنادیا ہے، انسان دکھی ہے اور اپنے دکھ درد کے مداوا کی تلاش میں سرگرداں ہے لیکن وہ امت جس کے پاس عصر حاضر کے تمام مسائل کا حل رسول اکرم علیہ التحیۃ والثناء کی سیرت مطہرہ اور حیات طیبہ کی صورت میں موجود ہے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جن پر فرض عائد کرتی ہے کہ وہ اس سے اپنے اور نوع انسانی کے دکھوں کا علاج کرے اس نعمت عظمیٰ سے غافل ہے دور حاضر میں انسانیت تشنہ لبی کے ہاتھوں تڑپ رہی ہے اور العطش العطش پکار رہی ہے مگر وہ امت جس کے پاس سیرۃ النبی کا آب حیات موجود ہے اس صورت حال سے اور اس کے مداوا سے بے خبر ہے کیا آپ جانتے نہیں خداوند کریم کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین ضابطہ حیات دے کر فرمایا تھا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِہٖ اَقْوَامًا وَّ یَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ (الحدیث)

بے شک اللہ کریم اس قرآن حکیم کے طفیل کئی قوموں کو بلندی عطا فرمائے گا اور اس کو چھوڑنے کی وجہ سے کچھ قوموں کو قعرِ مذلت میں گرا دے گا۔

یاد رکھیے کہ ہمارے بلکہ انسانیت کے بچاؤ کا ایک ہی ذریعہ ہے سیرت نبوی کا اتباع اور کتاب حکیم سے اعتصام اور استمساک تاریخ شاہد ہے جب بھی ملی وانفرادی طور پر کتاب وسنت کو مشعلِ راہ بنایا گیا عظمت ورفعت نے ابن آدم کے قدم چومے۔ آخر سوچیے عرب کا نقشہ جس کا مختصر ذکر اس مضمون کی تمہید میں کیا گیا ہے طلوع اسلام سے پہلے کیا تھا اور پھر اس کی کایا پلٹ کیسے ہوئی۔

سیرت نبوی عصر حاضر کو اسی حوالے سے یہ پیغام دے رہی ہے کہ اے پندرھویں صدی کے لوگو! بدامنی اور ذہنی انتشار روکنا چاہتے ہو تو عرب کے خانہ بدوشوں کو رشتہ اخوت میں پرونے والے کے نقش قدم کو سامنے رکھو یہ بلوچ، یہ سندھی، یہ پنجابی اور یہ سرحدی کتنا بھیانک افتراق ہے۔ جس آقا مولےٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے اسود و احمر کے امتیازات ختم کر دیئے تھے۔ زبان ونسل کی تفریقات منادی تھیں۔

عرب و عجم کو ایک نقطۂ ایمان جمع کر دیا تھا اس امت کے افراد اس فضائے بیکراں سے الگ کو چھوٹے چھوٹے گھروندوں میں سانس لینے کو متاع حیات سمجھتے ہیں تو" وائے بر ما، وائے بر احوال ما"

اقبالؒ نے فرمایا

رہے گا راوی ونیل فرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحر بیکر اں کے لیے

اب ضرورت اس امر کی ہے (یوں سمجھئے) سیرت نبوی کے پیغام کا ایک اہم عنوان یہ ہے کہ اپنی بقا و سالمیت کے لیے ایک دوسرے کے بھائی بن جائیں ایک دوسرے کی عزت وحرمت کے محافظ ہوجائیں سوشلزم کی مساوات سے بلند تر ہو کر اسلام کے ایثار کو سمجھیں اپنائیں اور پھیلائیں، مادہ پرستوں کی مادیت سے کنارہ کش ہو کر رحمۃ للعالمین کے ابدی وروحانی پیغام سے نور حیات حاصل کریں۔

مصلح اعظم

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

اس دور میں جس کے متعلق باور کیا جاتا ہے کہ اس میں عقل و دانش اور تہذیب و ترقی ارتقائی مراحل طے کر کے مستہائے کمال پر پہنچ چکی ہے۔ ایک چونکا دینے والی آواز فضا میں مرتعش ہے۔ یہ آواز دکھی انسانیت کی ہے جو اضطراب اور کرب کے شدید احساس سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

یہ دکھ پریشان کن مسائل ہیں۔ کہیں قومیت کے جھگڑے ذہنی انتشار کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ کہیں رنگ و نسل کا امتیاز وبال جان بنا ہوا ہے۔ کہیں زبان کا مسئلہ فتنہ خیز صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ کوئی معاشی اور اقتصادی زبوں حالی کا رونا رو رہا ہے کہیں معاشرتی برائیوں سے امن پسند لوگوں کی زندگی دوبھر ہوگئی ہے تو کہیں ملکوں کے استحصال کی سازشوں نے جال بچھا کر امن و سکون کی دنیا کو برباد کر رکھا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کیا ان مسائل کا واقعی کوئی حل موجود نہیں؟ اگر ہم پوری تاریخ عالم کا جائزہ لیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ مسائل دنیا میں پہلی بار پیدا نہیں ہوئے۔ مختلف اقوام عالم میں مختلف مصلحین پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے مقدور کے مطابق اصلاحات نافذ کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تلواروں کی تیز دھار اور سنگینوں کی نوک سے نافذ کی جانے والی اصلاحات، تنہائیوں اور خلوت خانوں میں دلوں کے دروازے پر دستک نہ دے سکیں کیونکہ یہ اخلاقی اور روحانی جذبہ ہی ہے جو ذہن و قلب میں ایسا انقلاب پیدا کرتا ہے چنانچہ مصلحین کی اصلاحات کا دائرہ محدود اور عارضی رہا۔ مصلحین کی اصلاح فقط سیاسی اور اقتصادی نظام سے متعلق رہی لیکن اصلاح کا یہ خوبصورت لفظ بھی اپنی تعبیر میں ہزار خرابیوں کو مضمر کرنے کا باعث بنا۔ تاریخ ادیان عالم میں ہم انبیائے کرام اور روحانی پیشواؤں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے جسم و جاں، مادہ و روح، دنیا و آخرت دونوں میں انقلاب پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن ان کی کامیابیوں کا دائرہ کسی قوم تک محدود یا کسی خطے تک محصور رہا۔ تاریخ کے آئینے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھئے کہ ان کی کوششیں صرف بنی اسرائیل ہی میں روحانی انقلاب برپا کرنے تک رہی۔ بائبل کی رو سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے گنتی کے حواری بھی سب کے سب وفاداری کا دم نہ بھر سکے۔ مہاتما بدھ، کرشن مہاراج، رام چندر، زرتشت اور کنفیوشس کی زندگیوں کو دیکھیے کہ ان کا دائرہ اصلاح کس قدر محدود ہے۔

پوری تاریخ عالم میں مصلحین کی صفوں میں اگر کوئی ایسی ہستی نظر آتی ہے جس نے عقائد و اعمال، تمدن و معاشرت، نظام اخلاق، نظام معیشت، نظام سیاست، نظام منزل، اور نظریہ علم و تعلیم میں بیش قیمت اصلاحات فرمائیں۔ کائنات کے اسرار کو بے نقاب کیا اور انسان کو خود آگاہ و خود شناس کر کے عظمت انسانی کو اجاگر کیا۔ جس نے رنگ، نسل، قومیت، زبان، زر، زن اور زمین کے مسائل کا نہ صرف حل پیش کیا بلکہ ان مسائل کو حل کر کے ایک مثالی معاشرے کے نقوش تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ کیلیے ثبت کر دیے تو پوری تاریخ عالم اس امر پر شاہد عادل ہے کہ یہ ہستی خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین کافۃ للناس، للعالمین نذیرا، سراجا منیرا، محسن انسانیت، مصلح اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

فخر و مسرت کے ان جذبات سے لذت آشنا ہونے کے بعد ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا ہمارا یہ دعویٰ حقائق پر مبنی ہے یا نہیں؟

پیشتر اس کے کہ مصلح اعظم کی سیرت طیبہ میں سے ان حقائق کو پیش کروں مناسب ہوگا کہ یہ عرض کر دوں کہ اصلاح سے مراد کیا ہے؟

امام راغب اصفہانی ''المفردات'' میں لکھتے ہیں کہ اصلاح کے لغوی معنی خرابی کو خوبی سے بدلنے یا کسی شے میں فساد کی تمام صورتوں کا ازالہ کر کے اسے سنوارنے اور آراستہ کرنے کے ہیں۔ چنانچہ اسی مادہ سے لفظ صلح ہے۔ جس کے معنی ہیں لوگوں سے باہمی نفرت کو دور کر کے امن و سلامتی پیدا کرنا۔

اس بنیادی مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے تاریخی حقائق کی روشنی میں ہم مصلح اعظم کی اصلاحات کا سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

کوئی قوم تہذیب و تمدن کے اعتبار سے اس قدر پست نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے۔ کوئی قوم اس قدر غیر منظم نہ تھے جس قدر کہ عرب تھے۔ کسی قوم میں شرک و بت پرستی اور توہمات اس قدر رچے ہوئے نہ تھی کہ جس قدر کہ عربوں میں کوئی قوم جہالت اور بربریت کا اس قدر شکار نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے۔ لیکن بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صرف اور صرف ۲۳ برس گذرنے کے بعد تاریخ ہمارے سامنے ایک نیا منظر پیش کرتی ہے۔

کوئی قوم اس قدر تہذیب و شائستگی کی حامل نہیں جس قدر کہ عرب تھے۔ کوئی قوم اس قدر منظم نہیں جس قدر عرب تھے۔ کوئی قوم اس قدر حق پرست اور راستباز نہیں جس قدر عربوں کی حکومت تھی۔ کوئی قوم اس قدر اخلاق عالیہ سے آراستہ اور روحانی فیضان سے مالا مال نہیں جس قدر کہ عرب تھے۔ مختصر یہ کہ پوری دنیا میں کوئی خطہ زمین اس قدر روشن، اس قدر توحید آشنا، اس قدر منظم، مساوات انسانی اور اخوت کا اس قدر عملی مظہر، اور عدل و انصاف کا اس قدر علمبردار نظر نہیں آتا جس قدر کہ عرب تھے۔

یہ مصلح اعظم ہی کی شخصیت تھی جو اس عظیم اور تاریخی انقلاب کا باعث بنی اور جس کی مساعی جمیلہ کو خوش بختی اور کامیابی کا تاج پہنایا گیا کہ یار ہی نہیں اغیار بھی اس امر کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے کہ:

"Of all the great religious personalities of the world, Muhammad was the most successful."

اس سرسری سے جائزے کے بعد اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاحات کو قدرے تفصیل سے پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اصلاحِ عقائد:۔

مصلح اعظم نے تمام اصلاحات کی بنیاد، توحید رسالت، معاد و مسئولیت کے نظریے پر رکھی کیونکہ توحید ہی وہ بنیادی نظریہ ہے۔ جو پوری انسانی برادری کو وحدت عطا کر سکتا ہے جب خالق ایک ہے تو نسل انسانی بھی ایک ہے۔ جب نسل انسانی ایک ہے تو اس کا مقصد بھی ایک ہی ہونا چاہیے جب مقصد ایک ہوگا تو ضابطۂ حیات بھی ایک ہو گا۔ اسی مشترکہ ضابطہ حیات کو لے کر انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کے نظریے کو واضح اور نکھرے انداز میں پیش کیا اور یہ فرمان الٰہی سنایا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

تقابل ادیان کا مطالعہ کرنے والے حضرات سے یہ مخفی نہیں کہ ہندوؤں میں ایک خدا کو ماننے والے دو خداؤں کا ماننے والے تین خداؤں کو ماننے والے کروڑوں خداؤں کو ماننے والے ہر چیز کو خدا ماننے والے اور خدا کا سرے سے انکار کرنے والے سب ہندو ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ خدا مختلف صورتوں میں زمین کے فساد کو دور کرنے کے لیے اوتاروں کی صورت میں اس زمین پر آتا رہتا ہے۔ بدھ مت کے بدھی ستوا اور تبت کے دلائی لامہ تجسیم و حلول (INCARNATION) کے نظریات کے حامل ہیں۔ مصریوں اور عیسائیوں میں یہ عقیدہ رواج پذیر تھا کہ خدا تین ہیں۔ قرآن حکیم نے قل ھو اللہ احد کہہ کر ان سب عقائد باطلہ کو پاش پاش کر دیا اللہ الصمد کہہ کر ان عقائد باطلہ کی تردید کر دی کہ اللہ مادہ و روح کا محتاج نہیں ہے۔ نیز یہ بھی کہ دونوں کہ خالق کی طرح قدیم ہیں۔ لم یلد کہہ کر قوم یہود کی تردید کر دی کہ عزیر ابن اللہ ہے۔ لم یولد کہہ کر ابنیت مسیح کے عقیدے کو رد فرما دیا۔ اور لم یکن لہ کفوا احد فرما کر ی کو خدا کے مساوی درجہ دینے کے شرک و بت پرستی کی قیامت تک پیدا ہونے والی صورتوں کا قلع قمع کر دیا ہندو کا نظریہ الہٰ اور اسلامی نظریہ الہٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن یونیورسٹی کے تقابل ادیان کے پروفیسر ڈاکٹر پرندر (PARRINDER) لکھتے ہیں۔

"Hindu philosophy does not speak of a great creator and omnipotent God with the same certainty as do the Bible and the Quran"

ظاہر ہے کہ بائبل کو انہوں نے تکلفاً ہی شامل کیا ہے۔ ورنہ خدا کی تجسیم اور کفارے و تثلیث کا پرچار کرنے والی مسیحیت توحید کا واضح تصور پیش کرنے کا تصور ہی کب کر سکتی ہے۔

گذشتہ صدی کے ہندو مصلح اور برہمو سماج کے بانی راجہ رام موھن رائے (۱۷۷۴ـ۱۸۳۳) جس نے اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ہی ہنود میں صدیوں سے مروج بت پرستی کے خلاف ایک کتابچہ شائع کیا نیز ستی کی ظالمانہ رسم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور نکاح بیوگان کے لیے زمین ہموار کی بعض مستشرقین نے اس کی توحید پسندی کو عیسائیت کے اثر کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر MITCHELL اپنی کتاب (Hinduism Past and Present) میں لکھتے ہیں۔

" Apparently the monotheism of Islam had impressed him (Raja Ram Mohan Rai even before he knew much of Christianity"

یہ اسلام کے واضح نظریہ توحید ہی کا اثر ہے کہ ہنود میں برہما وشنو اور شو کی تریموری کو اب ایک خدا کی تین صفات یعنی صفت خالقیت، صفت ربوبیت،، صف فنائیت کی تاویل سے بیان کیا جانے لگا ہے۔ اور تو اور عیسائی بھی اسلامی نظریہ توحید کے زیر اثر اب نظریہ تثلیث میں توحید ثابت کرنے کی سعی میں مصروف عمل ہیں۔

بنیادی بات یہ ہے کہ جب انسان توحید کو قلب کی گہرائیوں میں راسخ کر کے لتسئلن یومئذ عن النعیم کے فرمان باری پر یقین کر کے خود کو مسئول و مکلف خیال کر لیتا ہے اور یہ کہ وہ اپنے اعمال کا جوابدہ ہے اور اچھے اعمال پر اسے "رضوان من اللہ" کا حصول اور برے اعمال پر جہنم و سعیر کا ٹھکانہ ملے گا" تو وہ زندگی کے تمام گوشوں میں پوری احتیاط سے چلے گا۔ یہ یقین و ایقان کی نعمت ہی تھی کہ عرب کے ریگزاروں میں تپتے ہوئے پتھروں کی سل کے نیچے دبے ہوئے بلال "احد' احد" پکارتے تھے۔ یہ توحید خالص ہی کا فیضان ہے جس نے انسان کو خود شناس اور خدا شناس بنا دیا۔ مصلح اعظم' ہادی برحق نے مسلمانوں میں توحید کا تصور راسخ کرنے کے بعد انسانی زندگی کے ہر گوشے میں رہنمائی کے لیے امت مسلمہ ہیں کو زریں اصولوں سے نوازا۔

ع ہر قطرہ دریا میں دریا کی ہے گہرائی

لہذا میں صرف اشارات پر اکتفا کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

معاشرتی اصلاح:۔ عقائد و نظریات کی اصلاح کے بعد اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرتی اصلاحات پر نظر ڈالیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے جوا' شراب اور قتل و خونریزی جیسی معاشرتی برائیوں سے معمور معاشرے کا ایک پاکیزہ اور مثالی معاشرہ بنا دیا۔ مصلح اعظم نے عورت کو سر کا تاج یا پاؤں کی جوتی بنانے کی بجائے افراط و تفریط سے ہٹ کر اسے اسلامی معاشرے کا صحیح اور باعزت مقام عطا فرمایا اور مہر، نفقہ، رہائش، میراث اور حسن معاشرت کے جائز حقوق دلوائے۔ عورت والدہ ہے تو اسے "الجنة تحت اقدام الامھات" کی نوید مسرت سے نوازا۔ بیوی ہے تو "ھن لباس لم و انتم لباس لھن" اور" عاشر و من بالمعروف" نیز " لھن مثل الذی علیھن بالمعروف" کا مژدہ جانفزا سنایا۔ بیٹی کو رحمت قرار دیا۔ یہود کے طریق طلاق کی شدت اور عیسائیت کی یہ تعلیم کہ جسے خدا نے جوڑا ہے بندہ اس سے نہ توڑے دونوں میں اعتدال و توازن پیدا کر کے "فمتعوھن و سرحوھن سراحا جمیل کے ارشاد سے نظام طلاق کی اصلاح فرمائی۔ حضور نے چوری' بدکاری' تہمت' رہزنی اور قتل کی ایسی موثر اور فطری سزائیں تجویز کیں کہ معاشرہ چند برسوں میں ہی ان سنگین برائیوں سے پاک و صاف ہو گیا۔

علاوہ ازیں حضور نے ناپ تول کی درستی اشیاء میں ملاوٹ سے اجتناب اور اشیاء کے معائب کی نشاندہی کی تلقین فرمائی۔ نیز ناجائز طریق سے کمانے پر قدغن لگائی۔

اصلاح اخلاق:۔ اب ذرا اسلامی نظام اخلاق کا جائزہ لیجئے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آج دنیا کی سب سے بڑی برائی ہر شعبہ حیات میں اخلاقی قدروں کی پامالی ہے۔ لیکن سرتاج انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد ہی محاسن اخلاق کی تکمیل قرار دیا۔ اور فرمایا انما بعثت لا تمم حسن الاخلاق آپ نے شجاعت' صداقت' امانت' جرات' صبر' توکل' ثابت قدمی' اولوالعزمی' عفو و درگزر' وعدہ

ایفائی، خندہ پیشانی، خوش گفتاری، تہذیب و شائستگی الختصر جملہ فضائل اخلاق کے اپنانے اور رذائل اخلاق سے مجتنب رہنے کی نہ صرف تلقین فرمائی بلکہ خود اخلاق فاضلہ کے اس نقطہ کمال پر پہنچے کے خود معبود حقیقی اور اس وسیع کائنات کے خالق و مالک نے ''انک لعلی خلق عظیم'' کا ہدیہ تحسین پیش کیا۔

اب ذرا نظام سیاست کا سرسری جائزہ لیجئے

سیاسی اصلاح:۔ مصلح اعظم نے اسلامی سلطنت کا یہ فریضہ قرار دیا کہ وہ عوام الناس کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرے۔ معاشی تحفظ کی ضامن ہو اور شخصی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی دے۔ آپ نے ان اصولوں پر مبنی ایک فلاحی ریاست کا عملی نمونہ پیش کر کے انسانیت پر ایک بہت بڑا احسان فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیسیوں جنگوں میں مصروف رہنے والے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے قبائل کو شیر و شکر کر دیا۔ معاشرے میں نظم و ضبط قائم کیا۔ عوام کو اتحاد یگانگت کا درس دے کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔'' **و شاورھم فی الامر** '' اور '' **امرھم شوری بینھم** '' کے الہامی ارشادات سے آمریت کے بت کو پاش پاش کر دیا۔ '' **لا یجرمنکم شنان قوم علی ان تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی** '' کا وہ زریں اصول دیا۔ جس کی مثال عدل و انصاف کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

خود اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں'' **لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا** '' فرما کر عدل و انصاف کی تاریخ میں ایک زریں باب کا اضافہ فرمایا۔

یہ امر تعجب خیز ہے کہ یتیم بطحا' یکہ و تنہا راہ حق میں نکلتا ہے تو فضل باری سے اس قدر نوازا جاتا ہے کہ سلطنت کا رقبہ دس لاکھ مربع میل تک جا پہنچتا ہے۔ مدنی زندگی کے دس برس غزوات کے تسلسل میں گزر جاتے ہیں حق و باطل کے فیصلہ کن معرکے پیش آتے ہیں۔ لیکن صرف چند افراد ہلاک ہو جاتے ہیں اس کے مقابلے میں ذرا روس اور فرانس کے انقلاب کا نتیجہ سامنے رکھیں۔ یا پھر مقدس کتب کی تعلیمات کا جائزہ لیں۔ رگ وید، چوتھے منڈل منتر ۱۶ میں مذکور ہے۔

> ''اس نے ۵۰ ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا'' ذرا بائبل کا حوالہ ملاحظہ ہو'' بنی اسرائیل نے دشمن کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا۔
>
> اور بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ بائبل میں مذکور ہے کہ:
>
> '' موسیٰ ان فوجی سرداروں کو جو ہزاروں سینکڑوں کے سردار تھے اور جنگ سے لوٹے تھے۔ جھلایا اور ان سے کہنے لگا: ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو''

لیکن مصلح اعظم نے قوانین صلح و جنگ میں زریں اصلاحات فرمائیں ضعیف معذور افراد ۔عورتیں اور بچوں پر ہتھیار نہ اٹھانے کی تلقین کی اور جانوروں' پھلدار درختوں اور کھیتوں کے گھیراؤ جلاؤ کی ممانعت فرمائی۔

فتح مکہ کے منظر پر ایک نظر ڈالیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قابل جرنیل کی تمام خصوصیات و محاسن سے متصف و آراستہ نظر آتے ہیں چنانچہ چاروں اطراف سے لشکر کو مکہ میں داخل کرنا کس قدر جنگی بصیرت پر مبنی ہے۔ لیکن دشمن کی بے چارگی کے باوجود ان کا قتل عام کرنے کے بجائے خون کے پیاسوں کو **لا تثریب علیکم الیوم** کا پیغام رحمت سنا کر قوانین جنگ کی جو اصلاح فرمائی پوری تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بہت بڑی خصوصیت جو ہمیں دنیا کے کسی قائد میں بھی نظر نہیں آتی، یہ بھی ہے کہ فتح مکہ پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت، خون کا سیلاب لانے کے بجائے، تشکر و امتنان کے جذبات سے آپ کی مبارک آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب امڈ آتا ہے۔ اور آپ کا سر نیاز بارگاہ صمدیت میں جھک جاتا ہے۔ فتوحات کے دائرے کی وسعت کے ساتھ آپ نشہ اقتدار سے نہیں بلکہ زہد و طاعت اور حب الٰہی کی مے سے سرشار نظر آتے ہیں۔ کیف و مستی اور جذب و شوق سے آپ کے پائے مبارک حضور حق میں طول قیام سے متورم ہو جاتے ہیں۔ تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم کا ورق ورق دیکھا جائے۔ کیا ڈھونڈنے سے بھی کوئی ایسی مثال نظر آتی ہے۔

معاشی اصلاحات:۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹنا ایک شنیع اور سنگین جرم قرار دیا۔ قرآن حکیم نے واشگاف الفاظ میں فرمایا **والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم** آپ نے تلقین فرمائی کہ سرمایہ معاشرے میں یوں گردش کرے جیسے رگوں میں خون دوڑتا ہے وہ نظام جس میں چند افراد بے لگام اور بے مہار ہو کر کھل کھیلتے ہیں معاشرے کا خون چوستے ہیں' اسے باطل قرار دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظام معیشت کو تباہ کرنے والی باتوں' چوری' رہزنی' ملاوٹ' سمگلنگ' اور رشوت کی سختی سے ممانعت فرما دی۔ آپ نے اکتناز اور احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کو لعنت قرار دیا۔ اکتناز کی ایک نہایت فاسد صورت سود کا کاروبار ہے۔ جس سے ساری اجتماعی معیشت کی باگ دوڑ چند خود غرض سرمایہ داروں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔

علامہ اقبال کے الفاظ میں

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات
یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ سیاست
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

آپ نے سود کا حرام اور سنگین جرم قرار دیا۔ رشوت ستانی اور جوئے کی قسم کی ہر تجارت کو فرمان خداوندی'' **لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل** '' سے حرام ٹھہرایا۔ معاشرے میں خوشحالی اور غربا کی کفالت اور اعانت کے لیے عشر و زکوۃ واجب فرمائے اور'' **تؤخذ من اغنیاھم و ترد علی فقراءھم** '' کے زریں اصول سے محتاجوں کی حاجت روائی کا مستقل سامان کر دیا صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دے کر امیر و غریب کے درمیان نفرت کی خلیج کو پاٹ دیا اور محبت و احترام کے جذبات پیدا کر کے اخوت میں پرو دیا۔ ضرورت سے زائد سب مال خرچ کرنے کی تلقین فرمائی۔ تاکہ گردش دولت کی افادیت حاصل ہو۔ آپ نے بیروزگاروں کو مایوسی کے اندھیروں سے نکال کر انہیں محنت و مشقت اور کسب حلال کے لیے آمادہ کیا۔ مزدور کا حق اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ آج اگر نظام زکوۃ و عشر کو واجب اور انفاق و صدقات کی ترغیب کو فروغ دیا جائے تو معاشرے میں کوئی فرد مفلس اور حاجتمند رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نشتر مرحوم کا یہ شعر یاد آ گیا۔

ترے فیض عام سے بہرہ ور نہ ہو اگر تو مری خطا
مرے ہاتھ کی ہے یہ کوتاہی تری زلف گرچہ دراز ہے

اس لذیذ حکایت اور فخر و انبساط کے جذبات سے محظوظ ہونے کے بعد آخر میں ایک

التماس کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ اس امر سے انکار نہیں کہ ذکر الہٰی سے ہم اپنے ذوق ایمانی میں حلاوت اور روح کی اتھاہ گہرائیوں میں ایک روح پرور کیفیت محسوس کرتے ہیں اس امر سے بھی انکار نہیں کہ ہم بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود و سلام انتہائی عقیدت و احترام سے پیش کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ مصلح اعظم کے ساتھ ہماری عقیدت و وابستگی کا تقاضا کیا صرف اسی قدر ہے؟

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۶۵ء میں جب مجھے اس سٹیج سے شرف خطاب حاصل ہوا تھا تو میں نے مختلف انسائیکلو پیڈیاز اور کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر مستشرقین کے نارو احملوں کا ذکر کیا تھا۔ آج صرف ایک انسائیکلو پیڈیا سے جسے اتفاق سے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کہا جاتا ہے' بخوف طوالت' صرف چند حوالے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا غور فرمایئے کہ آپ کی تاریخی شخصیت جو کسی بھی مصلح کو آج تک نصیب ہوئی' کے متعلق لکھا ہے۔

"The problems which concerm Muhammad's emergences as a religious reformer are of the utmost importance but offer the greatest difficulties to the student in view of the insufficient material available in the sources"

(P.391)

اس سے آگے نہایت گستاخانہ انداز میں یہ بیان ہے۔

"The main question is: whence did Muhammad, who everywhere betrays a great receptivity for foreign matter, get his ideas? That he originally shared the religious conceptions of his milieu in every way the most natural supposition"

اس کے بعد بتایا ہے کہ بت پرستی کا قلع قمع کرنے والا مصلح اعظم نعوذ باللہ خود بت پرست تھا:

"and the statement of Ibn-al-Kalbi that he once brought a sheep as a sacrific to al-uzza"

یہ باور کرانے کی مذموم کوشش کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گردو پیش کے عقائد کو اپنایا تھا۔ زمین ہموار کرنے کے بعد اب مصنف کے دل کا زہر حروف کی صورت میں صفحۂ قرطاس پر آ جاتا ہے

"These new ideas point mainly to the religious of "the possessers of a scripture" Judaism and christianity- and he was concious of this."

اب ایک اور مزعومہ سوال کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیت اور عیسائیت کی تعلیم کو اچک کر نعوذ باللہ قرآن حکیم میں شامل کر دیا۔

"The stories reproduced, e.g the long account of Joseph, show that he was indirectly dependent on the Bible and not only the old but also on the New Testament."

یہ اقتباسات آپ کی ذات گرامی پر آرٹیکل کے صرف ایک صفحے کی تحریر سے پیش کیے گئے ہیں۔ پوری ضخیم کتاب تو کجا صرف یہی ایک مضمون پڑھنے سے خون کھولنے لگتا ہے۔ زبان اور قلم ان نازیبا الفاظ کو بیان کرنے کے لیے ساتھ نہیں دیتے۔ اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ کیا غلطی صرف مستشرقین کی ہے یا کچھ ہماری بھی کوتاہی ہے؟

میں اپنی ایک تجویز پر اپنے مقالے کو ختم کرتا ہوں۔ وہ تجویز یہ ہے کہ جمعیۃ الفلاح جو بفضل تعالیٰ قومی اور ملی صلاح و فلاح کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اس کی سیرت اکیڈمی کے زیر اہتمام ایک ایسا ریسرچ سنٹر ہونا چاہیے جو سیرت پر چھپنے والی اندرون ملک اور بیرون ملک تمام کتب کو جمع کر کے ان میں لغو نارو اور بے سروپا مواد کا مواخذہ کرے۔ اس کا شافی جواب دے اور اس سلسلے میں مناسب اقدام کے لیے حکومت کو مشورہ دے۔

نیز مصلح اعظم کی سیرت طیبہ پر مختلف استعداد رکھنے والے مخاطبین کیلیے مختلف علمی سطحوں پر مستند اور بلند پایہ کتب انگریزی زبان میں تصنیف کی جائیں جن میں آپ کی صلاحیتوں اور زندگی کے ہر گوشے میں کی جانے والی اصلاحات کو نئے عالم کی روشنی میں مدلل طور پر پیش کیا جائے۔

آپ کو علم ہوگا کہ حال ہی میں بائبل کی تعلیمات پر جو مصور انسائیکلو پیڈیا شائع ہوا ہے اس میں بائبل کی تعلیمات بچوں کے لیے ابجدی طریق پر آسان اور دلنشیں انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ کیا ہم پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ ہم بھی مصلح اعظم کی روشن تعلیمات اور انسانی زندگی کے لیے عطا کردہ زریں اصول کو اطراف و اکناف عالم تک قابل قبول جاذب اور احسن طریق سے پہنچائیں۔ تاکہ دکھی انسانیت اپنے دکھوں کا مداوا آپ کی ہمہ گیر کامل مکمل جامع اور واضح تعلیمات سے حاصل کر سکے۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ ہماری زندگی کی کامیابی و کامرانی کا انحصار اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ لہٰذا زندگی کے ہر مرحلے میں ہمہ گیر اصلاح صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم حکمت ربانی کے چشمہ نور "سراجاً منیراً" کی نورانی ہدایت سے مستنیر ہوں۔

میلاد مصطفیٰ اکابر امت کی نظر میں

تحریر: غلام مصطفیٰ مجددی

ہر مسلمان اپنے پروردگار تعالیٰ کے دربار میں عجز و نیاز کیساتھ یہ دعا مانگتا ہے "اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنا انعام فرمایا۔" (سورۃ الفاتحہ) پھر قرآن پاک نے اہل انعام کی وضاحت بھی بڑے خوبصورت انداز میں بیان کر دی ہے۔

اللہ نے انعام فرمایا نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں پر (سورۃ النساء) گویا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان عظیم القدر انسانوں کے نقش قدم پر چلنا ہی پسندیدہ عمل ہے اور منزل عرفان الٰہی کے حصول کا روشن ذریعہ ہے اگر گوہر ہدایت سے اپنا دامن مراد تابناک کرنا ہو تو

خاک شو مردان حق را زیر پا

ارشاد باری ہے

و من یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم

ترجمہ: اور جس نے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کی اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کیا ہم پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف وہ چاہتا ہے۔ اور اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔

ان درخشاں دلائل و براہین کے ہوتے ہوئے ہی فقہائے کرام نے فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ اجماع امت قرار دیا ہے۔ اسی سلسلے میں "مسلمہ شخصیات کی آراء" کو بھی بہت اہمیت دی گئی ہے یاد رہے کہ "کسی زمانے میں تمام مجتہدین اور علماء کا کسی فیصلے پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے" (تفہیم الفقہ ص ۶۸) اور مسلمہ شخصیات کی آراء سے مراد کسی مسلمہ عالم دین کا قول فتاوی، ثالثی، عدالتی فیصلہ اور سرکاری و غیر سرکاری ہدایات وغیرہ ہیں۔ مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ آئین اسلام میں اہل علم و فضل کا از حد احترام کیا جاتا ہے بلکہ عوام کے عرف و رواج کو بھی نگاہ میں رکھا گیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے عرب جاہلی کے اچھے رسم و رواج کو اسلامی شریعت کا تشریعی مادہ کہا ہے۔ مثلاً اسلام سے پہلے دیت، سو اونٹ رائج تھی جس کو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ایک کاہنہ عورت کی تجویز پر قبول کیا تھا۔ یہی معاوضہ صحابہ و تابعین کے دور میں رہا اس باب میں اسی پر فقہی مسائل و احکام کا دارومدار ہے گویا رسول اللہ ﷺ نے فاسد رسموں سے منع کیا اور اچھی رسموں کے قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔

(تفہیم الفقہ ص ۵۸) قرآن پاک کا حکم ہے

خذ العفو و امر بالمعروف

عفو سے کام لیجئے اور عرف کا حکم دیجئے

حدیث پاک میں ہے۔

ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن

جو چیز مسلمانوں کو اچھی لگتی ہے وہی اللہ کے نزدیک اچھی ہے

(موطا امام محمد ص ۱۴۰ کتاب الروح ص ۱۰ مرقات شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام)

تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے کہ دور صحابہ سے لے کر آج تک مسلمانوں کی اکثریت اجماعی طور پر میلاد مصطفیٰ کے جواز، ضرورت و اہمیت اور برکات و انوار پر تہ دل سے متفق نظر آتی ہے۔ یعنی میلاد مصطفیٰ کا انعقاد، مسلمانوں کے اجماعی عرف و عادت اور پاکیزہ رسم و رواج میں داخل ہے۔ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ جید صحابہ کرامؓ نے محافل و مجالس منعقد کر کے حضور سرور کونین ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات و معجزات کا ذکر کیا ہے۔ اگر بالفرض دور صحابہ کے بعد ہی کسی عاشق نے اس پاکیزہ رسم کی ابتداء کی تو کونسا برا ہوا سرور کونین ﷺ کی حدیث صحیح ہے۔

جس نے اسلام میں سنت حسنہ یعنی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اس اچھے طریقے پر عمل کیا گیا تو اس شخص کو اتنا ہی اجر و ثواب ہے جتنا کے اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کو ملے گا۔

(مسلم شریف جلد سوم ص ۱۸۰۷، مشکوٰۃ جلد اول کتاب العلم)

اس کار خیر پر تمام عالم اسلام نے محبت و الفت کے پاکیزہ جذبات کے ساتھ عمل کیا حجاز مقدس میں میلاد پاک کی محفلیں منعقد ہوتی رہیں (جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے "فیوض الحرمین" میں لکھا ہے اور دیگر بلاد اسلامیہ میں اس کا بہترین اہتمام ہوتا رہا جلیل المرتبت علماء نے میلاد پاک کی حقانیت پر جامع و مبسوط کتابیں رقم فرمائیں اور معتبر شارحین حدیث نے اپنی تصنیفوں میں شرح و بسط کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کسی بھی قابل ذکر عالم دین نے اس کار خیر کی تردید نہیں کی۔ جب علامہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ جیسے نقادفن نے برکات میلاد کو تسلیم کیا ہے تو کسی اور کی تنقید پر کون کان دھرے گا ابن تیمیہ کا فیصلہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی محفل میلاد کی تعظیم اور سالانہ محفل میلاد کا انعقاد بعض لوگ کرتے ہیں اور اچھے ارادے اور نیک نیت سے اس محفل کو منعقد کرنے والے کیلئے حسن قصد کی بدولت اس میں اجر عظیم ہوتا ہے نیز اس میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم ہے (حوالہ الاحتفال از محمد بن علوی المالکی ص ۱۲)

کریم ﷺ کے میلاد پاک کی خوشی منائے تو وہ خوشی دوزخ کی آگ کیلئے پردہ بن جائیگی۔

و من انفق فی مولده درهما كان المصطفى ﷺ له شافع و مشفعا

جس نے اسلام میں سنت حسنہ یعنی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اس اچھے طریقے پر عمل کیا گیا تو اس شخص کو اتنا ہی اجر و ثواب ہے جتنا کے اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کو ملے گا

اب مندرجہ ذیل سطور میں اکابر امت کے قول عمل سے میلاد مصطفیٰ کے جواز، ضرورت و اہمیت اور برکات و انوار کو ثابت کیا جاتا ہے۔ دیکھئے کتنے خوبصورت الفاظ میں انہوں نے اس ایمانی تقاضے کو تسلیم کیا ہے۔

تعامل صحابہ اور حضور ﷺ کی بشارت

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک دن اپنے گھر ایک اجتماع سے نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے واقعات بیان کر رہے تھے صحابہ کرام بڑے محظوظ ہو کر حمد الٰہی اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھ رہے تھے۔ اسی اثناء میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا

حلت لكم شفاعتی

تمہارے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(السر المنظم فی المولد النبی الاعظم تنویر لابی الخطاب الا ندلسی ذکرہ الزرقانی) بحوالہ محمد نور از علامہ منشا تابش قصوری)

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کے نبی کریم ﷺ کی معیت میں حضرت عامر انصاریؓ کے گھر گیا وہ اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کو ولادت مصطفیٰ کے واقعات کی تعلیم دے رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ یہی وہ دن ہے یہی وہ دن ہے جس دن حضور جلوہ گر ہوئے پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان الله فتح لك ابواب الرحمه و ملائكه كلهم يستغفرون لك

و من فعل فعلك نجى نجاتك

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور تمام فرشتے تمہاری مغفرت کی دعائیں مانگ رہے ہیں اور جو شخص تمہاری طرح (محفل میلاد) منعقد کرے گا وہ تمہاری طرح نجات پائے گا۔ (ایضا)

حضرت عباسؓ نے سنہ ۹ ھ میں غزوہ تبوک سے واپسی پہ حضور کے سامنے حضور کا ظم میں ذکر ولادت فرمایا (ابن کثیر میلاد مصطفیٰ ص ۲۹)

علامہ ابن جوزی کا بیان

محدث شہیر حضرت ابو الفرج عبدالرحمٰن بن جوزیؒ فرماتے ہیں جو نبی

اور جو میلاد مصطفیٰ پر ایک درہم خرچ کرے حضور ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں گے جو قبول ہوگی۔''

(مولد العروس ص ۹ مطبوعہ بیروت)

علامہ ابن حجر کا بیان

حضرت علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں'' میلاد پاک کی محفلیں اور اذکار جو ہمارے ہاں کئے جاتے ہیں ان میں اکثر بھلائی پر مشتمل ہیں مثلاً صدقہ و ذکر، حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام اور ان کی مدح و ثناء وغیرہ (فتاوی حدیثہ ص ۲۹ مطبوعہ مصر)

امام ابو شامہ کا بیان

حضرت امام ابو شامہ استاذ الحدیث شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں'' ہمارے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' ہمارے زمانے میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں۔ اور اظہار مسرت کیلئے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں کئی فائدے ہیں فقراء و مساکین کیساتھ احسان و مروت کا برتاؤ ہوتا ہے نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے اس کے دل میں محبوب خدا کی محبت و عظمت کا جذبہ ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب کو پیدا فرما کر اور رحمت للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا یہ اس کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ جس کا شکریہ ادا کرنے کیلئے اس مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ (السیرہ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۸۰ از علامہ علی بن برہان الدین حلبی)

امام اسماعیل حقی کا بیان

حضرت اسماعیل حقیؒ فرماتے ہیں

میلاد شریف کا انعقاد کرنا حضور ﷺ کی تعظیم ہے جبکہ بری باتوں سے خالی ہو، امام سیوطیؒ فرماتے ہیں رسول پاک ﷺ کی ولادت باسعادت پر اظہار تشکر کرنا مستحب ہے۔ (تفسیر روح البیان جلد نہم صفحہ ۵۶)

امام احمد قسطلانی کا بیان

حضرت امام احمد بن قسطلانیؒ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی ولادت کے مہینے

میں اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور خوشی کیساتھ کھانا پکاتے اور دعوتیں کرتے۔ راتوں کو قسم قسم کے صدقے اور خیرت بانٹتے، خوشی کا اظہار کرتے، نیک کاموں میں حصہ لیتے اور آپ کا میلاد شریف پڑھنے کا خاص انتظام کرتے آرہے ہیں۔ چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور میلاد شریف کے خواص میں آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد پڑھا جاتا ہے وہ سال مسلمانوں کیلئے حفظ وامان کا سال ہوتا ہے میلاد کرنے سے دلی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ اس پر رحمتیں نازل کرے جس نے ولادت کی مبارک راتوں کو خوشی کی عیدیں بنالیا۔ کہ یہ میلاد کی عیدیں سخت مصیبت ہو جاتی ہیں اس پر جس کے دل میں مرض عناد ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۲۷ مطبوعہ مصر) زرقانی علی المواہب جلد

رسول اللہ ﷺ کی محفل میلاد کی تعظیم اور سالانہ محفل میلاد کا انعقاد بعض لوگ کرتے ہیں اور اچھے ارادے اور نیک نیت سے اس محفل کو منعقد کرنے والے کیلئے حسن قصد کی بدولت اس میں اجر عظیم ہوتا ہے نیز اس میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم ہے

اول ص ۱۳۹ مطبوعہ بیروت)

امام ربانی کا بیان

عارف حقانی، شہباز اوج لامکانی، غوث صمدانی قیوم دورانی سیدنا الشیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں۔

اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت ومنقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے، منع تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف کو تبدیل وتحریف کیا جائے اور الحان کے طریق سے آواز پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو شعر میں بھی ناجائز ہیں اگر ایسے طریقہ سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ مستحق نہ ہوں اور اس کو صحیح غرض سے تجویز کریں تو کونسا امر مانع ہے؟ (مکتوبات شریف جلد سوم ص ۱۵۷)

امام عسقلانی کا بیان

حضرت امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں "امام سہیلؒ نے ذکر کیا کہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد خواب میں اسے دیکھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی راحت نہیں ملی، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے حضرت عباسؓ فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ حضور ﷺ کی ولادت پیر کے دن ہوئی اور ثوبیہ نے ابولہب کو آپ کی پیدائش کی خوش خبری سنائی تو ابولہب نے اس کو خوش ہو کر آزاد کر دیا تھا۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد نہم ص ۱۱۸ مطبوعہ بیروت)

یاد رہے کہ یہ حدیث پاک صحیح بخاری میں موجود ہے اور اس کو بنیاد بنا کر علماء کرام نے میلاد مصطفیٰ پہ محبت ومسرت کا اظہار کرنا باعث ثواب ٹھہرایا ہے۔

عبدالحق محدث دھلوی کا بیان

محقق علی الاطلاق الشیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

یہاں میلاد کرنے والوں کیلئے سند ودلیل ہے کہ حضور ﷺ کی میلاد کی شب خوشی منائیں اور مال خرچ کریں یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی اور باندی آزاد کر دینے کی اسے جزا دی گئی تو مسلمان کا کیا حال ہوگا جو محبت ومسرت اور صرف اور صرف مال سے بھرا ہوا ہے، (مدارج النبوۃ جلد دوم مطبوعہ لاہور) اور فرماتے ہیں "شب میلاد" شب قدر سے افضل ہے۔"

(ما ثبت بالسنہ ص ۵۹)

اس مقام پر حافظ شمس الدین محمد بن ناصر نے کیا خوب کہا ہے

اذا کان ھذا کافر جاء ذمہ و تبت یداہ فی الجحیم مخلدا اتی انہ فی یوم الاثنین دائما یخف عنہ للسرور باحمدا و ما الظن بالعبد الذی کان عمرہ باحمد مسرورا و مات موحدا

یعنی ایک کافر (جس کی مذمت قرآن نے بیان کی) کو اگر سوموار کے دن حضور کے میلاد کی برکت سے تخفیف عذاب ہو جاتی ہے تو اس بندہ مومن کے بارے میں کیا خیال ہے جو تمام عمر حضور کا میلاد مناتا رہا اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے رخصت ہوا۔ (ضیاء النبی جلد دوم ص ۵۵ مطبوعہ لاہور)

خواجہ احمد سعید دھلوی کا بیان

حجۃ الاسلام الشاہ احمد سعید دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں" میلاد مصطفیٰ کے دلائل پوچھنے والو، یاد رکھو، میلاد شریف کی محفل میں آپ کے کمال شان پر دلالت کرنے والی آیات، صحیح احادیث، ولادت باسعادت، معراج شریف، معجزات اور وصال کے واقعات کا بیان کرنا ہمیشہ سے بزرگان دین کا طریقہ رہا ہے لہذا اتمہارے انکار کی ضد کے سوا کوئی وجہ نہیں (رسالہ اثبات المولد والقیام ص ا مطبوعہ لاہور)

الشیخ طاہر محدث پٹنی کا بیان

حضرت علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ربیع الاول کا مہینہ انوار کا منبع اور رحمت کا مظہر ہے یہ ایسا مہینہ ہے کہ ہر سال اس مہینے میں خوشی کا اظہار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مجمع البحار جلد سوم ص ۵۵۰ مطبوعہ لاہور)

الشاہ ولی اللہ کا بیان

محدث کبیر حضرت الشاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''میں مکہ مکرمہ میں میلاد مصطفیٰ کے دن مولد مبارک میں تھا اس وقت لوگ آپ پر درود شریف پڑھتے تھے اور آپ کی ولادت کا ذکر کرتے تھے آپ کے معجزات بیان کرتے جو آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے۔ میں نے اس مجلس میں انوار و برکات دیکھے تو تامل کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ انوار ان ملائکہ کے ہیں جو ایسی مجالس اور مشاہد پر موکل مقرر ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوار رحمت آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ (فیوض الحرمین ص ۲۷)

قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے والد گرامی حضرت الشاہ عبدالرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا معمول بھی تحریر فرمایا ہے کہ وہ ہر سال میلاد پاک کے دن حضور ﷺ کے نام ایصال ثواب کیا کرتے تھے۔ ایک سال ان کے پاس کچھ نہ تھا تو انہوں نے بھنے ہوئے چنے ہی پیش کر دیئے بارگاہ رسالت میں ان چنوں کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔ (الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص ۸) معلوم ہوا کہ خاندان ولی اللہی کا مشرب تھا کہ وہ محفل میلاد کا اہتمام کر کے ذوق و شوق سے محبوب خدا کی عظمتیں بیان کرتے تھے نیز اس عمل کو باعث نجات سمجھتے تھے کاش خاندان ولی اللہی کی محبت کا دم بھرنے والے نجد و دیو بند کے علماء بھی اس کار خیر کیساتھ مذاق کرنا چھوڑ دیں اور شرک و بدعت کے سنگین فتوے واپس لے لیں۔

عبدالعزیز محدث دہلوی کا عمل

حضرت عمدۃ المحدثین الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ ۱۲ ربیع الاول شریف کو لوگوں کو اکٹھا کرتے اور ولادت پاک کا ذکر کرتے بعد ازاں کھانا اور مٹھائی تقسیم کی جاتی۔ (الدر المنظم ص ۸۹)

امداد اللہ مہاجر مکی کا بیان

دیو بندی علماء کے پیر و مرشد حضرت الشیخ الحاج امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''اس میں کسی کو کلام نہیں کہ نفس ذکر ولادت شریف، حضرت فخر آدم سرور عالم ﷺ موجب خیرات دنیوی و اخروی ہے''

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۴)

مشرب فقیر یہ ہے کہ محفل میلاد میں شریک ہوتا اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔'' (ایضا)

مولود شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں۔ اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔ (امداد المشتاق ص ۵۰)

سید جعفر برزنجی کا بیان

عارف کامل السید جعفر برزنجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بے شک نبی کریم ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن سمجھا ہے جو صاحب روایت و درایت تھے تو شادمانی اس کیلئے جس کی نہایت مراد و مقصود نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے۔

(عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر)

سید احمد زین مکی کا بیان

حضرت مولانا سید زین دحلان مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی تعظیم سے ہے کہ حضور کی شب ولادت کی خوشی کرنا، مولد شریف پڑھنا اور ذکر کرنا ولادت اقدس کے وقت کھڑا ہونا اور حاضرین کو کھانا کھلانا یہ مسئلہ میلاد اور اس کے متعلقات کا ایسا ہے کہ جس میں مستقل کتابیں لکھی گئیں بکثرت علماء کرام نے اس کا اہتمام فرمایا اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتابیں تالیف فرمائیں (الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ)

امام احمد رضا خان کا بیان

امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کا عزم دیکھیے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

اور فرمایا

غیظ سے جل جائیں بے دینوں کے دل
ذکر آیات ولادت کیجئے

اور اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے اپنی کتاب اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ میں حضرت امام تقی الدین سبکی حضرت جعفر بن اسماعیل علوی مدنی، مولانا حسین بن ابراہیم مالکی، مولانا صدیق بن عبدالرحمٰن کمال مدرسی، مولانا عبداللہ بن محمد حنفی، مولانا محمد بن غرب شافعی مولانا عبدالجبار حنبلی، مولانا عباس بن جعفر مولانا علی طحان علیہم الرحمہ جیسے علمائے عرب کی عبارات و تصدیقات سے میلاد و قیام میلاد کو ثابت فرمایا ہے۔

شاہ ابو الخیر دہلوی کا عمل

خانقاہ مظہر دہلی کے سجادہ نشین اور خاندان مجددی کے گل سر سبد حضرت الشاہ ابوالخیر کا عمل ملاحظہ کیجئے۔

''جب میلاد پڑھا کرتے تھے اہل نسبت اور اصحاب باطن پر عجیب و غریب کشوفات ہوتے تھے میلاد شریف کے مخالف اور اس کو کل بدعۃ ضلالۃ کہنے والے افراد جیسے مولوی اشفاق الرحمٰن اور صدر بازار دلی کے اہل حدیث جو اچانک آزمائش کیلئے اس مبارک محفل میں آ گئے تھے اور یہی کہتے ہوئے گئے کہ بڑی

بابرکت محفل تھی تو پھر نیک دل افراد پر اگر بعض حقائق کا اظہار ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

گر میل کند سوئے ہلال عجبے نیست
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا

(مقامات خیر ص ۱۰۴ مطبوعہ دہلی از الشاہ ابوالحسن زید فاروقی)

پیر مہر علی شاہ کا فتوی

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

''مسلمانوں کے لئے خوشی میلاد جائز ہے'' (میلاد النبی ص ۱۹)

ملا علی قاری کا بیان

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جواز میلاد پہ ۲۰ دلائل پیش کیے ہیں

دوسری دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے یوم ولادت کی خود تعظیم فرماتے تھے اور اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے اور اس دن کی تعظیم کیلئے ہر پیر کا روزہ رکھتے تھے جیسا کہ مسلم نے حضرت ابوقتادہؓ سے روایت کی۔

چھٹی دلیل میں فرماتے ہیں۔

محفل میلاد نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا محرک و سبب ہے اور چیز مطلوب کا شرعی سبب ہو وہ بھی شرعاً مطلوب ہوتی ہے (المولد الروی ص ۱۷ مطبوعہ مدینۃ المنورہ)

کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہتر ہے وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے چنانچہ مسلمانوں کیلئے اس وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوہ رسول کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے ان جذبات کو قائم رکھنے کیلئے تین طریقے ہیں وہ طریقے یہ ہیں۔

۱۔ انفرادی طور پر درود شریف پڑھنا۔

۲۔ اجتماعی طور پر محافل میلاد النبی منعقد کرنا۔

۳۔ کسی مرشد کامل کی صحبت اختیار کرنا

(آثار اقبال ص ۳۰۵ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

حضرت علامہ محفل میلاد میں شریک بھی ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج کی محفل میلاد میں شرکت کی، تقریر بھی فرمائی۔

اکبر الہ آبادی کا بیان

لسان العصر سید اکبر الہ آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

سال و مہ خوش ہیں روز خوش، شب خوش
وحشی دشت خوش، مہذب خوش
ہیں غرض آپ کی ولادت سے
مستر ابلیس کے سوا سب خوش

قرون اولیٰ سے اکابر علمائے اسلام یوم ولادت آنحضرت ﷺ کو خیر و برکت کا دن مانتے اور اسے عید سعید کی طرح مناتے چلے آئے ہیں ان اکابر علماء میں وہ زعمائے ملت بھی شامل ہیں جو ارتکاب بدعت کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے بلکہ جن کی مبارک زندگیاں بدعات کو ختم کرنے کیلئے اور سیئات کے خلاف جہاد کرنے میں گزری ہیں

ابن عابدین شامی کا نظریہ

حضرت علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے میلاد شریف کو سننے کیلئے جمع ہونا اعظم عبادت ہے کیونکہ میلاد شریف میں حضور پر بکثرت درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا بار بار ذکر ہوتا ہے اور آپ کے ذکر سے محبت آپ کے قرب کا ذریعہ ہے (میلاد النبی ص ۱۳ از غلام نصیر الدین چشتی)

علامہ اقبال کا بیان

حضرت حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

میرے نزدیک انسانوں کی دماغی و قلبی تربیت کیلئے نہایت ضروری ہے

جمہور مسلمانوں کا رد عمل

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے جید آئمہ کرام، علمائے عظام اور عمائد امت کے دلی احساسات کو بیان کیا ہے ہر صاحب نظر میلاد النبی کی برکات و انوار کو لوٹنے کیلئے بے تاب دکھائی دیتا ہے۔ اب عام مسلمانوں کے عمل کا جائزہ لیں یاد رہے کہ عام مسلمانوں کے عمل کو معمولی نہ سمجھا جائے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ہر حال میں جماعت اور جمہور کیساتھ رہو۔ (مشکوۃ ص ۳۱ مطبوعہ کراچی) اور فرمایا تم سواد اعظم کی پیروی کرو، جو اس سے الگ ہوا جہنم میں گیا (مشکوۃ ص ۱/ ۵۸ اشعۃ اللمعات ص ۱۴۳) سواد اعظیم سے مراد وہ جماعت ہے جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہو (مرقات شرح مشکواۃ ص ۱/ ۲۴۹)۔

الحمد للہ! پوری دنیا کا جائزہ لیا جائے تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت سنی المسلک، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اشعری، ماتریدی ہے۔ دور

صحابہ کرام سے لیکر آج تک اسی مسلک مہذب کو اسلام کے عقائد ونظریات کی صحیح ترجمانی کا شرف حاصل رہا ہے اور اسی کیساتھ آخرت کی کامیابی کا دارومدار ہے جو اس سے دور ہوا گویا اس نے اپنی تباہی و بربادی کا سامان تیار کر لیا۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

جس نے جماعت سے بالشت بھر جدائی اختیار کی اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ (مشکواۃ مرقات ص/۲۵۵)

شروع سے لیکر آج تک ہر مسلمان اپنے آقا و مولا حضور علیہ السلام کا دن منانا اپنے لئے بہترین توشۂ آخرت سمجھتا ہے۔

مولانا کوثر نیازی صاحب لکھتے ہیں

قرون اولی سے اکابر علمائے اسلام یوم ولادت آنحضرت ﷺ کو خیرو برکت کا دن مانتے اور اسے عید سعید کی طرح مناتے چلے آئے ہیں ان اکابر علماء میں وہ زعمائے ملت بھی شامل ہیں جو ارتکاب بدعت کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے بلکہ جن کی مبارک زندگیاں بدعات کو ختم کرنے کیلئے اور سیات کے خلاف جہاد کرنے میں گزری ہیں۔ (میلاد النبی ص ۲۰ مطبوعہ فاروق آباد)

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں رقم ہے۔

''آج تمام اسلامی دنیا میں جشن عید میلاد النبی ﷺ متفقہ طور پر منایا جاتا ہے (مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ص ۸۲۴ جلد ۲۱)

اور حافظ ابوالخیر سخاوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ مصر، اندلس، مغرب کے بادشاہ بڑی شان وشوکت سے جشن عید میلاد النبی مناتے چلے آرہے ہیں۔ (انوار ساطعہ ص ۱۷ مطبوعہ مراد آباد)

سلاطین اسلام میں سے سلطان الملک المظفر ابوسعید، سلطان ابوحمود موسی جیسے جاہ وجلال والے بادشاہ سرکاری سطح پر میلاد النبی کا اہتمام کرتے رہے جیسا کہ ابن جوزی، علامہ محمد رضا اور ابوعبداللہ القسی نے ذکر کیا ہے اور آج بھی سرکاری سطح پر اس عظیم دن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

جلنے والا کون؟

عید میلاد النبی پہ نبی کریم ﷺ کے سچے غلام فرحت وانبساط کا اظہار کرتے ہیں حضور کی عظمت وشوکت کے ترانے الاپتے ہیں جلوس نکالتے ہیں، دعوتیں کرتے ہیں چراغ جلاتے ہیں، یہ خوشی کے انمول لمحات جہاں غلاموں کیلئے سرمایہ سعادت ہیں وہاں دشمنوں کیلئے پیغام الم بھی ہیں وہ جلتے ہیں، کڑھتے ہیں، غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں لیکن یاد رہے کہ جلتے ہوئے دشمنان رسول کو مزید جلانا بھی بہت بڑا ثواب ہے یہ آج سے نہیں جل رہے جب حضور سرور کائنات ﷺ تشریف لائے تو ان جلنے والوں کا سردار ابلیس لعین چیخ مار کر رویا تھا۔ (روض الانف جلد ا ص ۱۸۱) اور جل بھن کر کہنے لگا وہ پیدا ہو گیا ہے جو ہمارے نظام کو درہم برہم کردے گا اس کے ساتھیوں نے کہا تم اس کے قریب جاؤ اور ہاتھ لگا کر جنون میں مبتلا کردو۔ جب وہ اس نیت سے آگے بڑھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پاؤں کے ٹھوکر سے وہ عدن میں پھینک دیا (السیرۃ النبویہ ص ۱/۴۷ از وحلان مکی) معلوم ہوا ولادت مصطفی پر رونا، آہ و بکا کرنا، ایک دوسرے کو کوسنا ابلیس کی سنت ہے اور ان رونے والوں کو مزید رلانا، جبرائیل امین علیہ السلام بلکہ جو خدا تعالی کا طریقہ ہے

فزادھم اللہ مرضا و لھم عذاب الیم بما کانو یکذبون

اللہ ان کی مرض کو اور بڑھاتا ہے اور ان کیلئے عذاب دردناک ہے ان کے جھوٹ کی پاداش میں (سورۃ البقرہ)

مانعین کیلئے لمحہ فکریہ

مولانا عبدالسمیع رامپوری کی تحقیق کے مطابق میلاد مصطفی کا سب سے پہلے تاج الدین فاکہانی نے انکار کیا۔ (انوار ساطعہ) بعد ازاں ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار اور علمائے دیوبند اس تحریک میں پیش پیش رہے ایک مولوی صاحب نے تو اس یوم کو ''کنھیا کے جنم دن'' سے تشبیہ دے کر سخت نفرت کا اظہار کیا ہے تاہم کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے میلاد کی اہمیت وضرورت کو تسلیم کیا ہے غیر مقلدین میں سے نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے۔

جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں (الشمامۃ العنبریہ ص ۱۲)

نیز ابن عبدالوہاب نجدی کے لخت جگر عبداللہ بن محمد نے اپنی مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳ پہ علامہ ابن جوزی کا قول نقل کیا۔ جب کافر ابولہب کو جس کی مذمت میں قرآن کریم نازل ہوا نبی پاک ﷺ کی ولادت کی رات خوشی کرنے کی وجہ سے جزا دی گئی تو حید پرست مسلمان کا نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی خوشی کرنے کی وجہ سے کیا حال ہوگا۔

دیوبند کے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کانپور میں مدرس ہوئے تو سالہا سال تک محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرتے رہے قیام بھی کرتے تھے بعد میں ان کو اس کار خیر میں خرابی نظر آنے لگی اب ان کو چاہیے تھے کہ وہ صرف اس خرابی کو رفع کرتے اور میلاد شریف کی محفل صحیح طریقہ پر منعقد کرکے عوام کے سامنے پیش کرتے لیکن انہوں نے کیا کیا یہ سب کو معلوم ہے میں اس المیہ کا کیا بیان کروں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبری نیست کہ نیست

(بزم خیر از زید ابوالحسن فاروق ص ۱۳۳ مطبوعہ دہلی)

یہ شاید مولوی رشید احمد گنگوہی کا اثر تھا کیونکہ موصوف اس معاملہ از حد تشدد پسند تھے۔ یہاں تک کہ پیرومرشد حضرت امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کی کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ کی کاپیاں نذر آتش کردیں بہرحال ایک جگہ مولوی اشرف علی

صاحب لکھتے ہیں ولادت پر فرح جائز وموجب برکت ہے (میلاد النبی ص ۱۰۵)

ادھر ہندوستان میں دیوبندی سپوتوں نے عید میلاد النبی کی چھٹی منسوخ کرانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ کہ یہ دن منانا ان کے نزدیک بدعت و ضلالت کی دلیل ہے ادھر پاکستان میں ۱۹۷۹ء میں مفتی محمود صاحب عید میلاد النبی کے جلوس میں شریک ہوئے (روزنامہ حریت ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء) اور اب انجمن سپاہ صحابہ کی طرف سے خلفائے راشدین کے دنوں پہ چھٹی کرنا اور انہیں سرکاری سطح پر منانے کی اپیل کسی باخبر آدمی سے پوشیدہ نہیں۔

یہ تمام احوال وحقائق دیکھ کر آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ اس دیوبندی اونٹ کی کونسی کل سیدھی ہے۔

کسی کے نزدیک تو میلاد النبی کا اہتمام جائز اور کسی کے نزدیک حرام و بدعت بقول شاعر

خوب پردہ کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

مولوی اسحاق دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

خیر البشر ﷺ کی محفل میلاد میں ولادت بسعادت کا ذکر کرنا موجب فرحت وسرور ہے اور شرع پاک میں فرحت وسرور کیلئے جمع ہونا آیا ہے کہ منکرات و بدعات سے خالی ہو (مایۂ مسائل ص ۳۴)

ہم اس مقام پر نہایت درد دل کیساتھ عرض کرتے ہیں کہ صاحب اگر آپ کے ہاں اتنی لچک موجود ہے تو جانے دیجئے جمہور مسلمانوں کے قول وعمل پر اعتراض کر کے آپ کو کیا حاصل ہوگا یا تو کوئی مضبوط موقف پیش کرنا چاہیے خلفائے راشدین کے دن منانا جائز اور حضور ﷺ کے یوم ولادت پہ خوشی کرنا چھٹی کرنا حرام یہ کہاں کا انصاف ہے۔

امت مرحومہ پہلے ہی افتراق وانتشار کا شکار ہے غیر اسلامی طاقتیں اسلامی نظریات کو حرف غلط کی طرح مٹانے پر تلی ہوئے ہیں۔ اس الم انگیز ماحول میں اگر کوئی اپنے محبوب کی پاکیزہ یادوں کا سہارا ڈھونڈ لے تو آپ کیوں خفا ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سرکار ﷺ کی آمد ھے

میلاد کی ساعت ہے سرکار کی آمد ہے
سانسوں میں حلاوت ہے سرکار کی آمد ہے

افکار میں حدت ہے محبوب کی بعثت ہے
جذبات میں شدت ہے سرکار کی آمد ہے

انوار چمکتے ہیں رخسار دمکتے ہیں
سینوں میں عقیدت ہے سرکار کی آمد ہے

اشعار میں مستی ہے رحمت سی برستی ہے
اظہار محبت ہے سرکار کی آمد ہے

الفاظ مچلتے ہیں، مفہوم سنبھلتے ہیں
پرکیف طبیعت ہے سرکار کی آمد ہے

انفاس پگھلتے ہیں نغمات میں ڈھلتے ہیں
رقصاں دل فطرت ہے سرکار کی آمد ہے

دل زمزمہ پیرا ہے اور جان ثنا گستر
فیضان پہ رحمت ہے سرکار کی آمد ہے

خبیفر رسول فیضان (ر)

قصیدۃ النعمان مترجم

مصنفہ: امام الائمہ سراج الامہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
ترجمہ منظوم بفیضان حضور قبلہ عالم حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب
زیب سجادہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں شریف
مترجمہ: پروفیسر محمد حسین آسی

يا سيد السادات جئتك قاصدا
أرجو رضاك واحتمي بحماكا
ہوا ہوں حاضر دربار اقدس اے شہ
شاہاں رضا کی لے کے امید اور امان خاص کا ارماں

والله يا خير الخلائق إن لي
قلبا مشوقا لا يروم سواكا
قسم اللہ کی اے بہترین خلق! میرا دل ہے
شیدا آپ کا ہرگز نہیں اغیار کا خواہاں

وبحق جاهك إنني بك مغرم
والله يعلم أنني أهواكا
قسم ہے آپ کی عزت کی میں اہل محبت ہوں
خدا شاہد یقینا عشق حضرت ہے مراسا ہاں۔

أنت الذي لولاك ما خلق امرؤ
كلا ولا خلق الورى لولاكا
نہ ہوتے آپ تو ہوتا نہ کوئی شخص بھی پیدا۔ ہے
اک سرکار کا صدقہ ظہور عالم امکاں

أنت الذي من نورك البدر اكتسى
والشمس مشرقة بنور بهاكا
ہوا ہے ماہ کامل آپ ہی کے نور سے روشن
ہوا مہر درخشاں آپ ہی کے فیض سے رخشاں

أنت الذي لما رفعت إلى السماء
بك قد سمت وتزينت لسراكا
یہ حضرت آپ ہیں جب آسماں کی سیر کو نکلے
ہوا آراستہ وہ نیز اپنے بخت پر نازاں۔

أنت الذي ناداك ربك مرحبا
ولقد دعاك لقربه وحباكا
یہ حضرت آپ ہیں اہلاً و سہلاً جن کو فرما کر
نوازے اپنے قرب خاص و ہر مقصود سے رحماں

أنت الذي فينا سألت شفاعة
لباك ربك لم تكن لسواكا
جو مانگا آپ نے اذن شفاعت حق نے فرمایا
کسی کو بھی نہیں تیرے سوا یہ منزلت شایاں

أنت الذي لما توسل آدم
من زلة بك فاز وهو أباكا
پدر ہو کے بھی آدم نے توسل آپ سے چاہا
یہی باعث تھا لغزش کو ملا جو خلعت غفراں

بك الخليل دعا فعادت ناره
بردا وقد خمدت بنور سناكا
خلیل اللہ نے حضرت کے صدقے سے دعا جب کی
بجھی تھی آپ ہی کے نور سے وہ آتش سوزاں

ودعاك أيوب لضر مسه
فأزيل عنه الضر حين دعاكا
پکارا آپ کو ایوب علیہ السلام نے جوش مصائب میں
ہوئے غم دور سارے چھٹ گئے آلام کے طوفاں

بك المسيح أتى بشيرا مخبرا
بصفات حسنك مادحا بعلاكا
بشارت آپ ہی کی دینے آئے حضرت عیسیٰ۔ رہے
وہ آپ کی توصیف میں رطب اللسان ہر آں

وكذاك موسى لم يزل متوسلا
بك في القيامة يحتمي بحماكا
کلیم اللہ دنیا میں بھی حضرت کے تھے متوسل
قیامت میں بھی حضرت ہی کا تھامیں گے پر داماں

والأنبياء وكل خلق في الورى
والرسل والأملاك تحت لواكا

لوائے الحمد کے نیچے اماں لیں گے قیامت میں
خدا کے سب نبی، مرسل، فرشتے، جن اور انساں

لَكَ مُعْجِزَاتٌ أَعْجَزَتْ كُلَّ الْوَرٰى
وَفَضَائِلٌ جَلَّتْ فَلَيْسَ تُحَاكَا

زمانہ ہیچ ہے سرکار کے اعجاز کے آگے
بیاں کیونکر ہو آقا آپ کا اوج و علوئے شاں

نَطَقَ الذِّرَاعُ بِسُمِّهِ لَكَ مُعْلِنًا
وَالضَّبُّ قَدْ لَبَّاكَ حِيْنَ أَتَاكَا

خبر دی گوشت نے خود آپ کو مسموم ہونے کی
کہا لبیک سن کے گوہ نے بھی آپ کا فرماں

وَالذِّئْبُ جَاءَكَ وَالْغَزَالَةُ قَدْ أَتَتْ
بِكَ تَسْتَجِيْرُ وَتَحْتَمِيْ بِحِمَاكَا

شہادت گرگ نے دی اور ہرنی بھی ہوئی حاضر
پئے فریاد و استمداد اے غمخوار محروماں

وَكَذَا الْوُحُوْشُ أَتَتْ إِلَيْكَ وَسَلَّمَتْ
وَشَكَا الْبَعِيْرُ إِلَيْكَ حِيْنَ رَآكَا

اسی صورت وحوش آئے ہیں آقا کی سلامی کو
سنایا آپ ہی کو اونٹ نے حالِ دلِ سوزاں

وَدَعَوْتَ أَشْجَارًا أَتَتْكَ مُطِيْعَةً
وَسَعَتْ إِلَيْكَ مُجِيْبَةً لِنِدَاكَا

درختوں کو بلایا آپ نے تو دوڑتے آئے
سمجھ کر آپ کے ارشاد کو وہ واجب الاذعاں

وَالْمَاءُ فَاضَ بِرَاحَتَيْكَ وَسَبَّحَتْ
صُمُّ الْحَصٰى بِالْفَضْلِ فِيْ يُمْنَاكَا

پڑھی تسبیح دستِ مصطفٰے میں سنگریزوں نے
ہر اک انگلی نبی سرکار کی سرچشمۂ فیضاں

وَعَلَيْكَ ظَلَّلَتِ الْغَمَامَةُ فِي الْوَرٰى
وَالْجِذْعُ حَنَّ إِلٰى كَرِيْمِ لِقَاكَا

ہمیشہ ابر آقا آپ پر سایہ رہا کرتا
ستونِ چوب نے رو کر سنایا قصۂ ہجراں

وَكَذَاكَ لَا أَثَرٌ لِمَشْيِكَ فِي الثَّرٰى
وَالصَّخْرُ قَدْ غَاصَتْ بِهِ قَدَمَاكَا

نشانِ پائے اقدس خاک پہ پڑتا نہ تھا ہرگز
نوازے تھا مگر پتھر کے دل کو یہ مہ تاباں

وَشَفَيْتَ ذَا الْعَاهَاتِ مِنْ أَمْرَاضِهِ
وَمَلَأْتَ كُلَّ الْأَرْضِ مِنْ جَدْوَاكَا

مریضوں، غم کے ماروں کو شفا دی آپ نے آقا
بھرا ہے آپ نے جود و سخا سے فرش کا داماں

وَرَدَدْتَ عَيْنَ قَتَادَةٍ بَعْدَ الْعَمٰى
وَابْنَ الْحُصَيْنِ شَفَيْتَهُ بِشِفَاكَا

قتادہ کو نوازا آپ نے پھر چشمِ بینا سے
ملا ابن الحصین مبتلا کو آپ سے درماں

وَكَذَا خُبَيْبًا وَابْنَ عَفْرَا بَعْدَمَا
جُرِحَا شَفَيْتَهُمَا بِلَمْسِ يَدَاكَا

سو یونہی آپ نے آقا خبیب اور ابن عفرا کو
کیا اچھا، لگا کر جس جسم سے دستِ شفاساماں

وَعَلِيًّا الرَّمِدَةِ إِذْ دَاوَيْتَهُ
فِيْ خَيْبَرٍ فَشُفِيْ بِطِيْبِ لَمَاكَا

علی مشکل کشا کی آنکھ دکھتی تھی جو خیبر میں!
تو پھر آپ دہن سے دی شفا ان کو سرِ میداں

وَسَأَلْتَ رَبَّكَ فِي ابْنِ جَابِرٍ بَعْدَ الَّذِيْ
قَدْ مَاتَ أَحْيَاهُ وَقَدْ أَرْضَاكَا

دعا کی ابنِ جابر کے لیے جب آپ نے آقا۔
انھیں زندہ کیا اللہ نے اور آپ کو شاداں

وَمَسَسْتَ شَاةً لِأُمِّ مَعْبَدِنِ الَّتِيْ
نَشِفَتْ فَدَرَّتْ مِنْ شِفَا رُقْيَاكَا

عجب تھی ناتوان و خشک بکری ام معبد کی
تو اس کو دودھ بخشا آپ نے اس کو دیا ایماں

وَدَعَوْتَ عَامَ الْقَحْطِ رَبَّكَ مُعْلِنًا
فَانْهَلَّ قَطْرُ السُّحْبِ حِيْنَ دُعَاكَا

دعا کی آپ نے جب اپنے رب سے قحط سالی میں
تواتری رحمت باری بشکل رحمتِ باراں

وَدَعَوْتَ كُلَّ الْخَلْقِ فَانْقَادُوْا إِلٰى
دَعْوَاكَ طَوْعًا سَامِعِيْنَ نِدَاكَا

بلایا آپ نے جب خلق کو خلاق کی جانب
خدائی ہو گئی کیفِ یقیں کے نور سے رخشاں

وَخَفَضْتَ دِيْنَ الْكُفْرِ يَا عَلَمَ الْهُدٰى
وَرَفَعْتَ دِيْنَكَ فَاسْتَقَامَ هُدَاكَا

ذلیل و سرنگوں باطل جو ہے سو آپ کا صدقہ
عزیز و سربلند ایماں جو ہے سو آپ کا احساں

أَعْدَاكَ عَادُوْا فِي الْقَلِيْبِ بِجَهْلِهِمْ
صَرْعٰى وَقَدْ حُرِمُوا الرِّضٰى بِجَفَاكَا

گرے قعرِ جہنم میں عدو اپنی جہالت سے
ہوئے اپنی جفا سے وہ اسیرِ ذلت و حرماں

فِيْ يَوْمِ بَدْرٍ قَدْ أَتَتْكَ مَلَائِكٌ
مِنْ عِنْدِ رَبِّكَ قَاتَلَتْ أَعْدَاكَا

بروزِ بدر آئے رب کے بھیجے سے فرشتے بھی
لڑے جو آپ کے اعدائے بد سے برسرِ میداں

وَالْفَتْحُ جَاءَكَ يَوْمَ فَتْحِكَ مَكَّةً
وَالنَّصْرُ فِي الْأَحْزَابِ قَدْ وَافَاكَا

بروزِ فتح مکہ فتح کامل آپ نے پائی
ملی تھی غزوۂ احزاب میں بھی نصرتِ رحماں

هُوْدٌ وَيُوْنُسُ مِنْ بَهَاكَ تَجَمَّلَا
وَجَمَالُ يُوْسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَاكَا

بزرگی ہو دو یونس کو ملی سرکار کے صدقے
جمالِ یوسفی میں بھی تھا جلوہ آپ کا پنہاں

(۳۶) قَدْ فُقْتَ يَا طٰهٰ جَمِيْعَ الْأَنْبِيَاء
طُرًّا فَسُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرَاكَا

تمام اہلِ نبوت پر ہیں فائق آپ اے طٰہٰ
کرائی سیر جس نے آپ کو ہے خالقِ سبحاں

وَاللّٰهِ يَا يٰسٓ مِثْلُكَ لَمْ يَكُنْ
فِي الْعٰلَمِيْنَ وَحَقِّ مَنْ أَنْبَاكَا

نہیں خلقت میں یا یٰسٓ ثانی آپ کا ممکن
قسم اللہ کی جس نے دیا ہے آپ کو قرآں

عَنْ وَصْفِكَ الشُّعَرَاءُ يَا مُدَّثِّرُ
عَجَزُوْا وَكَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاكَا

اے مدثر ؐ : اوصاف جلیلہ آپ کے پائے
کہ شاعر تا ابد توصیف سے ہیں عاجز و حیراں

إِنْجِيْلُ عِيْسٰى قَدْ أَتٰى بِكَ مُخْبِرًا
وَلَنَا الْكِتَابُ أَتٰى بِمَدْحِ حُلَاكَا

اُدھر انجیل لائی تھی خبر سرکار والا کی
اِدھر ہے آپ کی مدح و ثنا میں سربسر فرقاں

مَاذَا يَقُوْلُ الْمَادِحُوْنَ وَمَا عَسٰى
أَنْ يَجْمَعَ الْكُتَّابُ مِنْ مَعْنَاكَا

ثنا خوانانِ عالم کیا کریں گے آپ کی مدحت
یہ لکھنے والے آخر کیا لکھیں گے آپ کے شایاں

وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ الْبِحَارَ مِدَادُهُمْ
وَالشَّجَرُ أَقْلَامٌ جُعِلْنَ لِذَاكَا

قسم رب کی اگر ہوں سب سمندر بھی سیاہی کے
شجر سارے قلم ہوں بہر مدحِ سرورِ ذیشاں

لَمْ يَقْدِرِ الثَّقَلَانِ يَجْمَعُ نَزْرَهُ
أَبَدًا وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ إِدْرَاكَا

نہیں ممکن کبھی سرکار کی توصیف لکھ پائیں
اگر جمع ہوں اس کام کو سب جن اور انساں

بِكَ لِيْ قُلَيْبٌ مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِيْ
وَحُشَاشَةٌ مَحْشُوَّةٌ بِهَوَاكَا

مرے آقا ہے شیدا آپ کا ننھا سا دل میرا
مرے مولا بھری ہے آپ کی الفت سے میری جاں

فَإِذَا سَكَتُّ فَفِيْكَ صَمْتِيْ كُلُّهُ
وَإِذَا نَطَقْتُ فَمَادِحًا عَلْيَاكَا

بوقتِ خامشی ہوں محو آقا کے تصور میں!
بوقتِ گفتگو کرتا ہوں مدحت آپ کی جاناں!

وَإِذَا سَمِعْتُ فَعَنْكَ قَوْلًا طَيِّبًا
وَإِذَا نَظَرْتُ فَمَا أَرٰى إِلَّا كَا

جو سنتا ہوں تو سنتا ہوں میں آقا آپ کی باتیں
اگر دیکھا تو دیکھا آپ ہی کا جلوۂ تاباں

يَا مَالِكِيْ كُنْ شَافِعِيْ فِيْ فَاقَتِيْ
إِنِّيْ فَقِيْرٌ فِي الْوَرٰى لِغِنَاكَا

مرے مالک شفاعت کیجئے مری بینوائی میں
گدا ہوں آپ ہی کا میں جہاں میں اے مرے سلطاں

يَا أَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى
جُدْلِيْ بِجُوْدِكَ وَأَرْضِنِيْ بِرِضَاكَا

اے دو عالم کے داتا بلور۔ اے گنجینہ ہستی
مجھے بھی اپنی رحمت سے عطا فرمایئے رضواں

أَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ
لِأَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْأَنَامِ سِوَاكَا

میں آسی آپ کے الطاف کا ہوں اور دنیا میں
نہیں اس بو حنیفہ کا سوا سرکار کے درماں

فَعَسَاكَ تَشْفَعُ فِيْهِ عِنْدَ حِسَابِهِ
فَلَقَدْ غَدَا مُتَمَسِّكًا بِعُرَاكَا!

خدا وہ وقت لائے خیر سے جب آپ ہوں شافع
بچائیں مجھ کو اہوالِ قیامت سے سرِ میزاں

فَلَأَنْتَ أَكْرَمُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ
وَمَنِ الْتَجٰى بِحِمَاكَ نَالَ رِضَاكَا

مرے آقا ہیں بیشک آپ شافع بھی مشفع بھی
اماں جس نے بھی چاہی آپ اس سے ہو گئے شاداں

فَاجْعَلْ قِرَاكَ شَفَاعَةً لِّيْ فِيْ غَدٍ
فَعَسٰى أُرٰى فِي الْحَشْرِ تَحْتَ لِوَاكَا

شفاعت سے مجھے بھی بہرہ ور فرمانا محشر میں
رہوں زیرِ لواء الحمد میں بھی اے شہِ دوراں

صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ يَا عَلَمَ الْهُدٰى
مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ إِلٰى مَثْوَاكَا

درود اللہ کا ہو آپ پر اے ہادیِ اعظم
زیارت کا رہے مشتاق جب تک قلبِ مشتاقاں

وَعَلٰى صَحَابَتِكَ الْكِرَامِ جَمِيْعِهِمْ
وَالتَّابِعِيْنَ وَكُلِّ مَنْ وَالَاكَا

درود اللہ کا اصحاب پر بھی، تابعین پر بھی
اور ان سب پر بھی جن کے دل میں ہے سرکار کا ارماں

۱۲ ربیع الاول

کو وفات نہیں میلاد کی خوشی مناتے ہیں

از حضرت علامہ مفتی محمد اشرف القادری

کیا فرماتے ہیں علما اہل سنت ومفتیان شریعت اس بارے میں کہ دیوبندی واہل حدیث حضرات نے ایک اشتہار بعنوان "دعوت فکر" شائع کیا جس کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ "۱۲ ربیع الاول نبی علیہ السلام کا یوم وفات ہے اس روز خوشیاں منانے والے اپنے نبی کی وفات پر خوشیاں مناتے ہیں۔ ان کا ضمیر وایمان مردہ ہے۔ ان کو نہ اپنے نبی کا پاس ہے۔ نہ ان سے حیا۔ یہ لوگ روز قیامت خدا تعالےٰ کو کیا جواب دیں گے۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دیکھائیں گے وغیرہ"

سمجھدار لوگ تو اسے دیکھتے ہی لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھتے ہیں۔ البتہ بعض سادہ لوح مسلمانوں کو اس سے پریشانی ہوسکتی ہے۔ لہذا مذکورہ بالا اشتہار کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور کی وضاحت فرمائی جائے۔

نمبر۱ ______ کیا واقعی بارہ ربیع الاول کو مسلمان نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی وفات کی (معاذ اللہ) خوشیاں مناتے ہیں؟

نمبر۲ ______ آیا ربیع الاول کی بارہویں تاریخ یوم وفات ہے یا یوم میلاد؟

نمبر۳ ______ جب بارہ ربیع الاول یوم میلاد بھی اور یوم وفات بھی تو اس روز اہل سنت میلاد کی خوشی کیوں مناتے۔ وفات کی غمی کیوں نہیں مناتے؟ بینوا وتوجروا

السائل (مولانا) عبدالخالق نقشبندی خطیب جامع مسجد باری والی گجرات

وفات پر خوشی؟

بے شک میلاد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اہل جہان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بے مثل رحمت اور اس کا فضل عظیم ہے۔ اور ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (القرآن ۱۰:۵۸)

ترجمہ: (اے محبوب) فرمادیجئے کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ملنے پر چاہئے کہ لوگ خوشی منائیں۔

اسی لئے مسلمان بارہ ربیع الاول کو میلاد مصطفےٰ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم یعنی حضور رسید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتے ہیں۔ یہ بات اتنی صاف اور واضح ہیکہ کسی ان پڑھ مسلمان یا چھوٹے سے بچے سے بھی اگر پوچھا جائے کہ اس روز مسلمان کس بات کی خوشی مناتے ہیں؟ تو وہ بھی جواب دے گا کہ خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

اس کے باوجود منکرین نے جو وفات کی خوشی منانے کا سفید جھوٹ اور کھلم کھلا بہتان گھڑ لیا ہے اس سے نہ صرف انہوں نے امانت علمی و دیانت اسلامی کا خون کیا بلکہ اس بات کا ثبوت بھی فراہم کر دیا ہے۔ کہ ان علم وتحقیق کے دعویداروں کے پاس جشن میلاد شریف کو حرام ثابت کرنے کے لئے قرآن وسنت سے ایک بھی صحیح اور صاف دلیل موجود نہیں۔ ورنہ یہ جھوٹوں کا ملغوبہ تیار کرنے کی کیا ضرورت تھی بہرحال یہ الزام باطل محض ہے فلعنه الله على الكاذبين وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مسئلہ نمبر۲ کیا ربیع الاول یوم وفات ہے؟

وفات نبوی کی تاریخ کے بارے میں صحابہ کرام سے چار قسم کی روایتیں منقول ہیں۔

روایت نمبر۱:۔ ۱۲ ربیع الاول اور یہ روایت حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے

روایت نمبر۲:۔ ۱۰ ربیع الاول یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف منسوب ہے۔

روایت نمبر۳:۔ ۱۵ ربیع الاول مروی از حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

روایت نمبر۴:۔ ۱۱ رمضان اور یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف منسوب ہے۔ (روایت نمبر۱، ۲ البدایہ والنہا جلد۵ ۲۵۶، روایت نمبر۳۔ ۴ وفاء الوفاء جلد نمبر صفحہ ۳۱۸)

پہلی روایت کہ جس میں وفات نبوی بارہ ربیع الاول کو بتائی گئی ہے۔ اس کی سند میں محمد بن عمر واقدی ایک راوی ہے۔ جس کے بارے میں امام اسحاق بن راہویہ امام علی بن مدینی امام ابو حاتم الرازی اور نسائی نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ واقدی اپنی طرف سے حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔ امام یحیٰ بن معین نے کہا کہ واقدی ثقہ یعنی قابل اعتبار نہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا واقدی کذاب ہے حدیثوں میں تبدیلی کر دیتا تھا۔ بخاری اور ابو حاتم رازی نے کہا کہ واقدی کی حدیثیں تحریف سے محفوظ نہیں۔ ذہبی نے کہا واقدی کے سخت ضعیف ہونے پر ائمہ جرح وتعدیل کا اجماع ہے۔

(میزان الاعتدال جلد۳ ۴۲۵، ۴۲۶ مطبوعہ ہند قدیم
)

لہذا بارہ ربیع الاول کو وفات بتانے والی روایت پایہ اعتبار سے بالکل ساقط ہے۔ اس قابل ہی نہیں کہ اس سے استدلال کیا جا سکے۔

روایت نمبر۲ کی سند میں ایک راوی سیف بن عمر ضعیف ہے۔ اور دوسرا راوی محمد بن عبیداللہ العرزمی متروک ہے۔ (تقریب التہذیب ۱۴۲ و ۳۰۳ وخلاصہ تذہیب الکمال للخزرجی)

اور روایت نمبر۳ و نمبر۴ کی سند نا معلوم

البتہ اجلہ تابعین ابن شہاب زہری، سلیمان بن طرخان۔ اور سعد بن ابراہیم زہری

وغیرہم سے سندوں کے ساتھ یکم و دوم ربیع الاول کو وفات نبوی منقول ہے۔ حاصل یہ کہ بارہ ربیع الاول کو یوم وفات قرار دینا نہ تو صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اور نہ تابعین سے۔ لہٰذا بعد کے کسی مورخ کا بارہ کو تاریخ وفات قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔

مقام غور ہے۔ جب صحابہ کرام (جو وفات نبوی کے چشم دید گواہ تھے) (اور ان کے شاگرد تابعین سے یہ قول ثابت نہیں۔ تو بعد کے مورخ کو کس ذریعے سے معلوم ہوگیا کہ وفات نبوی بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ مشہور اور مستند دیوبندی مورخ علامہ شبلی نعمانی نے بھی یکم ربیع الاول کو یوم وفات قرار دیا ہے۔ (سیرۃ النبی جلد ۲

۱۷۰) اور محمد بن عبدالوہاب بخدی کے بیٹے شیخ عبداللہ نے آٹھویں ربیع الاول کو یوم وفات لکھا ہے۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن السہیلی (المتوفی ۵۷۱ھ) جو کہ مشہور و محقق مورخ ہیں فرماتے ہیں۔

وكيف مادار الحال على هذا الحساب فلم يكن الثاني عشر من ربيع الاول يوم الاثنين بوجه (الروض الانف جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)

ترجمہ: ۔ اس حساب پر کسی طرح بھی حال دائر ہو مگر بارہ ربیع الاول کو یوم وفات سوموار کسی صورت میں نہیں آسکتا ۔

یہی مضمون نہایت زوردار الفاظ میں مشہور محقق مورخین اسلام امام شمس الدین الذہبی ابن عساکر، ابن کثیر، امام نورالدین علی بن احمد السمہودی بن برہان الدین الحلبی وغیرہ ہے۔ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ دیکھئے تاریخ اسلام ( )

الغرض: بارہ ربیع الاول کا یوم وفات ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوسکتا عقلاً نہ نقلاً نہ روایۃً نہ درایۃً۔ وللہ الحمد

بارہ ۱۲ ربیع الاول یوم میلاد ہے!

ولادت نبوی کی تاریخ کے بارے میں صحابہ کرام سے ایک ہی صحیح روایت بارہ ربیع الاول کی منقول ہے۔ جسے حافظ ابوبکر ابی شیبہ (المتوفی ۲۳۵ھ) نے سند صحیح کے ساتھ روایت فرمایا ملاحظہ ہو۔

عن عفان سعيد بن مينا عن جابر و ابن عباس انهما قالا ولد رسول صلى الله عليه وسلم عام الفيل الاثنين الثاني عشر من شهر ربيع الاول "(بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی جلد ۲ ۱۸۹ مطبوعہ بیروت البدایہ النہایہ جلد ۲ ۲۶۰ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: عفان سے روایت ہے وہ سعید بن مینا سے راوی کہ جابر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں سوموار کے روز بارہویں ربیع الاول کو ہوئی۔

اسکی سند میں پہلے راوی عفان کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ عفان ایک بلند پایہ امام ثقہ اور صاحب ضبط واتقان ہیں۔ (خلاصہ التہذیب ۲۶۸ طبع بیروت) دوسرے راوی سعید بن مینا یہ بھی ثقہ ہیں۔ (خلاصہ ۱۴۳ ۔ تقریب ۱۲۶)

ان دو جلیل القدر اور فقیہہ صحابیوں کے صحیح الاسناد روایت سے ثابت ہوا کہ بارہ ربیع الاول ہی کو یوم میلاد سرکار ہے۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

لہٰذا بعد کے کسی بھی مورخ کا کوئی قول یا ظن وتخمین اس کے بالمقابل لائق التفات و قابل قبول ہرگز نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ حضرت زبیر بن بکار امام ابن عساکر امام جمال الدین ابن جوزی اور ابن الجزار وغیرہم نے بارہ ربیع الاول کے یوم میلاد ہونے پر اہل تحقیق کا اجماع نقل کیا ہے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ ۹۳ زرقانی علی المواہب جلد ۲ ۱۳۲ ما ثبت من السنۃ شیخ الحق ۹۸ شمامہ عنبریہ ۷ از نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اہلحدیث)

اور یہی جمہور علماء و جمہور اہل اسلام کا مسلک اور ان میں مشہور ہے۔ (البدایہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ ۔ الفتح الربانی ج ۲۰ ۔ ۱۸۹، المورد الروی القاری ۹۶ طبع مکہ المکرمہ، حجۃ اللہ علی العالمین للنبہانی جلد ۱ ۔ ۲۳۱ ما ثبت من السنۃ ۔ ۹۸ ، المواہب اللدنیہ للقسطلانی نیز اس کی شرح زرقانی جلد ۱ ۔ ۱۳۲ مدارج النبوت جلد ۲ ۔ ۴۱)

اہل حرمین شریفین مکہ و مدینہ اور مصر و یمن و شام اور تمام بلاد عرب، مشرق و مغرب کے مسلمانوں کا پرانے زمانے سے معمول ہے کہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے اور خوشیاں مناتے، غسل کرتے، عمدہ لباس زیب تن کرتے۔ قسم قسم کی زیبائش آرائش کرتے، خوشبو لگاتے اور ان ایام (ربیع الاول) میں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے

بارہ ربیع الاول ہی کے یوم میلاد ہونے پر قدیماً وحدیثاً تمام اہل مکہ متفق چلے آرہے ہیں۔ اور اسی تاریخ پر حضور کی ولادت کے مکان شریف پر حاضر ہو کر میلاد شریف منانے کا قدیم سے اہل مکہ کا معمول ہے۔ ۔ (المواہب اللدنیہ، زرقانی جلد ۱ ۔ ۱۳۲ ۔ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ ۔ ۹۳ ، المورد الروی لعلی القاری ۔ ۹۵ ، ما ثبت من السنۃ ۔ ۹۸ ، تواریخ حبیب الٰہ (ممدوحہ مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی) مدارج النبوۃ جلد ۲ ۔ ۱۴ وغیرہا۔

بارہ ربیع الاول ہی کو میلاد شریف کرنے کا اہل مدینہ کا معمول ہے۔ (تاریخ حبیب الٰہ)

اسی تاریخ کو تمام شہروں کے مسلمان کا جشن میلاد منانے کا معمول ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد ۱ ۔ ۹۳ ۔ زرقانی علی المواہب جلد ۲ ۱۳۲)

قدیم اہل مکہ کے معمول کی مختصر وضاحت: ۔

محدث ابن الجوزی (المتوفی ۵۹۷) فرماتے ہیں۔

اہل حرمین شریفین مکہ و مدینہ اور مصر و یمن و شام اور تمام بلاد عرب، مشرق و مغرب کے مسلمانوں کا پرانے زمانے سے معمول ہے کہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے اور خوشیاں مناتے، غسل کرتے، عمدہ لباس زیب تن کرتے۔ قسم قسم کی زیبائش آرائش کرتے، خوشبو لگاتے اور ان ایام (ربیع الاول) میں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے، حسب توفیق نقد و جنس لوگوں میں تقسیم کرتے اور میلاد شریف پڑھنے اور سننے کا اہتمام کرتے۔ اور اس کی بدولت بڑا ثواب اور عظیم کامیابیاں حاصل کرتے۔ میلاد کی خوشی منانے کے مجربات سے یہ ہے کہ سال بھر کثرت سے خیر و

برکت، سلامتی وعافیت، رزق، مال اور اولاد میں زیادتی اور شہروں میں امن وامان اور گھربار میں سکون وقرار جشن میلاد النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے رہتا ہے۔ (بیان المیلاد النبوی لابن جوزی ۵۷،۵۸)

امام احمد القسطلانی فرماتے ہیں۔

خدا تعالےٰ رحمتیں نازل فرمائے اس شخص پر جو ماہ میلاد پاک ربیع الاول کی راتوں کو خوشیوں کی عیدیں بنالے تاکہ جس دل میں بغض شان رسالت کی بیماری ہے۔اس پر قیامت قائم ہوجائے (المواہب مع الزرقانی جلد ۱ _ ۱۳۹)

ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں کہ

''اما اھل مکۃ یزید اھتمامھم بہ علی یوم العید'' یعنی اہل مکہ میلاد شریف کا اہتمام عید سے بڑھ کر کرتے۔(الروی طبع مکہ۔۲۸)

شاہ ولی اللہ کا مشاہدہ:۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں میلاد شریف کے روز مکان ولادت نبی پہ حاضر تھا اور لوگ آپ کے ان معجزات کا بیان کررہے تھے جو حضور کی تشریف آوری سے پہلے یا آپ کی بعثت سے قبل ظاہر ہوئے تو میں نے اچانک دیکھا کہ انوار کی بارش ہوئی۔تو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار ان فرشتوں کے ہیں کہ جن کو ایسی محافل (میلاد شریف وغیرہ) پر مقرر کیا گیا ہے۔نیز میں نے دیکھا انوار رحمت ملے ہوئے ہیں۔ (فیوض الحرمین عربی اردو ۸۰_۸۱)

مرشد اکابر دیوبند کا ارشاد:۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب فرماتے ہیں کہ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے لیے حجت کافی ہے۔(شمائم امدادیہ ۴۷)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے لخت جگر کا فتویٰ:۔

شیخ عبداللہ بن محمد عبدالوہاب نجدی رقمطراز ہے کہ۔ ابولہب کافر نے ولادت نبوی کی خوشی میں اپنی کنیز ثوبیہ کو آزاد کیا اس کافر کو قبر میں ہر سوموار (روز ولادت) کو سکون بخش مشروب چوسنے کو ملتا ہے۔تو اس موحد مسلمان کا کیا حال ہوگا۔) یعنی اسے کیا کیا نعمتیں نہ ملیں گی) جو میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی منائے۔(ملخصا) (مختصر سیرۃ الرسول ۔۱۳ شائع کردہ حافظ عبدالغفور اہل حدیث جہلم) اللہ تعالےٰ انہیں عمل کی بھی توفیق دے۔

مسئلہ نمبر۳: وفات کا غم کیوں نہیں مناتے؟:۔

ہم ثابت کرچکے ہیں کہ بارہ ربیع الاول یوم میلاد ہے۔نہ کہ یوم وفات لیکن اگر بالفرض یوم وفات بھی مان لیا جائے تو میلاد کی خوشی منانا اس تاریخ کو تب بھی جائز ہی رہے گا۔ اور وفات کا سوگ منانا ممنوع ہوگا۔کیونکہ نعمت کی خوشی منانا شرعاً ہمیشہ اور بارہا محبوب ہے۔جیسے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے نزول مائدہ کے دن کو اپنے اولین وآخرین کے لئے یوم عید قرار دیا تھا۔(القرآن ۵:۱۱۴)

لیکن وفات کا غم وفات سے تین روز کے بعد منانا قطعاً جائز نہیں۔مگر افسوس کہ حدیث کے نام نہاد عاشق اہلحدیثوں سمیت محققین، دیوبند ایک کو بھی اس قانون شرعی کی خبر نہیں۔ورنہ ایسا لغو اعتراض کرنے کی نوبت نہ آتی۔

چنانچہ امام دار الہجرت امام مالک ابن انس الاصحی، امام ربانی امام محمد بن حسن الشیبانی، امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی، امام حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی، امام جلیل امام احمد بن حنبل امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، امام مسلم بن الحجاج القشیری، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن الترمذی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی، امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی، امام ابوبکر البزار امام ابوعبداللہ بن جارود النیشاپوری اور امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمہم اللہ تعالےٰ جماعت محدثین اسانید صحیحہ معتبرہ کے ساتھ، جماعت صحابہ انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، امہات المومنین عائشہ صدیقہ، ام سلمہ، زینب بنت جحش ام حبیبہ، حفصہ، نیز ام عطیہ انصاریہ فریعہ بنت مالک بن سنان اخت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعنہن سے مرفوعاً بالفاظ متقاربہ ایک ہی مضمون روایت فرماتے ہیں:

امرنا ان لا نحد علی میت فوق ثلاث الا لزوج

ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم کسی وفات یافتہ پر تین روز کے بعد غم نہ منائیں مگر شوہر پر (چار ماہ دس روز تک بیوی غم منا سکتی ہے)

(موطا امام مالک ص ۳۱۹ وص ۳۲۰ موطا امام محمد ص ۲۶۷ مصنف عبدالرزاق جلد ۷ صفحہ ۴۷، ۴۸، ۴۹ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۵ صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰، مسند الحمیدی جلد ص ۱۱۲ وص ۱۴۶، مسند احمد مبوب جلد ۷ ص ۴۷ ص ۱۴۷ تا ۱۵۱، شرح معانی الآثار للطحاوی جلد ۲ ص ۴۸، ۴۹ صحیح البخاری جلد ۲ ص ۸۰۴، صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۸۶ تا ص ۴۸۸، جامع الترمذی جلد ۱ ص ۲۲۷ ابن ابی داؤد جلد ۱ ص ۳۱۴ سنن النسائی جلد ۲ ص ۱۱۶ تا ص ۱۱۸، سنن ابن ماجہ جلد ص ۵۲ سنن الدارمی جلد ۲ ص ۸۹، ۸۰، مسند البزار از بحوالہ مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۳، المنتقی لابن جارود ص ۲۵۸، ص ۲۵۹ ۔السنن الکبیر للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۴۳۷ تا ۴۴۰ واللفظ لعبد الرزاق) ثابت ہوا کہ تین روز کے بعد وفات کی غمی منانا ممنوع اور حصول نعمت کی خوشی بار بار اور ہمیشہ منانا شرعاً محبوب ہے۔اس لیے ہم بارہ ربیع الاول کو وفات کی غمی نہیں نعمت میلاد کی خوشی مناتے ہیں اور لیجئے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم فیہ قبض

ترجمہ: تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی روز آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز آپ نے وفات پائی۔

(سنن نسائی جلد ۱ ص ۱۵۰ وغیرہ ہامن کتب الحدیث)

پھر سرکار فرماتے ہیں۔

ان ھذا یوم عید جعلہ اللہ للمسلمین۔

ترجمہ: یہ جمعہ عید کا دن ہے اسے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے لیے عید کا دن بنایا ہے۔ (ص ۷۸ وبمعناہ فی مسند احمد وغیرہ)

معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن یوم میلاد النبی (آدم علیہ السلام) بھی ہے اور یوم وفات بھی ہے اس کے باوجود اللہ تعالےٰ نے وفات کی غمی کو نظر انداز کرتے ہوئے یوم میلاد کی خوشی کو باقی رکھا۔اور ہر جمعہ کو عید منانے کا حکم دیا۔دوپہر کے سورج کی طرح یہ مسئلہ روشن اور واضح ہوگیا کہ ایک ہی روز میں اگر غمی اور خوشی کے واقعات جمع ہوجائیں تو غمی کی یاد تین روز کے بعد ختم ہوجاتی ہے اور خوشی کی یاد ہمیشہ باقی رہتی ہے لہذا اگر بارہ ربیع الاول کو یوم میلاد اور یوم وفات بھی مان لیا جائے تو وفات کی غمی وفات سے تین روز بعد ختم ہوچکی۔اور میلاد کی خوشی قیامت تک باقی رہے گی۔

علیٰ رغم انوف الجھال اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ الملفوظ میں واضح طور پر بیان فرمادیا ہے۔**ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون**

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

☆☆☆☆

سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے

حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کو بنظر ایمان دیکھا جائے تو اس میں اول سے آخر تک نعت سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام معلوم ہوتی ہے حمد الٰہی ہو یا بیان عقائد گذشتہ انبیاء کرام اور انکی امتوں کے واقعات ہوں یا احکام غرض قرآن کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے مثال کے طور پر سورۂ اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو لیجئے کہ اس میں خدائے قدوس کی صفات کا ذکر ہے اور سورۂ لہب کو دیکھیے یعنی تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ کہ اس میں بظاہر ابولہب کا فر اور اس کی بیوی کا تذکرہ ہے از اول تا آخر، مگر جب غور کرو تو یہ دونوں سورتیں محبوب کی نعت پاک سے بھری ہوئی ہیں قُلْ هُوَ اللّٰه میں ارشاد ہے کہ اے محبوب تم کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اور وہی بھروسہ کے لائق ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد وغیرہ وغیرہ مگر ایک کلمہ قُلْ نے (یعنی محبوب تم کہہ دو) اس ساری سورۃ میں نعت کو شامل کر دیا۔ کیونکہ مرضیِ الٰہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کلام تو ہمارا ہو اور زبان تمہاری ہو۔

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی
اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند

ہماری صفات تو تم دنیا کو بتاؤ اور فرماؤ اَللّٰهُ اَحَدٌ اور تمہاری صفات ہم ارشاد فرماتے ہیں کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تم کہلواؤ اور محمد رسول اللہ ہم کہلواتے ہیں۔ یعنی ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے منہ سے اپنے اوصاف سنیں تم ہمیں سناؤ۔ رب نے اپنے محبوب سے قرآن پڑھوا کر سنا ورنہ میثاق کے دن سب سے پہلے توحید کا اقرار حضور ہی نے کیا تھا یا قُلْ سے یہ مقصود ہے کہ اے محبوب لوگوں سے کہہ دو اللہ احد لہٰذا اگر کوئی انسان آپ کی غلامی کے بغیر ہماری صفات کو جانے مانے ہرگز عارف یا موحد نہیں جب تک کہ آپ کی بتائی ہوئی توحید آپ کے دامن سے لپٹ کر نہ مانے۔ اسی لیے کلمہ طیبہ کا نام تو ہے کلمۂ توحید۔ مگر اس میں اللہ کے ذکر کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی ہے کہ جزو اول میں توحید اور جزو دوم میں توحید سکھانے والے کا اسم پاک آ جائے کہ توحید صحیح بغیر رسالت کی دستگیری کے حاصل نہیں ہوتی۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ میں بھی نعت شامل ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰه میں تو قُلْ فرمانے سے نعت کی شان نظر آئی اور یہاں قُلْ نہ فرمانے سے۔ کیونکہ ایک بار ابولہب ابن عبد المطلب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عرض کیا تھا کہ تَبًّا لَكَ آپ تباہ ہو جائیں۔ پروردگار عالم نے اس کلمہ ملعونہ کا بدلہ اور انتقام لیتے ہوئے خود فرمایا کہ تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ کہ ابولہب ہلاک ہو جائے اور وہ ہلاک بھی ہو گیا یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب آپ نہ دیں ہم خود جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اب اس سے جہاں ابولہب کی گمراہی ہلاکت وغیرہ کا ذکر ہوا ساتھ ہی ساتھ آقائے دو جہاں کی عزت وعظمت بارگاہِ الٰہیہ میں معلوم ہو گئی کہ ان کی شان میں ادنیٰ سی بکواس کرنے والا خدائے پاک کا دشمن قرار پاتا ہے۔ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس کو اعلانِ جنگ دیتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

صحابہ کرام اہل بیت عظام کے مناقب مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے فضائل جو قرآن کریم میں ارشاد ہوئے وہ حقیقت میں نعت مصطفےٰ ہے۔ بادشاہ کے غلاموں کی تعریف اس کے تخت وتاج کی مدحت درحقیقت بادشاہ کی ثنا خوانی ہے۔ کفار کی برائیاں، بت پرستوں کی مذمت بھی اسی شہنشاہ کی نعت ہے۔ جس کی مخالفت سے یہ لوگ مردود ہوئے۔

اسی طرح آیات احکام کو دیکھئے کہ سب میں حضور علیہ السلام کی نعت ظاہر ہے۔ مثلاً قرآن میں جگہ جگہ نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا، یا حج فرض فرمایا مگر کسی جگہ یہ نہیں بتایا گیا کہ نماز کس طرح پڑھو کس وقت پڑھو۔ کتنی کتنی رکعتیں پڑھو اسی طرح یہ وضاحت بھی نہ فرمائی کہ زکوٰۃ کون دے، کتنے مال پر کس قدر دے۔

حج کرو۔ مگر تمام حج کے قاعدے بیان نہیں کیے۔ جس کی منشاء یہ ہے کہ احکام ہم نے بتا دیئے اب اگر ان احکام کی تفصیل اور طریقہ دیکھنا ہے تو ہمارے محبوب علیہ السلام کے مبارک فعل اور قول کو دیکھ لو۔ ان کی زندگی پاک ہمارے سارے احکام کی مکمل تفسیر ہے اور حق تو یہ ہے کہ نماز، روزہ، حج وغیرہ محبوب علیہ السلام کی محبوب اداؤں کا نام ہے انکی ادائیں پیاری ہیں جو بھی اخلاص سے ان کی سی ادائیں کرے گا مقبول ہوگا اگر کوئی شخص رکوع سجدہ میں قرآن پڑھ لے اور قیام میں اَلتَّحِیَّات پڑھے یعنی جو ذکر الٰہی نماز میں ہوتا ہے اس کی ترتیب بدل دے نماز نہ ہوگی۔ آخر یہ کیوں؟ صرف اس لیے کہ اس نے اگرچہ سارے ارکان ادا کر دیئے۔ اور سارے ذکر بھی کر لیے۔ مگر اس طرح نہیں کیے جس طرح سے محبوب علیہ السلام کرتے تھے۔ پیاری تو ان کی ادائیں ہیں۔ نہ کہ محض تمہارے افعال۔ دیکھو نماز وتلاوت بزبان عربی لازم ہے کہ یہی محبوب کی زبان ہے ہمیں طوطی مینا پیاری ہیں کیونکہ وہ ہماری سی بولی بولتی ہیں اگرچہ بغیر سمجھے ہی سہی۔ تو اے مسلمانو! تم بھی اس محبوب کو بولی بولو۔ اگرچہ بغیر سمجھے ہوئے سہی ثواب پاؤ گے۔ اگر نماز محض درخواست ہوتی تو ہر زبان میں ادا ہو جاتی۔ کہ رب تو ہر زبان جانتا ہے حج میں کیا ہے؟ کہیں ٹھہرنا، کہیں دوڑنا، کہیں کنکر پھینکنا کہیں طواف میں گھومنا آخر یہ کام ان تاریخوں میں عبادت کیوں بن گئے؟

اس لیے کہ یہ اللہ والوں کے کام ہیں حدیث پاک میں ارشاد ہوا: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ اسی قوم سے ہے ہماری نمازوں اور ساری عبادتوں کا یہی حال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت اور تشبیہ نصیب ہو جائے شاید اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہمیں بخش دے۔

رات کی تاریکی میں نمازیں امت کی بخشش کی دعائیں ان کے سجدے فخر عبادت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہ سجدے تجود انہی مقبول سجدوں کی نقل ہیں۔ غرضیکہ ساری احکام کی آیات نعت رسول علیہ السلام ہیں۔

اسی طرح وہی کام گناہ ہے جو حضور کو ناراض کرے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ لَهُمْ کے مقدم ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ان ہی کو عذاب ہوگا جو حضور کو ایذا دیں معلوم ہوا کہ ہر کافر کے کفر اور مومنوں کے گناہ سے حضور کو ایذا ہوتی ہے اگر کسی عبادت سے حضور ناراض ہیں تو وہ عبادت گناہ ہے۔

اور اگر کسی کی خطا سے حضور راضی ہوں تو وہ خطا عین عبادت ہے حضرت صدیق اکبرؓ کا غار میں سانپ سے خود کو کٹوا لینا خودکشی نہیں۔ عین عبادت ہے ابو امیہ ضمری کا مجبوری کلمۂ کفر منہ سے نکال دینا کفر نہیں۔ خیبر میں حضرت علیؓ نماز عصر قضا کر دینا گناہ نہیں بلکہ عبادت تھا ان چیزوں سے حضور راضی تھے مگر فاطمۃ زہراؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ کے لیے دوسرا نکاح گناہ تھا کہ اس سے حضور کو ایذا پہنچتی عرفات میں نماز مغرب قضا کرنا عبادت ہے کہ اس سے حضور راضی ہیں۔ لیکن ہم کو اس مختصر رسالہ میں ان ہی آیاتِ کریمہ کے متعلق عرض کرنا ہے جو براہ راست نعت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔ آؤ اپنے نبی کے گیت گائیں اور اسی پر ... ختم کریں۔

تخت ہے ان کا تاج ہے ان کا
دونوں جہاں میں راج ہے ان کا
جن و ملک ہیں ان کے سپاہی
رب کی عطا میں ان کی شاہی
شاہ و گدا ہیں ان کے سلامی
فخر ہے سب کو ان کی غلامی

اونچے اونچے یہاں جھکتے ہیں
سارے انہیں کا منہ تکتے ہیں
دان کرو دربار ہے بھاری
در پہ کھڑے ہیں سارے بھکاری
کعبہ کی زینت ان ہی کے دم سے
طیبہ کی رونق ان کے قدم سے
در پہ ہیں حاضر اپنے پرائے
آپ کے دم سے آس لگائے
کعبہ ہی کیا ہے سارے جہاں میں
دھوم ہے ان کی کون و مکاں میں
ہم تو پرانے کمیں ہیں در کے
نام لکھے ہیں پدر مادر کے
باغِ خلیل کا وہ گل زیبا
کشتِ صفی کا نخلِ تمنا
چشمِ کرم ذرا ادھر ہو
سالکؔ خستہ پہ بھی نظر ہو

☆☆☆☆☆

فریاد

مدینے جانے والے میری بھی فریاد لیتا جا
جو ممکن ہو تو اپنی التجا کے بعد آقاؐ سے
دھڑکتے دل کی تسکیں دعا کے بعد آقاؐ سے
یہ کہنا زندگی اب بوجھ ہے اک بار ہے آقا
کوئی عاصی پریشاں حال ہے اور خوار ہے آقا
اسے ہر سمت سے رنج والم نے گھیر رکھا ہے
خدا کی رحمتوں نے بھی رخ اپنا پھیر رکھا ہے
منافق دوستوں کی ہر گھڑی یلغار رہتی ہے
تملق کی، ریا کی، جھوٹ کی تکرار رہتی ہے
یہاں جیتے ہیں یوں، جیسے کوئی مجرم ہو زنداں میں
کہ جس کی خواہشوں کا پیڑ سوکھا ہو بہاراں میں
یہاں پر زندگی جبرِ مسلسل سے عبارت ہے
یہاں ہر آنکھ میں نفرت، ہر اک دل میں حقارت ہے
یہاں اب سانس لینا بھی ہوا بوجھل مرے آقا
اداسی مرگ بن کر چھاتی ہے پل پل مرے آقا
مدینے کے مسافر واسطہ ہے، یہ انہیں کہنا
حضورؐ اب دور ہو کے آپ سے ممکن نہیں رہنا
کرم کے، شفقتوں کے، رحمتوں کے پھول دے دیجئے
اسے اپنے دیارِ پاک کی بس دھول دے دیجئے

(اظہر جاوید)

پیکرِ حسن و جمال صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

(صوفی محمد ارشاد خان ڈسکہ)

حضور پرنور، سرورِ کون ومکان علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ صرف خلق میں بے مثال و بے نظیر ہیں بلکہ صورت وشکل میں بھی آپ لاثانی ہیں۔ امام بوصیری علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ وَ لَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّ لَا کَرَمٍ

یعنی امام الانبیاء سرورِ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء خلق (پیدائش وحسن وجمال) اور خلق میں تمام انبیا کرام علیہم السلام پر فوقیت لے گئے۔ اور اتنا بڑھ گئے کہ) وہ علم وکرم میں آپ کے مقام کے قریب تک بھی نہ آسکے۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ ہی ملا اور حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تمام حسن بخشا گیا۔ (یعنی وہ تمام حسن جو مخلوق کو دیا جا سکتا ہے جناب یوسف علیہ السلام کا حسن تو سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام والتسلیم کے حسن وجمال ہی کی ایک شعاع تھی)۔

اعضائے شریف میں توسط واعتدال بدرجۂ کمال موجود تھا۔ درج ذیل سطور میں مولانا نور بخش توکلی مرحوم پروفیسر اسلامیہ کالج کے ایک طویل مضمون کا نہایت ہی مختصر خلاصہ پیش کیا جاتا ہے کہ تاکہ آپ کی معلومات میں اضافہ ہو۔ مزید تفصیل کے لیے ان کی کتاب سیرتِ رسولِ عربی کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۔ روئے مبارک:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک جمال، الٰہی کا آئینہ تھا۔ پرگوشت اور کسی قدر گول تھا۔ جناب عبداللہ بن سلام دیکھتے ہی پکار اٹھے۔ وَجْھُہٗ لَیْسَ بِوَجْہِ کَذَّابٍ (ان کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں) اور ایمان لے آئے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں'' آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گری ہوئی سوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مل گئی (خصائص کبریٰ)

۲۔ چشم مبارک:۔ آپ کی مبارک آنکھیں بڑی اور قدرت الٰہی سے سرگیں اور پلکیں دراز تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے۔ پہلی الہامی کتابوں میں یہ بھی آپ کی ایک علامتِ نبوت تھی۔ قرآن کریم میں ہے۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی

(یعنی شب معراج میں آپ کی آنکھ مبارک نے ان نشانیوں کو دیکھنے سے عدول وتجاوز نہ فرمایا جنہیں دیکھنے کا حکم تھا) معلوم ہوا کہ آپ کی قوتِ بصارت انتہائی زیادہ تھی۔

۳۔ ابروئے مبارک:۔ آپکی بھویں دراز وباریک تھیں اور درمیان میں اتنی متصل کہ دور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھی ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت حرکت میں آجاتی اور خون سے بھر جاتی۔

۴۔ ناک مبارک:۔ خوبصورت اور دراز تھی اور درمیان میں ابھراؤ نمایاں تھا اور بنِ بینی پر ایک نور درخشاں تھا۔

۵۔ پیشانی مبارک:۔ کشادہ اور چراغ کی مانند چمکتی تھی جیسا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ کے شعر سے ثابت ہے۔

مَتٰی یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَھِیْمِ جَبِیْنُہٗ یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰی الْمُتَوَقِّدِ

ترجمہ: جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی۔

۶۔ گوش مبارک:۔ آپ کے ہر دو گوش مبارک کامل وتام تھے۔ قوتِ سمع بھی غایت درجہ کی عطا کی ہوئی تھی خصائص کبریٰ کی روایت میں ہے فرمایا۔

''میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے اور جو میں سنتا ہوں تم نہیں سن سکتے۔ میں تو آسمان کی آواز بھی سن لیتا ہوں۔''

۷۔ دھن مبارک:۔ منہ مبارک فراخ رخسار مبارک ہموار دندان ہائے پیشیں کشادہ اور روشن جب آپ کلام فرماتے تو دندان ہائے پیشیں سے نور نکلتا دکھائی دیتا تھا ہنستے تو دیواریں روشن ہو جاتیں آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی۔

۸۔ لعاب دھن مبارک:۔ زخمی، اور بیماروں کے لیے شفا تھا۔

۹۔ زبان مبارک:۔ کائنات میں فصیح ترین حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں بلکہ یہ فصاحت بھی معجزہ تھا۔

۱۰۔ آواز مبارک:۔ تمام انبیاء کرام خوبرو اور خوش آواز تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے زیادہ خوبرو اور خوش آواز تھے۔ آپ کی آواز میں ذرا گرانی پائی جاتی تھی جسے اوصاف حمیدہ میں شمار کیا جاتا ہے بلند آوازی کا یہ عالم تھا کہ خطبوں میں آپ کی آواز گھروں میں پردہ نشیں سن لیتی تھیں۔

۱۱۔ خندہ گریہ مبارک:۔ سرکار دو عالم صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر تبسم فرماتے۔ کبھی کبھی ضحک (ہنسی جس میں آواز پیدا نہ ہو) بھی۔ قہقہہ کبھی نہ فرمایا گریہ شریف بھی بے آواز تھا۔ آپ نے انگڑائی کبھی نہ لی۔

۱۲۔ سرِ انور:۔ بڑا تھا۔ گرمی کی تپش میں بادل سایہ کرتا تھا۔

۱۳۔ گردن مبارک:۔ چاندی کی مانند صاف تھی۔

۱۴۔ دستِ مبارک:۔ کف دست اور بازو مبارک پرگوشت تھے۔ حضرت انس رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم یا دیبا کو آپ کے کفِ مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا اور نہ کسی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا جس شخص سے آپ مصافحہ فرماتے وہ دن بھر اپنے ہاتھ میں خوشبو پاتا اور جس بچہ کے سر پر آپ اپنا دست مبارک رکھ دیتے وہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہوتا۔

۱۵۔ سینہ مبارک وقلب شریف:۔ آپ کا سینہ مبارک کشادہ اور قلب شریف اسرارِ قدرت کا عظیم ترین لامحدود خزانہ تھا جس کا ادراک کسی بھی مخلوق کے لیے محال ہے۔ فرمایا ''میری آنکھ سو جاتی ہے۔ مگر میرا دل نہیں سوتا''

۱۶۔ شکم مبارک: ۔آپ کا شکم مبارک اور سینہ پاک ہموار و برابر تھے۔

۱۷۔ پشت مبارک: ۔ایسی صاف وسفید تھی گویا پگھلائی ہوئی چاندی ہے دونوں مبارک کندھوں کے درمیان ایک نورانی گوشت کا ٹکڑا تھا جو ذرا ابھرا ہوا تھا اسے مہرِ نبوت کہتے ہیں۔ **۱۸۔ پائے مبارک:** ۔ پرگوشت اور انتہائی خوبصورت تھے۔نرم وصاف ایسے کہ ان پر پانی ذرا بھی نہ ٹھہرتا۔ بلکہ فوراً گر جاتا ایڑیاں کم گوشت، ہردو ساق مبارک باریک وسفید ولطیف جب آپ چلتے قدم مبارک کو قوت و وقار اور تواضع سے اٹھاتے پتھر پر چلتے تو وہ نرم ہو جاتا ریت پر چلتے تو نشان نہ ہوتا۔ **۱۹۔ قد مبارک:** ۔قد حضور مائل بہ درازی ہونے کے سبب اوسط قد سے زیادہ تھا مگر بہت دراز نہ تھا مگر جب لوگوں کے ساتھ چلتے تو سب سے بلند و سرفراز ہوتے۔ **۲۰۔ رنگ مبارک:** ۔گورا اور روشن وتاباں مگر اس میں کسی قدر سرخی ملی ہوئی تھی۔ **۲۱۔ جلد مبارک وبوئے خوش:** ۔جلد مبارک نرم تھی اور اس سے خوشبو لگائے بغیر بہترین خوشبو آتی تھی آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو میں نے غور سے آپ کی طرف نگاہ کی کیا دیکھتی ہوں کہ آپ چودھویں رات کے چاند کے مانند ہیں اور آپ سے تیز کستوری کی طرح خوشبو آ رہی ہے۔ **۲۲۔ موئے مبارک:** ۔ سر مبارک کے بال نہ تو بہت گھونگر والے تھے اور نہ بہت سیدھے بلکہ بین بین تھے۔ جب آپ کٹوا دیتے تو بال کان تک رہ جاتے۔ پھر بڑھ کر نصف گوش یا تہ گوش یا شانہ تک پہنچ جاتے مگر موئے مبارک خود بخود پراگندہ ہو جاتے۔ تو آپ ان کو دو حصے بطور مانگ کر لیتے اور اگر از خود بکھرتے تو بحال خود رہنے دیتے اور بہ تکلف مانگ نہ نکالتے۔ داڑھی مبارک گھنی تھی اسے کنگھی کرتے اور آئینہ دیکھتے اور سونے سے پہلے آنکھوں میں تین تین بار سرمہ ڈالتے مونچھ مبارک کو کٹوایا کرتے اور فرماتے تھے کہ مشرکین کی مخالفت کرو یعنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب کٹواؤ۔ اخیر عمر شریف میں آپ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں قریباً بیس بال سفید تھے گلے اور ناف کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا اس کے سوا شکم مبارک اور پستان مبارک پر بال نہ تھے۔ دونوں بازوؤں اور شانوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصے میں بال زیادہ تھے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدنی خصوصیات

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

۱:۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پشت مبارک سے ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے سے۔ ۲:۔ رات کو اندھیرے میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔ ۳:۔آپ کا لعاب دہن شریف کڑوے پانی کو میٹھا کر دیتا۔ ۴:۔ شیر خوار بچوں کے منہ میں آپ اپنے دہن مبارک سے ایک قطرہ ٹپکاتے تو وہ بچے سارا دن شکم سیر رہتے اور دودھ نہ مانگتے جیسا کہ عاشورہ کے دن اہل بیت کے بچوں پر تجربہ ہوا۔ ۵:۔آپ کی بغل مبارک نہایت سفید اور چمکیلی تھی، اس میں بال بالکل نہیں تھے۔ ۶:۔آپ کی آواز مبارک اتنی دور پہنچتی کہ دوسروں کی آواز اور اس کے 1/100 فاصلے تک نہیں پہنچتی تھی۔ اسی طرح آپ اتنی دوری سے سنتے کہ دوسرا کوئی بھی نہیں سن سکتا تھا۔ ۷:۔ آپ کی چشم مبارک سو جاتی مگر قلب مبارک بیدار رہتا۔ ۸:۔ حضور عمر بھر بلغم سے محفوظ رہے۔ ۹:۔آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔ ۱۰:۔آپ کا پسینہ مبارک کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا چنانچہ اگر آپ کسی کوچے میں سے گزر جاتے تو لوگ ہوا وفضا کی خوشبو سے آپ کے پیچھے پیچھے آ جاتے گویا وہ خوشبو سے (پہچان جاتے، کہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اس راہ سے تشریف لے گئے ہیں)۔ ۱۱:۔کسی آدمی نے آپ کا فضلہ مبارک زمین پر نہیں دیکھا کیونکہ زمین اسے نگل لیتی اور وہاں سے کستوری کی طرح خوشبو آتی۔ ۱۲:۔ ولادت شریف کے وقت آپ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوئے۔ ۱۳:۔ ولادت باسعادت کے وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ناف مبارک کٹی ہوئی تھی نیز کسی قسم کی نجاست و آلائش آپ کے جسم اطہر پر نہ تھی۔ ۱۴:۔ ولادت کے وقت آپ زمین پر تشریف لاتے ہی سجدہ ریز ہو گئے اور اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اٹھایا۔
۱۵:۔ نیز اس وقت ایسا نور جلوہ گر ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے اس میں شام کے شہر دیکھ لیے۔ ۱۶:۔آپ کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔ ۱۷:۔ چاند جھولے میں آپ سے باتیں کرتا تھا۔ ۱۸:۔گرمی کے موسم میں ہمیشہ بادل آپ پر سایہ کیے رہتا۔ ۱۹:۔اگر آپ کسی درخت کے پاس تشریف لاتے تو درخت سائے کے لیے آپ پر جھک جاتا۔ ۲۰:۔ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ ۲۱:۔ آپ کو جوئیں نہیں پڑتی تھیں۔ ۲۲:۔آپ کے مبارک کپڑوں پر کبھی نہیں بیٹھتی تھی۔ ۲۳:۔اگر آپ کسی جانور پر سواری کرتے تو وہ سواری کی مدت تک بول و براز نہیں کرتا تھا۔ ۲۴:۔ عالم ارواح میں آپ ہی سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ ۲۵:۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں سب سے پہلے آپ ہی نے بَلٰی فرمایا۔ ۲۶:۔ معراج کی سیر آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۲۷:۔اسی طرح براق کی سواری بھی (دنیا میں) آپ ہی کے لیے خاص۔ ۲۸:۔اور آسمانوں پر جانا قَابَ قَوْسَيْنِ تک پہنچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا بھی آپ ہی کا حصہ ہے۔ ۲۹:۔آپ کے جاہ وحشم کی خاطر فرشتوں کا فوج کی طرح آپ کے ساتھ رہنا اور جنگوں میں شریک ہو کر کفار کے ساتھ لڑنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔
۳۰:۔شق القمر (چاند کا دو ٹکڑے کرنا) اور دوسرے کئی عجیب وغریب معجزات بھی آپ سے مخصوص ہیں۔ ۳۱:۔ قیامت کے دن جو کچھ آپ کو ملے گا کسی کو بھی نہیں ملے گا۔ ۳۲:۔ سب سے پہلے آپ ہی قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔ ۳۳:۔ میدانِ حشر میں براق پر سوار ہونگے۔ ۳۴:۔ نیز ستر ہزار فرشتے آپ کے ارد گرد خدمت میں ہوں گے۔ ۳۵:۔ اور عرشِ معلی کی دائیں جانب کرسی پر آپ کو جگہ دی جائے گی۔ ۳۶:۔ مقام محمود سے آپ ہی کو مشرف کیا جائے گا۔
۳۷:لواء الحمد (حمد خدا کا جھنڈا) آپ ہی کے دست اقدس میں ہوگا اور حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کی ساری اولاد اس کے نیچے ہوگی۔
۳۸:۔تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے ساتھ آپ کے پیچھے ہوں گے۔
۳۹:۔خداوند کریم کا دیدار آپ ہی سے شروع ہوگا۔
۴۰:۔اور شفاعت عظمیٰ سے حضور ہی مشرف ہوں گے۔
۴۱: سب سے پہلے پل صراط حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی عبور فرمائیں گے اور تمام مخلوق کو حکم ہوگا کہ اپنی نگاہیں نیچی کر لیں تا کہ آپ کی لخت جگر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزریں۔ ۴۲:۔ سب سے پہلے آپ ہی جنت کا دروازہ کھولیں گے۔ ۴۳:۔ قیامت کے روز آپ ہی کو مقام وسیلہ پر فائز کیا جائے گا اور یہ اتنا بلند مرتبہ ہے کہ کسی اور کو میسر نہیں۔ ۴۴:۔ اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ حضور اس روز شہنشاہ حقیقی کے حضور میں بمنزلہ وزیر کے ہوں گے۔ اور جو خصوصیات شرائع میں آپ کی ذات اقدس سے مخصوص ہیں بے شمار ہیں۔

☆☆ ☆☆ ☆

وسیلۂ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

مکتوبات امام ربانی کے آئینے میں

پروفیسر عبدالباری صدیقی

اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ جل شانہ اور دیگر تمام حقیقتوں کے درمیان مرکزی واسطے اور وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے آپ کے واسطے اور وسیلے ہی سے قرب خداوندی کی سعادت مل سکتی ہے۔ آپ کی شفاعت کے بغیر نہ فلاح نصیب ہو سکتی ہے اور نہ نجات اخروی اسی مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ واضح فرما دیتے ہیں کہ:

''پس حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ اور باقی تمام حقیقتوں کے درمیان واسطہ ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور وسیلے کے بغیر کوئی بھی مطلوب تک نہیں رسائی حاصل کر سکتا۔ پس آپ تمام نبیوں کے نبی ہیں اور آپ کی بعثت بلاشبہ تمام کائنات کے لیے رحمت ہے اور اسی لیے آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تمام انبیائے اولوالعزم آپ کی اتباع کے متمنی رہے اور آپ کی امت میں شامل ہونے کی آرزو کرتے رہے۔

شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ حضرت شیخ فرید بخاری کو لکھتے ہیں کہ:

''پس میں یہ سمجھنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مجھے لغزشوں سے محفوظ رکھے اور توفیق عطا فرمائے کہ میں یہ حق ادا کر سکوں کہ بلا شک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم میں سب سے برگزیدہ ہستی ہیں اور روز قیامت آپ ہی کی ذات واحد ذات اقدس ہوگی جس کی اتباع میں پیچھے پیچھے عالم انسانیت کا جم غفیر ہوگا اور اللہ کی نظر میں اولین و آخرین میں آپ ہی سب سے بزرگ ہیں اور آپ ہی کو اپنی قبر سے سب سے پہلے ظاہر ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔ آپ ہی کو اول شافع اور ''اول مشفع'' کا اعزاز ملے گا یعنی شفاعت کرنے میں آپ ہی سبقت فرمائیں گے اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرے گی۔

''اور آپ ہی کی سب سے پہلی ہستی ہوگی جو جنت کا دروازہ سب سے پہلے کھٹکھٹائے گی تو پھر اسی لمحے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اسے کھول دے گا اور یوم قیامت حمد وثنائے خداوندی کا جھنڈا لوائے حمد آپ ہی کے دست اقدس میں لہرا رہا ہوگا۔ اور اس جھنڈے کے سائے میں حضرت آدم کھڑے ہوں گے پس آپ ہی کی ہستی اللہ سے قریب ترین ہوگی اور اس کا ایک حصہ نظر آئے گی۔ یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ بروز قیامت ہمیں ''اولون'' ہوں گے اور ہمیں ''آخرون'' اور میں یہ بات کسی قسم کے فخر وغرور سے بالاتر ہو کر کہہ رہا ہوں۔

اور میں اللہ کا حبیب اور تمام مرسلوں کا قائد ہوں اور یہ بات فخر یہ نہیں کہتا اور خاتم النبیین ہوں۔ اور یہ بات فخر یہ نہیں کہتا''

''اور میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا فرمایا اور مجھے اپنی ساری مخلوقات میں بہترین قرار دیا پھر ساری مخلوقات کو دو فرقوں میں تقسیم کر دیا اور مجھے ان میں سے برگزیدہ ترین فریق میں مبعوث فرمایا پھر ان فرقوں کو قبیلوں میں منقسم کر کے مجھے سب سے برگزیدہ قبیلے میں مبعوث فرمایا''۔

پس میں سب سے برگزیدہ ہستی ہوں میرا گھرانا سب سے شریف گھرانا اور میں ''اول الناس'' ہوں۔ یعنی بنی نوع انسان میں مجھی کو اولیت حاصل ہے پس میں ہی روز قیامت سب سے پہلے اپنی قبر سے ظاہر ہوں گا۔ جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور بارگاہ الٰہی میں لوگ وفد در وفد حاضری دیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جس وقت انہیں بولنے کی ہمت نہیں رہے گی تو میں ان کی پیروی میں بارگاہ ایزدی سے خطاب کروں گا اور جب انہیں حبس وقید کی سزا ملے گی تو میں ہی ان کے لیے شفاعت کی درخواست کروں گا اور جب وہ بالکل مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں نجات کی خوشخبری سناؤں گا''

''پس اس روز (روز قیامت) شرف وفضیلت عطا کرنے اور باب نجات وا کرنے کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور اس روز ''لوائے حمد'' بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کی نظر میں اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر منظور نظر ہوں گا اور میرے چاروں طرف ''بیض مکنون'' کی طرح مصفیٰ ومطہر ہزاروں خادم ہوں گے''

''اور جب قیامت کا دن آئے گا تو میں سارے نبیوں کا امام اور ان کا ترجمان ہوں گا اور ان کے درمیاں صاحب شفاعت کے اعزاز پر فائز ہوں گا او یہ بات میں فخر یہ نہیں کہتا''

''اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہ ہوتی تو پھر اللہ سبحانہ خلق کو پیدا ہی نہ فرماتا اور یوں اپنی شان ربوبیت کا مظاہرہ نہ فرماتا اور اس وقت بھی نبی کی حیثیت سے آپ کا وجود تھا۔ جب آدم علیہ السلام آب وخاک کی عبوری منزل (TRANSITIONAL STAGE) سے گزر رہے تھے''

ان مکتوبات سے اہل سنت وجماعت کے عقیدے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدۂ ختم نبوت کی تمام خصوصیات واضح ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی بدعقیدہ آپ کو شفیع المذنبین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین، امام الاولین والآخرین، نور مجسم شافع اول، مشفع اول اور سب سے بڑھ کر حقیقۃ الحقائق نہیں مانتا تو وہ منکر خدا کے عذاب مخلد سے بچ نہیں سکتا۔

مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل محبت کا فیصلہ

پروفیسر محمد حسین آسی

آج ۲۶ صفر ۱۴۲۲ھ بروز پیر ہے۔ گذشتہ شام راولپنڈی سے عزیز مکرم جناب عبدالرشید صاحب نے ایک چورقی پمفلٹ بھیجا جس کا نام ہے "مروجہ عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم" کہیں نصاریٰ اور ہنود کی مشابہت تو نہیں' انھوں نے تاکیداً فرمایا کہ اس کا جواب الحقیقہ کے آئندہ شمارے میں ضرور آنا چاہیے کیونکہ بہت سے قارئین کا پراصرار مطالبہ ہے۔ اگر ایسا تاکیدی حکم نہ ہوتا تو شاید میں اسے پڑھنا بلکہ دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔ ایک اس لیے کہ میری صحت آج کل زیادہ لکھنے پڑھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسرے اس لیے کہ میں خلوص سے یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ ملی وملکی حالات کا تقاضا یہ ہے کہ بحثوں میں الجھے بغیر اپنا کام کرتے رہنا چاہیے۔ محفل میلاد کے اصل مقاصد کیا ہیں اور انھیں کس طرح بروئے کار لایا جائے ایک مدت سے میری فکر کا عنوان یہی ہے۔ چنانچہ دو سال قبل میری کتاب، میلاد شریف اور بعض روایات' بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس میں میلاد شریف کی اصل حقیقت اور اس کے مقاصد وفوائد کا بیان ہے نیز ابوالکلام آزاد نے میلاد شریف کی روایات پر جو تنقید کی ہے اس کا جواب ہے یہ کچھ ہونے کے بعد بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ دشمن ہمیں بحثوں میں الجھا کر ہماری قوتِ عمل کو ضائع کرنا چاہتا ہے ہمیں خلوص سے محفل میلاد کا انعقاد کرتے رہنا چاہیے اور اس کے خلاف اگر کوئی ادھر ادھر سے آواز بلند ہوتی ہے تو اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دینی چاہیے

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں
آواز سگاں کم نہ کند رزقِ گدارا

ویسے بھی جو قوم صدر اول سے آج تک کے صوفیا کو مشرک مجتہدین مفسرین اور محدثین کو بھی ناقابل اعتماد سمجھتی ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ منہ لگانے کے قابل ہی نہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ طرز فکر ہی بتاتا ہے کہ وہ شیطان کے جال میں پھنس چکے ہیں اور حدیث پاک سنیے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

إِنَّ الشَّيْطٰنَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ

ترجمہ: شیطان انسان کے لیے ایسے ہی ہے جیسے بکری کے لیے بھیڑیا جو گلے سے بچھڑ جانے والی گلے سے دور ہونے والی اور الگ ایک کنارے پر چلنے والی ہو بھیڑیا ایسی بکری کو (آسانی سے) پکڑ لیتا ہے لہذا تم گھاٹیوں سے بچو اور جماعت اور عام لوگوں کے ساتھ رہو۔ (ورنہ شیطان تم پر بھی بآسانی قابو پا لے گا)

کتنی آسان پہچان یہ ہے سیدھے راستے اور سچے گروہ کی۔ ملتِ اسلامیہ کی اکثریت کسی غلط عقیدے اور نظریے پر جمع نہیں ہو سکتی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف الفاظ میں یہ نکتہ سمجھایا مثلاً ایک اور جگہ فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (ترمذی ۔ مشکوۃ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر جمع نہ فرمائیگا اور اللہ کا دستِ قدرت ورحمت جماعت پر رہتا ہے اور جو جماعت سے جدا ہو گیا وہ تنہا ہی آگ میں ڈالا جائے گا۔

فرمایئے اگر کوئی شخص خلوص سے کلمہ پڑھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا پورا ایمان واعتماد رکھتا ہے کیا اس کے لیے یہ دو حدیثیں کافی نہیں۔ چند سر پھرے جن کے دل حلاوتِ ایمان سے محروم ہیں، ان کو چھوڑ کر کون ہے جو محفل میلاد کا منکر ہے بڑے بڑے سلاطین وخلفاء جن کی قوتِ بازو نے صلیبی جنگوں میں قابلِ قدر کامیابی حاصل کی اور ہر آڑے وقت میں اسلام کو دشمنوں سے محفوظ رکھا مثلاً نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی بڑے بڑے محدثین جنھوں نے بخاری شریف اور مسلم شریف کی معتبر شروح لکھ کر مشکلاتِ حدیث کو آسان کیا مثلاً عسقلانی، قسطلانی اور نقروی، بڑے بڑے متکلمین جنھوں نے اپنے اپنے دور کے علمی وعقلی تقاضوں کے مطابق اسلام کی عقلی وعلمی تشریح کی مثلاً امام غزالی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بڑے بڑے صوفیا جن کے زہد وتقویٰ پر زمانہ گواہ رہا ہے اور جنھوں نے ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کو کفر وشرک کے گڑھوں سے نکالا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم اگر ان سب کا ایک مذہب، ایک راستہ اور ایک ہی عقیدہ ہو اور یہ سب محافلِ میلاد کے جواز واہمیت کے قائل ہوں تو نہایت ہی قلیل التعداد گروہ جو مسلمانوں کے دور غلامی کی یادگار ہے کیا وقعت رکھتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے قوم سادہ ہے ان باریکیوں سے واقف نہیں جب بھی کوئی ڈگڈگی بجاتا ہے کان کھڑے کر لیتی ہے۔ دشمنوں کا تو مقصد ہی ذکر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم روکنا ہے اپنوں کو اتنا تو چاہیے کہ دشمن کو پہچانیں، اس کی آواز پر کان تک نہ دھریں اور عشق ومحبت کے راستے پر متواتر گامزن رہیں بقول حضرت اقبال علیہ الرحمہ

بمنزل کوش مانندِ مہ نو
دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفےٰ رو

ترجمہ: اے مسلمان نئے چاند کیطرح اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہ اور اس نیلی فضا میں آگے ہی بڑھتا چل۔ اگر تو اس دنیا کے بتکدے میں اپنا مقام پیدا کرنا چاہتا ہے اسلام دشمن طاقتوں کی پروا کیے بغیر تو حق تعالیٰ سے لو لگا لے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا رہ تیرا اس لیے بھی ایسے کتابچوں کے پڑھنے کی تیسرے

ضرورت نہیں کہ ڈیڑھ دو صدیوں سے یہ عشق دشمن لوگ جن مسائل پر اظہار خیال کرتے ہیں عموماً ایک ہی قسم کے ہیں اور ان کے دلائل بھی وہی گھسے پٹے۔ علماء بارہا ان کا دندان شکن جواب دے چکے اور دے رہے ہیں۔ کوئی نئی دلیل تو ان کے ہاں نظر نہیں آتی۔ پھر کیوں اپنا وقت عزیز ضائع کیا جائے وہ ہٹلر کے وزیر گوبلز کی طرح بار بار جھوٹ بولتے ہیں کوئی جواب دیتا ہے تو سنتے نہیں سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، سمجھتے ہیں تو مانتے نہیں لہٰذا دوستوں کو چاہیے ان چند افراد سے اسی طرح جان چھڑائی جائے جس طرح قرآن پاک نے اللہ کے پاک بندوں کے حوالے سے فرمایا۔

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان۔۶۳)

ترجمہ: جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام

تحریر کا تجزیہ:۔

اپنے اس نقطۂ نظر کے باوجود دوستوں کا احترام پیش نظر تھا رسالہ پڑھا تو واقعی وہی گھسی پٹی دلیلیں، ہاں انداز بیان میں پہلے سے کچھ زیادہ ہشیاری ہے بہرحال میں نے اس کا تجزیہ کیا تو چند باتیں سامنے آئیں جن کی وضاحت ہونی چاہیے۔

۱۔ عنوان ہی سے ظاہر ہے کہ اس رسالے کا مصنف عید میلاد النبی کا منکر ہے طرز افکار ہے کہ اسے نصاریٰ و ہنود سے مشابہت قرار دیا ہے۔

۲۔ تحریر کی ابتدا میں ہی اس نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول شریف ہے، ۱۲ نہیں۔

۳۔ تاریخ وصال پر داد تحقیق دی تو اسے ۱۲ ربیع الاول لکھا۔

۴۔ تاریخ وصال ۱۲ ربیع الاول قرار دے کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے متعلق چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاثرات اور مراثی کا حوالہ دیا ہے۔ ان کے الفاظ میں دنیاوی اعتبار سے بھی اگر کوئی شخص کسی تاریخ کو پیدا ہوا اور پھر اتفاق سے اسی تاریخ کو موت ہو جائے تو عزیز و اقارب اس دن خوشی نہیں مناتے۔

۵۔ پھر انھوں نے حکمرانوں کو ڈرایا ہے کہ عید میلاد النبی جیسی بدعات وشرکیہ رسوم کی سرپرستی نہ کریں ورنہ عذاب آجائے گا۔

۶۔ انھوں نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدعت قرار دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں۔ عید الفطر اور عید قربانی۔

۷۔ ان کا کہنا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح میلاد نہیں منائی بلکہ پیر کو روزہ رکھتے تھے۔

۸۔ منکرین نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ علماء مشائخ کو آنکھیں بند کر کے رب نہ بنائیں بلکہ تحقیق کریں اور انکی جو بات بھی اللہ کے قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نہ ہو، اسے چھوڑ دیں۔

۹۔ اپنے سارے دلائل کے بعد انھوں نے مسلمانوں سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فیصلہ طلب کیا ہے۔

ہمارا جوابی تبصرہ:۔

چونکہ الحقیقہ کا موجودہ شمارہ میلاد نمبر ہے اس لیے بعض سوالوں کے تفصیلی جوابات دوسرے مضامین میں آگئے ہیں لہٰذا اختصار کے ساتھ صرف چند باتوں کی وضاحت زیادہ کی جاتی ہے سب سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ دسلیلا... والوں نے مروجہ عید میلاد النبی کا جو نقشہ کھینچا ہے اس پر تبصرہ کیا جائے۔

مروجہ عید میلاد النبی کے ضمن میں لکھتے ہیں ''افسوس کہ جس روز یہ ہوا (وصال سرکار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسی روز ہم خوشیاں مناتے، جھنڈیاں لگاتے، ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے، بھنگڑا ڈالتے جعلی ڈاڑھیاں لگا کر سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا استہزا کرتے، رات کو ہندوؤں کی دیوالی کی طرح گھروں پر چراغاں کرتے، بازاروں میں نام نہاد نمائشوں کا اہتمام کرتے، محفل میلاد کا سوانگ رچا کر قوالوں سے شرک سے لتھڑی غلیظ قوالیاں سنتے اور اس کے علاوہ جو خرافات ہم سے ہو سکتی ہیں دین اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔''

عید میلاد النبی کا نقشہ کھینچتے ہوئے واقعی آپ سے جو خرافات ہو سکتی، آپ نے سرانجام دیں، ذرا یہ تو بتائیے یہ نقشہ کسی سنی عالم دین نے کسی کتاب میں بیان کیا ہے اور کونسا سنی عالم ہے جس نے بھنگڑا ڈالنے، جعلی ڈاڑھیاں لگانے اور غلط قسم کی قوالیوں کو میلاد شریف میں شامل کیا ہے میلاد النبی کی محفل میں قرآن خوانی۔ حمد ونعت، واقعات میلاد خصوصا اس وقت کے ارہاصات، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن اور رضاعت کے احوال پردے کے کمالات صورت وسیرت پھر صلوٰۃ وسلام اور طعام یا تقسیم شرینی۔ بتائیے ان میں کونسی چیز ایسی ہے جو قرآن پاک یا حدیث شریف کے خلاف ہو۔ رہ گیا روشنی کا اہتمام، ہاں واقعی خوش ہوتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں۔ جب یوم پاکستان اور دوسرے ایسے مواقع پر اس میں جرم نہیں تو اللہ کی سب سے بڑی نعمت جو خود نور ہے کی آمد پر خوشی مناتے ہوئے روشنی سے کیوں چڑ ہو۔ ذرا اپنے ہاں بھی اہل حدیث کانفرنس پر جو قمقمے روشن کیے جاتے ہیں ان کا حساب بھی سامنے رکھیے۔ رہ گیا بعض غیر شرعی حرکتیں کرنے والے لوگ، ان کا جلوس میلاد سے کوئی تعلق نہیں، نہ ہم نے کبھی ان کی حوصلہ افزائی کی اور نہ ہمارے سامنے یہ کچھ ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اگر کہیں ہیں تو سمجھو یونہی جلوس میلاد میں گھس آتے ہیں جیسے آپ اسلام کی چار دیواری میں گھس آئے ہیں کہ ہروقت ہر قیمت پر ذکر خدا اور ذکر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں کہیں درود شریف کے خلاف محاذ آرائی ہے تو کہیں کلمہ اور دعا کے خلاف۔ رہ گیا کہ وصال شریف کے دن ایسا ہوتا ہے اس کا جواب آگے آرہا ہے۔

تجزیاتی نکات:۔

اب آیئے تجزیاتی نکات کی طرف۔

۱۔ عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے والے نصاریٰ اور ہنود کی پیروی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے نصاریٰ اور ہنود سے آپ کے روابط ہیں اسی لیے آپ نے پاکستان کی مخالفت کی بلکہ اس سے بھی بہت پہلے سے آپ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ذکر روکنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ برعظیم و پاک وہند میں صدیوں مسلمان حکمران رہے اور ان کے دور میں کسی نے محفل میلاد کی مخالفت نہیں کی۔ شیخ عبدالحق، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز تک علماء وفضلا، صوفیہ وعرفاء سب محفل میلاد کے حق میں تھے۔ نصاریٰ نے اپنے دور میں ہندوؤں سے مل کر اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کی سازشیں کیں اور آپ لوگوں کو آلۂ کار بنایا لہٰذا محفل میلاد النبی کو منانا نصاریٰ وہنود کی پیروی نہیں اسکی مخالفت ان کی پیروی ہے۔ ورنہ آپ تصریح

کیجئے انگریزوں کے تسلط سے پہلے کون مشہور صوفی عالم، فقیہ، محدث بادشاہ ایسا تھا جس نے محفل میلاد کی بھی ممانعت کی۔

ہاں ہاں اس کی بنیاد کسی کافر مشرک کی پیروی پر نہیں بلکہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت کا شکر ادا کرنے کے جذبے پر ہے۔ کافروں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت نہیں مانا، چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (سورۃ ابراہیم۔۲)

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدلا اور جنھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر پہنچایا اس نعمت اللہ سے مراد مفسرین کے نزدیک حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

کافروں نے کفرانِ نعمت کیا، ان سے شکر متصور نہیں لہذا ان سے محفلِ میلاد کے انعقاد کا کوئی تعلق نہیں مسلمان اس نعمت کو مانتے اور قدر کرتے ہیں اسی لیے فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (آل عمران۔۱۶۴)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان (عظیم فرمایا) جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ورسالت سارے جہانوں کے لیے ہے مگر سب نہیں مانتے۔ صرف اہل ایمان مانتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا کہ بیشک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا یعنی یہ کہ انھیں اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان کرادی اور وہ انھیں سب سے بڑی نعمت سمجھتے ہیں۔

جو احسان مانے، اسی سے شکر کی توقع اور مطالبہ ہے۔ لہذا مومن ضرور محفل میلاد منا کر اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں اور محبوب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے گن گا کر اس نعمت کی عظمت کا اقرار کرتے ہیں۔

تو گویا عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بنیاد یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی سب سے بڑی نعمت ہیں اور نعمتوں کے ذکر وشکر کا حکم اللہ نے قرآن پاک میں بار بار دیا ہے۔

مثلا لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابرھیم۔۷)

ترجمہ: اگر تم نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو ضرور ضرور اور بھی دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو بیشک میرا عذاب سخت ہے۔

۲۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ٥ (الضحیٰ۔۱۱)

ترجمہ: اور آپ اپنے پروردگار کی نعمت کا ذکر کرتے رہیں۔

اب آیئے حدیث میں محفل میلاد کے بیان کی طرف سو جتنی روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت خاندان، بچپن وغیرہ کے حالات ہیں وہ سب خصوصیت کے ساتھ روایات میلاد ہی تو ہیں اب انھیں جب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو گویا اپنے ذکر میلاد کو سنت کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگے بیان کرتے رہے تو گویا میلاد پڑھتے رہے۔ سوچئے اگر سرکار دوعالم نے یہ حالات ارشاد نہ فرمائے ہوتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آگے امت کو پہنچائے نہ ہوتے تو ہم تک کیسے پہنچتے۔ گویا محفل میلاد کی بنیاد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رکھی اور عاشقانِ رسول نے صرف اپنے آقا ومولا صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے۔

یہ تو محفل میلاد کی حدیثی بنیاد ہوئی اگر انصاف سے دیکھیں تو قرآن پاک کی وہ تمام آیتیں جن میں پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کیا آپ کے لیے دعائیں کیں آپ کا حلیہ بیان کیا آپ سے توسل کا سبق دیا جن کی بنا پر یہود ونصاریٰ آپ کے وسیلے سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح یقین سے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ سب آیتیں آیاتِ میلاد ہی تو ہیں خصوصا عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میں آیا ہوں۔

> **قرآنِ پاک نے اللہ کے پاک بندوں کے حوالے سے فرمایا۔**
>
> **و اذا خاطبھم الجھلون قالوا سلما** (الفرقان۔۶۳)
>
> **ترجمہ: جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام**

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (الصف۔۶)

ایسے رسول کی خوشخبری دینے کو جو میرے بعد تشریف لائے گا اس کا نام احمد ہوگا گویا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خبر، خوشخبری ہے جس سے سننے والے خوش ہوں، بلکہ خود سنانے والا خوش ہو بلکہ سنانے والے کو بھیجنے والا اللہ خوش ہے ایک طرف یہ خبر میلاد، اللہ خوش، پیغمبر خوش، عام مخلوق خوش مگر دوسری طرف یہ توحید یئے جنھیں اس خبر سے کسی طرح خوشی محسوس نہیں ہوتی۔

نیز ایسی تمام آیات جن میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جــــآء (وہ آیا) جیسی بھی آیات میلاد ہیں پھر ارسلــنا (ہم نے بھیجا) سے شروع ہونے والی آیات بھی اصلاً میلاد ہی سے تعلق رکھتی ہیں کیونکہ بھیجے جانے میں بھی آنے کا مفہوم ہی ہوتا ہے لہذا لفظ رسول میں بھی جو قرآن، نماز، اذان کلمے خطبے غرض یہ کہیں استعمال ہوتا ہے میں بھی میلاد کا مفہوم موجود ہے۔ کیونکہ اس کا معنیٰ ہے (اللہ کا) بھیجا ہوا واضح ہوگیا رسول یا منکر ذکر میلاد کا انکار، منافقت ہے ان کے علاوہ میلاد شریف کی بنیاد وہ آیات کریمہ بھی ہیں جن میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کا میلاد شریف مذکور ہے مثلا حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یحیٰ، حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہم السلام۔۔ گویا انبیاء کرام علیہم السلام کے میلاد شریف کا ذکر کرنا خود اللہ کی سنت کریمہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ یعنی جو میری سنت سے منہ پھیرے میرا نہیں تو جو اللہ کی سنت سے منہ پھیرے، وہ اللہ والا کیونکر ہوسکتا ہے۔ نیند وغیرہ ہی ہوگا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت با سعادت:۔

اس سوال کا جواب اسی الحقیقہ میں کسی دوسرے مقام پر تفصیل سے مل جائے گا۔ یہاں مختصر ایوں سمجھو کہ چودہ صدیوں کی تاریخ اسلام میں ولادت باسعادت کی تاریخ جمہور کے نزدیک ۱۲ ربیع الاول شریف ہی مشہور رہی ہے۔ دو تین تاریخیں اور

بھی لکھی گئیں مگر اکثر نے ان پر اعتماد نہیں کیا۔ میلاد جب بھی منایا گیا حرمین شریفین اور دوسرے دیار و امصار میں ۱۲ ہی کو منایا گیا۔ گزشتہ صدی میں مصر کا ماہر فلکیات تھا۔ محمود فلکی پاشا اس نے اپنے حساب سے ۹ ربیع الاول کو یومِ میلاد قرار دیا مگر علامہ شبلی اور قاضی محمد سلیمان منصوری کے سوا کسی معروف سکالر نے اس پر بھروسہ نہ کیا۔ حتیٰ شبلی صاحب کے اپنے شاگرد سید سلیمان ندوی نے بھی ۱۲ ہی کو ترجیح دی۔ مولانا مودودی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی جیسے لوگوں نے بھی ۱۲ ہی کے حق میں فیصلہ دیا۔ منکرین میلاد کو فلکی پاشا جس کی کتاب بھی غالباً فرانسیسی میں چھپی اور نایاب بھی ہے کا سہارا مل گیا ہے اس کے مقابلے میں دوسرے ماہرین فلکیات جو ۱۲ ربیع الاول شریف کے حق میں ہیں منکرین کے معیار پر پورے نہیں اترتے دیکھئے ان کی ذہنیت کو کہ نہ ماننے پر آئیں تو صحیح احادیث کو ضعیف کہہ کر انکار کر دیں اور ماننے پر آئیں تو ایک پاشا کی غیر مستند فلکیاتی تحقیق پر لٹو ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ منکرین کی ساری منطق اسی قسم کی ہے۔ محدث ابن جوزی علیہ الرحمہ ان کے منہ بھاتے محدث ہیں مگر میلاد اور یومِ میلاد کے بارے میں ان کی بھی نہیں مانتے۔ نواب صدیق بھوپالی ان کے گھر کے آدمی ہیں جن کی شادی بھی ملکہ وکٹوریہ کی رضا سے ہوئی تھی اتنے خالص وہابی ہو کر ان کی نظروں سے گر گئے کیونکہ انھوں نے بھی ابن جوزی علیہ الرحمہ سے اتفاق کیا ہے۔

۳۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ وصال:۔

الحقیقہ کے اسی شمارے میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وصال پر بھی بحث کی گئی ہے اور زوردار حدیثی روایت سے ثابت کیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول آپ کی تاریخ وصال ہرگز ہرگز نہیں۔ مگر یہاں ایک اور انداز میں بات کی جاتی ہے۔ سب کا اتفاق ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کا دن جمعہ تھا اس پر بھی سب متفق ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کو ہوا۔ اب ان دو یقینی و حتمی دنوں کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں۔ ۹ ذوالحجہ جمعہ کو ہو تو کسی صورت بھی ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن نہیں آتی۔ تفصیل یہ کہ ذوالحجہ، محرم اور صفر تین مہینے درمیان میں آتے ہیں۔ تینوں مہینے تیس تیس دن کے ہوں یا تینوں انتیس انتیس کے دو مہینے تیس کے اور ایک انتیس کا یا دو انتیس کے ہوں اور ایک تیس کا خود حساب کر کے دیکھیں جو دن بھی آئے گا پیر کے سوا ہو گا۔ لہٰذا چونکہ پیر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ لہٰذا یقینی طور پر وہ ۱۲ ربیع الاول شریف کے سوا کوئی اور تاریخ تھی۔ سیرتِ رسول عربی میں ۲ ربیع الاول لکھی ہے اور وہی درست نظر آتی ہے۔

۱۲ ربیع الاول کو خوشی منانا:۔

منکرین میلاد نے پہلے تو ایک مفروضہ یا ڈھکوسلہ قائم کیا کہ ۱۲ ربیع الاول شریف کو آپ کا وصال ہوا جس کی تحقیق ہو چکی۔ پھر انھوں نے وصال شریف کے دن جو صدمہ ہوا تھا مختلف مقدس شخصیات کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے۔ خیال فرمائیں کہ جب ۱۲ ربیع الاول کو وصال ہوا ہی نہیں تو احساسات غم کا حوالہ چہ معنیٰ۔ ان کے الفاظ میں "دنیا

وہی قاعدے کے اعتبار سے بھی اگر کوئی شخص کسی تاریخ کو پیدا ہوا اور پھر اتفاق سے اسی تاریخ کو فوت ہو جائے تو عزیز و اقارب اس دن خوشی نہیں مناتے۔ گویا کسی اور دن فوت ہو تو خوشی مناتے ہیں یہ ایک اور ڈھکوسلا۔ آدمیوں کی تو بات چھوڑیں فرمایئے کتنے وہابی ایسے ہیں جن کی پیدائش اور مدت کا دن ایک ہی ہو۔ آپ کے قاعدہ کہہ رہے ہیں ایسا کبھی کبھی ضرور ہوا ہو گا۔ اللہ قادرِ مطلق ہے۔ جب چاہے، پیدا کرے، جب چاہے بلا لے۔ مگر اپنے گلی محلے میں دوستوں رشتہ داروں بلکہ کسی تاریخ میں کسی ایک شخصیت کا نام تو لیجئے جسے پیدا ہوتے اور مرنے کی ایک ہی تاریخ ملی۔ میلاد کی خوشیاں روکنے کے لیے وہابی کیسے اندھے ہو گئے ہیں کہ گویا دین کے قاعدے سے تو ۱۲ ربیع الاول شریف کو خوشی نہ منانے کا مسئلہ طے کر چکے۔ اب دنیا کی طرف متوجہ ہوئے تو یہاں بھی انھیں غم کے سوا کہیں پناہ نہیں ملی۔ ایسا کیوں نہ ہو، جو اللہ کی سب سے بڑی نعمت کے ظہور پر بھی خوش نہ ہوا اور سب سے بڑی عید کے دن کو بھی سب سے بڑے ماتم کا دن قرار دے خوشی اس کے مقدر میں کہاں ۱۲ ربیع الاول شریف اہل ایمان کے لیے سب سے بڑی خوشی کا دن ہے اور انھیں کے اپنے نواب صدیق الحسن خان بھوپالی جنھوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد نامہ الشمامۃ العنبریہ فی مولدِ خیر البریہ کے نام سے لکھا ہے اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔

> ''جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں''

منکرین میلاد اپنے بزرگ کے اس فرمان کو پڑھیں اور اپنے نام نہاد ایمان کا جائزہ لیں۔ ایک ہے میلاد کی خبر سن کر خوش نہ ہونا اور ایک ہے خوش ہونے والوں کو خوشی سے روکنا، فرمایئے ان دونوں میں بڑا جرم کونسا ہے اور اپنے گھر کے معیار کو سامنے رکھیں اور بتائیں آپ کے گروہ میں کتنے ہوں گے جنھیں صاحب ایمان ہونے کا شرف حاصل ہے۔

آیئے اسلام کے محدثین اور سیرت نگاروں کی طرف جنھوں نے ۱۲ ربیع الاول کا حال لکھا ہے۔ سب کا اتفاق ہے کہ فضا، خلا، ہوا مشرق و مغرب، جنوب و شمال، بحر و بر، ہر طرف بے مثل خوشیوں کا بہترین سماں چھایا تھا۔ اسی مجلے میں آپ اپنے منظوری یافتہ، مورخین اور محدثین کے بیانات بھی دیکھ لیں۔ روایات کے مطابق فرشتوں کے جلوس اتر رہے تھے۔ خانہ کعبہ کی چھت اور مشرق و مغرب میں جھنڈے نصب کیے جا رہے تھے، بت اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو رہے تھے۔ حوریں اور گذشتہ مقدس خواتین حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ کی خدمت اور سلامی کے لیے حاضر ہو رہی تھیں۔ ایران کا ہزار سالہ آتشکدہ بجھ گیا تھا اور کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے زمیں بوس ہو گئے تھے وغیرہ وغیرہ ہاں اس روز شیطان جنگلوں وادیوں میں چیخ رہا تھا۔ ۔ پیٹ رہا تھا اور از حد پریشان تھا۔ کم از کم محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی کتابیں پڑھ کر دیکھ لیں۔ تو گویا ۱۲ ربیع الاول شریف کو خوش ہونا اللہ اور اللہ کے پاک بندوں کی سنت اور اس دن رونا پیٹنا اور غم منانا اللہ کے سب سے بڑے دشمن اور نبیوں علیہم السلام کے سب سے بڑے گستاخ کی سنت ہے اور آپ ہم سے فیصلہ پوچھتے ہیں پہلے اپنے متعلق بھی فیصلہ کر لیں کہ کس کی سنت پر چل رہے ہیں سوچئے جب کئی صدیاں گزرنے کے بعد بھی شیطان کے چیلے چانٹے مختلف حیلے بہانوں سے ذکر میلاد اور فرحت میلاد سے روکتے ہیں تو واقعی اس مخصوص تاریخ کو یعنی ۱۲ ربیع الاول کو شیطان کا اپنا کیا حال ہوا ہو

گا۔ چنانچہ روض الانف میں علامہ سہیلی فرماتے ہیں۔

إِنَّ إِبْلِيْسَ لَعَنَهُ اللهُ رَنَّ أَرْبَعَ رَنَّاتٍ، رَنَّةٌ حِيْنَ لُعِنَ، وَرَنَّةٌ حِيْنَ أُهْبِطَ وَرَنَّةٌ اهبط و رنة حِيْنَ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَرَنَّةٌ حِيْنَ أُنْزِلَتْ فَاتِحَةُ الْكِتٰبِ (ضیا النبی)

ترجمہ: ابلیس زندگی میں چار دفعہ چیخ مار کر رویا، پہلی مرتبہ جب اسے ملعون قرار دیا گیا، دوسری مرتبہ جب اسے (زمین پر) اتارا گیا اور تیسری دفعہ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور چوتھی مرتبہ جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی آیئے اب آخر میں ہم بتائیں کہ ہماری خوشی کا سبب کیا ہے۔ سنئے سنئے قرآن پاک نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعے اپنے بندوں کو کیا حکم دیا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

(یونس۔۵۸)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت کے سبب جو ان پر ہوا خوشی منائیں، یہ ان چیزوں سے جنھیں جمع کرتے ہیں بہتر ہے

قرآن پاک میں عموماً فضل و رحمت یکجا آئیں تو اشارہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے۔ بہر حال یہاں اہل علم کی تحقیق کے مطابق کئی تاکیدوں سے خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر خوشی کو بہتر فرمایا گیا ہے ان دنیوی خزانوں سے جنھیں لوگ جمع کرتے ہیں دنیا کے لیے اور نیکیوں کے ذخیروں سے جنھیں جمع کرتے ہیں آخرت کے لیے مِمَّا يجمعون میں دونوں طرف اشارہ ہے۔ جب یہ خوشی دین و دنیا کی تمام دولتوں سے بہتر ہے تو کوئی بیدولت ہی اس کے خلاف ہو سکتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ منافق کی فطرت نفاق اور مومن کی فطرت ایمان ایک دوسری سے تضاد رکھتی ہیں۔ ان کے اپنے اپنے تقاضے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کے بعد بھی زندہ رہنا کتاب و سنت کی روشنی میں یقینی ہے پھر بھی دیدار عالم کا سلسلہ منقطع ہونے کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شدت محبت کی وجہ سے رونا ناگزیر تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس دن رو رہے تھے اور انھیں رونا ہی چاہیے تھا وہابی اس موقع پر ہوتے تو خوش ہوتے۔ کیونکہ جو بات مومن کے لیے پریشان کن ہوئی ہے وہ منافق کے لیے سرور بخش ہے اور جو مومن کے لیے سرور بخش ہو وہ منافق کے لیے پریشان کن ہوتی ہے۔

۵۔ حکمرانوں کو نصیحت :۔

منکرین نے اپنی رسلیا میں حکمرانوں کو بھی نصیحت کی ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی کر کے عذاب مول نہ لیں۔ یعنی رعایا کو سمجھا لیا اور وہ ان کی بات مان گئے۔ اب حکمرانوں کو بھی اپنی ڈگر چلانا چاہتے ہیں، منشا یہ ہے

خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

حکمران سودی معیشت اختیار کریں وہابی کو کوئی دکھ نہیں، بسنت منائیں، معاف، فحاشی پھیلائیں، اجازت، امریکہ اور آئی ایم ایف کی بندگی کریں، درست، عطیٰ ہاں میلاد شریف کی سرپرستی سے توبہ کر کے شیخ نجد کے ہاتھ پر بیعت کریں اور ۱۲ ربیع الاول شریف کو ذرائع ابلاغ پر رونے دھونے، سر پیٹنے کے پروگرام نشر کریں۔ کیا ہی کہنے وہابی سوچ کے رب فرمائے۔

فَلْيَفْرَحُوْا یعنی چاہیے کہ مومن خوشیاں منائیں

اور وہابی کی مرضی ہے فَلْيَبْكُوْا یعنی چاہیے کہ مومن روئیں

اہل نظر سے پوچھو تو پاکستان کی بقا اور اس کا استحکام حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت پر ہے۔ یعنی اس کے بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری، مفکر پاکستان فرماتے ہیں (خدا کی طرف سے جواب شکوہ کے آخر میں)

> ترجمہ: ہمیشہ سے اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل (میلاد) کا انعقاد کرتے رہے ہیں عوام و خواص کی دعوتیں کرتے ہیں اور ربیع الاول کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات دیئے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور نیکیاں بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اجالا کر دے

اور اسی نظم کا آخری شعر (یعنی اس کا مضمون بھی خدا کی طرف سے)

کی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

اگر آپ مفکر پاکستان اور بانی پاکستان سے متفق ہوتے تو آج اس پاکستان کے حکمرانوں کو میلاد شریف کی سرپرستی سے نہ روکتے جس کی بنیاد ہی جذبۂ عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر رکھی گئی تھی۔ ان دونوں کے پاس ڈاڑھی ہی نہیں تھی۔ باقی سب کچھ تھا اور آپ کے گرو گنٹھالوں کے پاس ڈاڑھی ہی تھی۔ باقی سب کچھ نہیں تھا۔ آپ آج میلاد منانے والوں کو مشرک کہہ رہے ہیں اور کل (بلکہ آج بھی) گاندھی اور نہرو جیسے جدی پشتی مشرکوں کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے اور بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج ہر طرف ملت اسلامیہ کے دشمن ہیں جو اسے تہس نہس کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اس صورت حال کا مداوا جذبہ عشق رسول اور غیرت اسلامی بیدار کرنے کے سوا کچھ نہیں، مگر تمھیں کیا، تم نے طائف، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں نہتے عاشقان رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تہِ تیغ کیا اور پھر انھیں شہروں اور علاقوں کی حفاظت کے لیے اسلام کے سب بڑے دشمن امریکہ کے غلام و محتاج بنے ہوئے ہیں آپ اللہ کے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام سے مدد مانگنے کو شرک کہتے ہیں مگر اللہ کے دشمنوں سے مدد مانگنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔ یہ ہے آپ کا اسلام یہ ہے آپ کی توحید یہ ہے آپ کی اتباع سنت

کیا تمھیں یاد ہے کہ صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ نے سارے عیسائی یورپ کے دانت کھٹے کر دیئے تھے ہاں ہاں یہ ایوبی کون تھا یہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا غلام تھا (جنھیں تم غوث اعظم کہنے کو بھی شرک قرار دیتے ہو) اور یہ عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا عاشق تھا۔ تاریخ اسلام کو جن پر ناز ہے وہ سب شمع رسالت کے پروانے ہوئے ہیں اور بڑے بڑے کارنامے انھیں لوگوں نے سرانجام دیئے ہیں۔ آج کا ڈاکٹر عبدالقدیر خان جانتے ہو جسے محسن پاکستان کہتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق سے سرشار ہے اور مجدد ملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس

سرہ کے مداحوں میں سے ہے۔

لو ہم بھی پاکستان کے حکمرانوں کو بتائے دیتے ہیں کہ میلاد و نعت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کر کے خود کو اور قوم کو محبت و اطاعت رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے مالا مال کیجئے۔ دیکھنا پاکستان کتنی جلدی ترقی کرتا ہے عام محدثین جن میں حضرت علامہ ابن جوزی علیہم الرحمہ بھی ہیں۔ اس بات پر جزم کرتے ہیں کہ میلاد شریف کی برکتیں سال بھر رہتی ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب یوں محسوس کیوں نہیں ہوتا' پہلے ایسے کیوں تھا۔ جواب یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ میں پہلے سب میلاد منایا کرتے تھے اور اس کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اب ایسا نہیں ہے حکومت کی طرف سے میلاد منانے والوں کو میلاد منانے کی اجازت ہے اور اس کے خلاف خرافات بکنے والوں کو بکنے کی اجازت ہے اگر خدانخواستہ یہاں سب بے ادب اور گستاخ ہی رہیں تو اپنی حفاظت کے لیے اس امریکہ جیسے اسلام دشمنوں کو بلانا ہوگا جنھوں نے سعودی عرب کی معیشت کا بیڑا غرق کر دیا ہے بلکہ معاشرت کو بھی داغدار کر رہا ہے شیطانوں اور فرعونوں کی اتنی دشمنی کے باوجود پھر بھی پاکستان کھڑا ہے تو یہ برکت ہے ذکرِ رسول کی، نعت رسول کی، میلادِ رسول کی صلے اللہ علیہ وسلم اور اگر یہی کچھ ہو اور اس کی مخالفت نہ ہو تو بہترین امن و امان ہو۔

۶۔ عیدیں کتنی؟

> منکرینِ میلاد نے یہ بھی تصور دیا ہے کہ عیدیں صرف دو ہیں "عید الفطر" عید الاضحیٰ"۔ اب اگر کوئی شخص دین اسلام میں تیسری عید کا اضافہ کرتا ہے تو وہ گویا دین کو نامکمل سمجھتا ہے اور اللہ رسول سے آگے بڑھتا ہے"

تو فرمائیے کہ حدیثِ پاک کی رو سے جمعہ بھی عید کا دن ہے تو دو عیدوں کا تصور کدھر گیا۔ پھر یہ بھی یاد ہوگا کہ جمعہ کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے اور یہی آپ کا یومِ وصال ہے آپ فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں کوئی شخص ایک ہی دن پیدا ہوا اور اسی دن اس کی تاریخِ وفات ہو تو دنیاوی اعتبار سے بھی قاعدہ یہ ہے کہ اس کے عزیز و اقارب اس دن خوشی نہیں مناتے۔ تو ہم نے عرض کیا تھا کہ قاعدے کا تصور تو اس وقت ہے کہ بار بار ایسا ہوتا ہو تو پھر جو دستور العمل ہوگا قاعدہ ہوگا کتنے آدمی ہیں جن کے ساتھ ایسا ہوا (یعنی جن کی پیدائش اور موت ایک ہی دن ہو) بہر حال احادیث کے مطالعے سے ایک شخصیت مل گئی وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ مگر دیکھئے پیدائش کی خوشی منائی جا رہی ہے غم کو نظر انداز کر دیا گیا اور جمعہ شریف کو اہلِ ایمان کی عید بنا دیا گیا (یہاں سے وہ نقطہ بھی حل ہو گیا کہ بفرضِ محال حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وصال ۱۲ ربیع الاول کو ہی مان لیا جائے پھر بھی جمعہ شریف کی طرح اسے عید منانے میں کیا حرج تھا بلکہ خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ شریفہ سے آپ کا وہم دور ہو جانا چاہیے بشرطیکہ آپ سچے دل سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہوں۔ نیز احادیثِ مقدسہ کی روشنی میں وفات کا سوگ صرف تین دن ہے زیادہ کی اجازت نہیں سوا بیوہ کے اس کی بھی مدت مقرر ہے۔

آپ نے دنیاوی اعتبار کی بات کی تھی سنئے دنیا کے اعتبار سے عام محاورہ یہی ہے کہ کوئی دوست آ جائے لوگ کہتے ہیں اپنی تو عید ہو گئی۔ آپ آئے ہیں یہ تو ہمارے لیے عید کا دن ہے۔ مگر ہم آپ کیطرح دنیا کی طرف کیوں لپکیں۔ قرآن ہی سے پوچھتے ہیں عید کا تصور کیا ہے۔ چنانچہ حواریوں کی التجا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دستر خوان (مائدہ) اترنے کی دعا یوں کی ہے

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (المائدۃ۔ ۱۱۴)

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی اے اللہ، اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

غور کیجئے عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر دستر خوان کے اترنے کو عید قرار دے رہے ہیں اور وہ بھی خدا سے دعا کرتے ہوئے۔ پھر اللہ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ خود قرآن پاک میں اس کا ذکر کیا کہ قرآن کو ماننے والوں پر عید کا تصور واضح ہو جائے اور آخری امت اس سے نتائج اخذ کرے۔ پھر اس میں ایک اہم نکتہ اور بھی ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بقول یہ عید کن کے لیے ہوگی لاولنا واخرنا یعنی ہمارے پہلوں کے لیے اور ہمارے بعد میں آنے والوں کے لئے۔ غور فرمائیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کن کو 'ہمارا' فرما رہے ہیں جو یہ عید مائدہ (دستر خوان) منائیں خواہ پہلے زمانے کے ہوں یا بعد کے اب آخری امت کو بھی سوچنا چاہیے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے لیے دستر خوان کا نزول عید ہو تو کائنات کی سب سے بڑی نعمت پر اسے عید منانی چاہیے یا نہیں یہ عید منانا اپنے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے تعلق کی علامت ہوگا جس طرح عیسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں جو ہمارے ہیں پہلے ہوں یا بعد کے ان کے لیے عید ہوگی۔ یونہی آخری امت میں انھیں کا تعلق اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا جو ان کو اللہ کی سب سے بڑی نعمت جان کر عید منائیں گے۔ چنانچہ اس آخری امت کو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت ہے کسی امت کو اپنے نبی سے نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی تھی یہی عیسیٰ علیہ السلام جن کی دعا سے نزولِ خوان ہوا ان کے بارہ حواریوں میں سے ایک غدار ہو گیا تھا مگر آخری نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی شمع رسالت کے پروانے ہر دور میں عشق و محبت کی نئی نئی داستانیں لوحِ جہاں پر رقم کرتے رہے ہیں اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور رہے گا۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی نے خوب عرض کیا۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب!

انسانوں کی بات تو ایک طرف رہی خدا کا یہ محبوب ساری خدائی کا محبوب اعظم ہے صلی اللہ علیہ وسلم درخت جن کی طرف دوڑ کر آئیں پتھر جن کا کلمہ پڑھیں، ٹیلے اور پہاڑ جنھیں سلام کہیں ہرن اور اونٹ جن سے فریاد کریں ان جیسا فریاد رس کہاں اور ان جیسا محبوب کہاں مگر انسانوں میں وہ بھی ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک میں

فرمایا ہے

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ

ترجمہ: وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے دیکھئے

چوپائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے ہیں آپ کو ملجا و ماوی یقین کرتے ہیں آپ سے فریاد کرتے ہیں بلکہ بیجان چیزیں بھی آپ کو سلام کہتی ہیں مگر براہوان لوگوں کا جو چوپاؤں سے بھی گئے گزرے ہیں انھیں انسان ہو کر بھی یہ باتیں شرک نظر آتی ہیں۔

دیکھئے امت آخری کا حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مزے مزے لے کر روایات میلاد بیان کرتے ہیں یہ امت کے اولین ہیں جو یوں عید منا رہے ہیں اور آخرین تک اس رسم محبت کو پہنچا رہے ہیں اور پھر آخرین ان روایتوں کو سنتے ہیں اور جھومتے ہیں مستانہ انداز میں بیان کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی مست کر دیتے ہیں یہ سلسلہ کب سے شروع ہوا؟ بخاری شریف کے عظیم شارح حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمہ کی زبانی سنئے فرماتے ہیں۔

لَا زَالَ اَھْلُ الْاِسْلَامِ یَحْتَفِلُوْنَ بِشَھْرِ مَوْلِدِہٖ علیہ السلام وَ یَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ وَ یَتَصَدَّقُوْنَ لَیَالِیْہٖ اَنْوَاعَ الصَّدَقَاتِ وَ یُظْھِرُوْنَ السُّرُوْرَ و یَزِیْدُوْنَ فِی الْمَبَرَّاتِ و یَعْتَنُوْنَ بِقِرَائَۃِ مَوْلِدِہِ الْکَرِیْمِ

ترجمہ: ہمیشہ سے اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے مہینے میں محافل (میلاد) کا انعقاد کرتے رہے ہیں عوام و خواص کی دعوتیں کرتے ہیں اور ربیع الاول کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات دیتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور نیکیاں بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

پھر اس کی برکات بیان کرتے ہیں اور آخر میں دعا فرماتے ہیں

فَرَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَءً اتَّخَذَ لَیَالِیَ شَھْرِ مَوْلِدِ الْمُبَارَکِ اَعْیَادًا لِیَکُوْنَ اَشَدَّ عِلَّۃً عَلٰی مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ بُغْضٌ وَّ نِفَاقٌ

ترجمہ: سو اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جو آپ کے میلاد مبارک کے مہینے کی (ساری) راتوں کو عیدیں بنا لے تا کہ وہ شخص اور بیمار ہو جائے جس کے دل میں بغض و نفاق ہے۔

دیکھئے دور حاضر کے منکرِ میلاد کو ربیع الاول شریف کی ۱۲ ویں کو ہونے والی مرکزی محفل میلاد بھی اپنے لیے موت نظر آتی ہے اور وہاں اس خوش نصیب کے لیے دعائے رحم ہو رہی ہے جو اس مبارک مہینے کی ہر رات کو عید منائے۔ بالکل آخری الفاظ سے اندازہ کر لیں کہ کون ہیں جن کے سینے میں بغض و نفاق کی بیماری ہے، جو شخص میلاد مناتا ہے، دشمنوں کو جلاتا ہے سو ان کا جلنا بھی ضروری ہے اور میلاد شریف کے بارے میں یہ تاثرات و جذبات صرف امام قسطلانی کے نہیں، تقریباً سارے اکابر محدثین و مفسرین کے ہیں۔

اب منکر کا وہ جملہ بھی ملاحظہ کیجئے جس میں وہ کہتا ہے ''اس بدعت کا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سات صدیوں تک کوئی نام و نشان تک نہیں ملتا''۔ ایک یہ بغض و نفاق والا اندھا ہے کہ سات صدیوں تک کوئی نام و نشان تک نظر نہیں آتا اور ایک شارح بخاری امام قسطلانی ہیں جو لَا زَالَ اَھْلُ الْاِسْلَامِ فرما کر اعلان کر رہے ہیں کہ میلاد شریف کے مہینے میں پہلے دن سے محفلیں جمتی چلی آئی ہیں۔

مسلمان میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا کر اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء سے اپنی محبت کا اظہار کریں تو بدعتی اور سعودی حکمران اپنے اقتدار کی سالگرہ منائیں اور اسے ''عید الوطنی'' کا نام دیں تو وظیفہ خوار چپ آخر کیوں؟ اس عید کا جواز کیا ہے اور یہ کیوں بدعت نہیں۔ مسلمانوں کو بار بار اور بات بات پر بدعتی کہنے والو! ذرا اپنی بدعات کو بھی شمار کیا ہے۔

آپ کے نزدیک چونکہ اسلام مکمل ہے لہذا کوئی نئی رسم یا نئی چیز ایجاد نہیں ہو سکتی۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرما دیا کہ اسلام میں نئے کام ایجاد ہوں گے۔ اچھے بھی اور برے بھی۔ اچھے کاموں کی ایجاد سے ثواب بلکہ جو ان پر عمل کرنے والے ہوں گا ان کا بھی ثواب نئے اچھے کاموں کے موجد کو ہوگا۔ اسی طرح برا کام ایجاد کرنے والے پر ــــــــــ

اس کا بوجھ ہوگا اور اس کی پیروی کرنے والوں کا بوجھ بھی اس موجد پر ہوگا پھر ساتھ ہی یہ کہ ان کے بوجھ اس سے کم نہیں ہو جائیں گے۔

درج ذیل حدیث پاک کو پڑھ کر جواب دیجئے جس ذات ستودہ صفات صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تکمیل ہوئی تھی کیا ان کی وہی مراد تھی جو آپ لے رہے ہیں۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَعُمِلَ بِہٖ بَعْدَہٗ کُتِبَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ وَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعُمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ کُتِبَ لَہٗ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ (صحیح مسلم)

ترجمہ: جس نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتدا کی اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا جتنے لوگ بھی اس (کار خیر) پر عمل کریں گے ان کا ثواب اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ شروع کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا اس پر ان سب کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جنہوں نے اس پر عمل کیا اور ان کے اپنے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائیگی۔

'بدعت' کے بارے میں جتنی احادیث مبارکہ ہیں یہ ان سب کی وضاحت کر رہی ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرما دیا کہ اسلام میں نئے کام ایجاد ہوں گے۔ اچھے بھی اور برے بھی۔ اچھے کاموں کی ایجاد سے ثواب بلکہ جو ان پر عمل کرنے والے ہوں گے ان کا بھی ثواب نئے اچھے کاموں کے موجد کو ہوگا۔ ان کے اپنے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی اسی طرح برا کام ایجاد کرنے والے پر اس کا بوجھ ہوگا اور اس کی پیروی کرنے والوں کا بوجھ بھی اس موجد پر ہوگا پھر ساتھ ہی یہ کہ ان کے بوجھ اس سے کم نہیں ہو جائیں گے۔

مگر میلاد کے منکرین کو صرف درج ذیل حدیث پسند ہے

'جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے وہ مردود ہے (بخاری و مسلم)

مگر فتنہ پیدا کرنے کے لیے اس پر بھی غور نہیں کرتے۔ حدیث پاک میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ 'جس نے ہمارے اس امر میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مردود ہے بلکہ قید لگا دی گئی مردود وہ ہے جو ایسی چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں یعنی جس کی بنیاد کتاب و سنت

پر نہ ہو۔ اگر کوئی چیز ایجاد کرتا ہے، جس کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہے وہ مردود نہیں۔ مثلاً درود شریف کا حکم کتاب وسنت میں موجود ہے اسے پڑھنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے ایک شخص یہی شوق جس کی بنیاد کتاب وسنت میں ہے ابھارنے کے لیے اذان سے قبل درود شریف پڑھتا ہے تو اس نئی چیز کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہے اس نئی چیز کے نکالنے پر ثواب ہوگا نئی چیز جو مردود ہے وہ ہے جو کتاب سنت کے حکم کے خلاف ہو۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُیُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ فَلَیْسَ مِنَّا

ترجمہ: جس نے اپنے گالوں کو پیٹا اور آکر گریبان کو چاک کیا اور زمانہ جاہلیت کی پکار پکارا تو وہ ہم میں سے نہیں۔ اب اگر کوئی شخص اس واضح حکم کے خلاف ایسی رسم ایجاد کرتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو تو مردود ہے چنانچہ رسم ایجاد کرے گا اس پر بھی بوجھ اور جو اس کے بعد ان پر عمل کرنے والے ہیں' سب کا بوجھ بھی اس موجد پر اور ان عمل کرنے والوں کا اپنا بوجھ پھر بھی کم نہیں ہوگا۔

یہ ہے قرآن حدیث کی روشنی جس سے آپ پوری طرح محروم ہیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے خالی ہیں۔ دین کی سمجھ کیونکر آئے۔ چنانچہ تقریباً جتنی آیات اور روایات کا ترجمہ کر کے آپ نے گمراہی پھیلانی چاہی ہے ان میں سے ایک بھی آپ کی تائید نہیں کرتی۔ مثلاً سورۂ حشر کی آیت نمبر ۷ کا ترجمہ آپ نے خود یوں کیا ہے

''اور جو کچھ تم کو رسول دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ''

کاش آپ کو اپنے ترجمے پر ہی اعتماد ہوتا یا اس کی سمجھ ہوتی ترجمہ بھی بتا رہا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو، مگر رکنا کس کام سے ہے اس سے نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا بلکہ اس سے جس سے آپ نے روکا ہے گویا کسی کام کا حرام یا ناجائز ہونا اس طرح ثابت نہیں ہوگا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا نہیں بلکہ حرام یا ناجائز تب ہوگا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہو۔ اگر آپ اپنی پیش کردہ اسی آیت کو سمجھ لیتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ کسی کام کا نہ کرنا اور ہے اور کسی کام سے روکنا اور جس کام سے روکا جائے صرف وہ منع ہے وہ حرام ہے۔ لہٰذا کتاب وسنت میں جو چیزیں بالکل مذکور نہیں ہوئیں وہ منع نہ کرنے کی بنا پر جائز و مباح ہیں۔

اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَ الْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَ مَا سَکَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا لَکُمْ (جامع الترمذی)

ترجمہ: حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور وہ کام یا اشیاء جن سے خاموش رہا (یعنی جن کا اس نے ذکر نہیں کیا وہ تمہارے لیے معاف ہیں)۔

سوچئے تمہارے تصورات کتنے غلط و باطل ہیں یوں لگتا ہے جیسے تم پر عقل و فہم کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں یقیناً ایسا ہی ہے کیونکہ جن میں محبت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا نہیں ہوتی انھیں یہی سزا ملتی ہے قرآن پاک نے منافقوں اور بے ادبوں کو اکثر یہی سزا سنائی ہے۔ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور تمھیں شعور بھی نہیں ہوگا۔ چونکہ تمھیں یہ شعور بھی نہیں کہ تمھارا شعور ختم کر دیا گیا ہے تم ساری امت سے الجھتے ہو اور یہاں تک تمھاری بدبختی عروج پر ہے کہ خدا کے جن بندوں پر بندگی کو ناز ہے تم انھیں بھی مشرک کہتے نہیں شرماتے۔

سچ فرمایا حضرت اکبر نے

وحشت میں ہر ایک نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

۷۔ پیر کا روزہ:۔

آپ لکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت با سعادت کے دن قصداً روزہ رکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ دن عید منانے کا دن نہیں کیونکہ شرعی عیدین کے دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

چونکہ قرآن وحدیث کو سمجھنا آپ کے بس سے باہر ہے' لہذا آپ کے نتائج اکثر حقیقت کے برعکس ہوتے ہیں لیجئے اس روزۂ پیر سے جو نتیجہ حضرت امام ابن الحجر عسقلانی قدس سرہ نے اخذ کیا' امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں دیکھیں۔ شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجر سے میلاد شریف کے حوالے سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جواب کچھ یوں دیا۔ مجھے میلاد شریف کے بارے میں اصل تخریج کا پتا چلا جو صحیحین سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ بولے یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی ہم اللہ کے شکر کے طور پر روزہ ... رکھتے ہیں۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں تو آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا) اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی احسان وانعام کے عطا ہونے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا چاہیے اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا بھی مناسب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر نماز وسجدہ روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کے ذریعے بھی بجالایا جا سکتا ہے اور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بڑھ کر اللہ کی نعمتوں میں سے کونسی نعمت ہے' اس لیے ضرور شکر بجالانا چاہیے۔

(احسن المقصد فی بیان المولد از علامہ سیوطی)

شکر اور عید بجالانے کا ایک طریقہ نماز، روزہ، سجدہ، صدقہ ہے تو اگر آپ نے پیر کے دن روزہ رکھا تو یہ بھی عید کی ہی ایک صورت ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث پاک میں ہے کہ ایک اعرابی نے پوچھا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ فِیْ صَوْمِ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ یعنی یا رسول اللہ آپ پیر کے روزے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

> ایک اعرابی نے پوچھا یارسول اللہ ماتقول فی صوم یوم الاثنین یعنی یارسول اللہ آپ پیر کے روزے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔
> **فقال ذلک ولدت فیه و انزل علی فیه** تو فرمایا یہ وہ دن جس میں میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی گویا یہ بڑا مبارک ہے اس کا تعلق میری ولادت و بعثت کے ساتھ ہے اس دن کی تعظیم کرنی چاہیے

فَقَالَ ذٰلِکَ وُلِدْتُ فِیْہِ وَ اُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْہِ تو فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی گویا یہ بڑا مبارک ہے اس کا تعلق میری ولادت وبعثت کے ساتھ ہے اس دن کی تعظیم کرنی چاہیے اور شکر کے طور پر روزہ رکھنا چاہیے تو موسیٰ علیہ السلام کی نجات اور فرعون کی غرقابی کے دن کو شکر کا اظہار روزے سے کرایا گیا اپنی ولادت باسعادت کے دن بھی شکرانے میں روزے کا حکم دیا مگر یہ نفلی ہے فرض نہیں۔

بہرحال ولادت وبعثت کے حوالے سے پیر کا روزہ رکھنا کسی نہ کسی طرح میلاد منانے کی ترغیب کی ایک صورت ہے نیز عید کے دن اگر روزہ رکھنا حرام ہوتا جیسا کہ منکرِ میلاد نے لکھا ہے جمعہ شریف کو بھی روزہ رکھنا حرام ہوتا کیونکہ اسے بھی عید فرمایا گیا بلکہ بعض ائمہ مثلاً امام غزالی اس دن روزے کو ترجیح دیتے ہیں۔

ہاں دو عیدیں مخصوص ہیں جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ ایک تو روزوں کے فوراً بعد ہے لہٰذا رمضان کے دنوں میں اور عید کے دن کیا فرق رہ جاتا یوں گویا اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کی دعوت کی ہے اسی طرح یوم النحر بھی گویا دعوت کا دن ہے۔ بندہ نے اپنے رب کے نام پر قربانی دی، رب نے اس کی دعوت کر دی اور پھر اس دعوت میں اس کے دوسرے بھائیوں کو شریک کر دیا تا کہ اجتماعی دعوت عید ہو یاد رہے ایک ہے ہفتہ وار روز ولادت باسعادت اور وہ یقیناً پیر ہے۔ کون نہیں جانتا پیر سال کا دن نہیں ہفتے کا دن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن روزہ رکھا مگر ۱۲ ربیع الاول شریف کے بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے روزے کا ثبوت ملتا ہو۔ لہٰذا منکروں کو اگر پیر کا روزہ عید نہ ہونے کے سبب ہے تو ۱۲ ربیع الاول شریف کو تو عید کا دن مان لینا چاہیے اور یہ ہفتے کا دن نہیں سال اور مہینے کا دن ہے جس طرح یوم عرفہ یوم عاشورہ سال کے بعد آتے ہیں یونہی بارہ ربیع الاول بھی تو سال کے بعد ہی آتی ہے وہابی غور کرتے تو سمجھ لیتے کہ ہفتہ وار میلاد النبی پیر کو منائی جائے تو روزہ رکھ لو اور سالانہ عید میلاد النبی منائی جائے تو روزے کا کوئی ثبوت نہیں چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی خوشی منانے کا حکم دیا تو جیسا کہ اوپر یہ آیت آچکی ہے فَلْیَفْرَحُوْا (یعنی چاہیے کہ یہ خوش ہوں) فرمایا '' فَلْیَصُوْمُوْ '' (یعنی چاہیے کہ روزہ رکھیں) نہیں فرمایا۔

بہرحال خوشی جب بھی اور جیسے بھی منائی جائے گی، ثواب ہوگا بشرطیکہ خوشی منانے کا طریقہ ممنوع نہ ہو۔

حیرت کی بات ہے جن دو عیدوں کا تعلق صرف مسلمانوں کے ساتھ ہے منکر انھیں مانتا ہے مگر جس عید کا تعلق ساری کائنات سے ہے یعنی عید میلاد النبی اسے نہیں مانتا۔

حالانکہ اہل ایمان نے شب میلاد کو شب قدر پر بھی فضیلت دی ہے پھر علامہ سید عابد میاں (دیوبندی) اس کا ذکر کرنے کے بعد اس بات کا جواب دیتے ہیں کہ شب قدر کو جاگ کر مخصوص عبادات بجالانے کا حکم دیا گیا مگر شب ولادت کے لیے کوئی عبادت مخصوص نہ کی، آخر کیوں؟ تین میں سے ایک وجہ یہاں درج کی جاتی ہے عابد میاں فرماتے ہیں شب ولادت تمام انبیاء اور مرسلین کے بادشاہ یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات ہے اور ہمیشہ سے یہی دستور ہے کہ بادشاہوں کی پیدائش کے دن ہر ایک نوکر اور غلام کو تعطیل اور چھٹی دی جاتی ہے اور شب قدر حضور رب العزت کے دربار کی حاضری کے وقت نوکروں اور غلاموں کو ہمیشہ سے زیادہ کمر باندھ کر نوکری پر مستعد ہونا پڑتا ہے۔ ۱۳۳ رحمۃ للعلمین۔

محدثین نے جس روایت سے میلاد شریف کی برکات ثابت کی ہیں وہ بخاری شریف میں ہے۔ اس کے مطابق

''ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے جب اسے خواب میں دیکھا وہ برے حال میں تھا۔ اس سے پوچھا کیسے ہو؟ ابولہب نے کہا' میں بہت سخت عذاب میں ہوں۔ ہاں مجھے اس عمل کے بدلے کچھ سیراب کیا جاتا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

فتح الباری فی شرح البخاری میں امام ابن حجر عسقلانی نے امام سہیلی کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے خواب دیکھنے والے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے ابو لہب کی موت کو سال گزرا تو یہ خواب دیکھا (کہ ابولہب کا حال برا ہے پھر پوچھنے پر اس نے بتایا کہ سخت عذاب میں ہوں ہاں سوموار کا دن آتا ہے تو سزا کم ہو جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اس کی لونڈی حضرت ثوبیہ جسے اس نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا تھا نے خوشخبری دی کہ آپ کے بھائی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ اور اس نے بھتیجا سمجھ کر خوشی منائی اور جس انگلی سے اس نے حضرت ثوبیہ کو آزادی کا اشارہ کیا تھا اسی کے ذریعے اسے پانی پلایا جاتا ہے۔ اسی واقعے کو سامنے رکھ کر اکثر ائمہ محدثین نے نتیجہ نکالا ہے کہ جب ابولہب کافر جس کی مذمت بھی قرآن پاک میں وارد ہے اس نے رسول اللہ مان کر نہیں بلکہ بھتیجا جان کر خوشی منائی اور کنیز کو آزاد کر دیا تو اسی اشارے والی انگلی کے ذریعے اس کو پیر کے دن کچھ پانی پلایا جاتا ہے۔ محدثین فرماتے ہیں اگر مومن موحد سچا عاشق رسول انھیں اللہ کا رسول سمجھ کر خوشی منائے تو اس کا حال کیا ہوگا وہابیوں کے امام اول یعنی محمد بن عبد الوہاب کے بیٹے عبداللہ نے بھی مختصر سیرۃ الرسول میں یہ واقعہ بیان کر کے امام ابن جوزی کے حوالے سے یہ تبصرہ کیا۔ ترجمہ کچھ یوں ہے۔

''جب ابولہب جیسے کافر پر بھی بھتیجا سمجھ کر میلادِ مصطفےٰ کی خوشی منانے کا یہ انعام ہے تو وہ مسلمان موحد جو رسول اللہ مان کر خوشی مناتا ہے اس کا حال کیا ہوگا۔ اب فرمائیے جناب منکر! کیا کوئی ایسی عبادت یا نیکی ہے جس کا کسی کافر کو فائدہ پہنچ سکے۔ کیا ان کے اعمال سب کے سب ضائع نہیں ہو جاتے مگر دیکھیے اللہ کی بارگاہ میں اللہ کے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کا کیا مقام ہے کہ بدترین کافر بھی اس کے میلاد کی خوشی اور وہ بھی دنیوی رشتے کی بنا پر مناتا ہے تو خدا اسے بھی اس کا فائدہ پہنچا دیتا ہے۔ یہ بھی پیر کا واقعہ ہے اس سے آپ نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور پیر کے روزے سے مخلوق خدا کو دھوکا دے رہے ہیں۔ کیا اس کافر نے جس نے کفر کے باوجود میلاد کی خوشی (اور وہ بھی یتیم بھتیجا جان کر) منائی اور انعام پایا، وہ بظاہر دیندار زیادہ بدنصیب نہیں جو تو بہ مسلمان کہلوا کر بھی اپنے آقا کی ولادتِ باسعادت پر کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتا۔

یہ بلند پایہ محدثین حتیٰ کہ ابن عبدالوہاب کا بیٹا بھی اس واقعے سے یہی نتیجہ نکال رہا ہے کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مان کر مومن موحد خوشی منائے گا تو اس کا کیا ٹھکانا۔ سنئے اس کی تائید میں صرف ایک واقعہ جو دراصل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے آپ اپنا مشاہدہ یوں بیان کرتے ہیں۔

اس سے پہلے میں مکہ مکرمہ میں میلاد شریف کے دن میلاد خانے میں ایسی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام عرض کر رہے تھے اور وہ ارہاصات (بعثت سے پہلے کے معجزات) بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت با سعادت کے موقعے پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار کی بارش شروع ہوگئی میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر صرف جسمانی آنکھ سے دیکھا تھا نہ یہ کہتا ہوں کہ فقط روحانی نظر سے دیکھا۔ بہرحال جو بھی ہو میں نے غور وخوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان فرشتوں کے ہیں جو ایسی محافل میں شرکت پر مامور ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری کا نزول بھی ہو رہا تھا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دو میں سے کونسا معاملہ تھا۔

۸۔ مسلمانوں کو نصیحت:۔

منکرِ میلاد نے مسلمانوں کو یہ نصیحت بھی کی ہے کہ علماء ومشائخ کو آنکھ بند کرکے رب نہ بنائیں (بلکہ شاید وہابیوں کی طرح آنکھیں کھول کر ان کے بڑوں کو رب بنائیں تا کہ پھر تحقیق کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو) کوئی ان بدنصیبوں سے پوچھے کہ آپ نے علماء ومشائخ سے منہ پھیر کر کیا لیا ہے۔ یہی نا کہ سواد اعظم سے کٹ گئے اور تو اور خود محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ سے بے تعلق ہوگئے۔ آپ نے خود جس آیت کا ترجمہ درج کیا ہے باقی آیات کی طرح اسے بھی نہیں سمجھے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

ترجمہ: اور جو رسول کی مخالفت کرے ہدایت واضح ہونے کے بعد اور مومنوں کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے پر گامزن ہو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور کیا ہی برا ٹھکانا ہے پلٹنے کا گویا اس آیت سے منکرین حدیث کا بھی رد ہے اور آپ جیسے منکرین اولیاء بھی گویا عام راستہ جو مومنوں کا پہلے دن سے چلا آیا ہے اسی پر رہے ورنہ اسے بھی مخالف رسول کی طرح دوزخ میں ڈالیں گے وہابی اسی عام راستے پر چلنے کو تیار نہیں جو سید ھا جنت کو جاتا ہے۔

ایک اور حدیث سمجھ لیں شاید دماغ میں کوئی نور آسکے

اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَةٍ فَاِذَا رَاَیْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ (سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: بے شک میری امت گمراہی پر ہرگز متفق نہیں ہوسکتی۔ اگر تم کوئی اختلاف دیکھو تو سواد اعظم (امت **کا** سب سے بڑا گروہ) سے وابستہ رہو۔

۹۔ ہمارا فیصلہ:۔

ہم علی وجہ البصیرت قرآن وسنت کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ محفل میلاد اور عید میلاد النبی منانے کے سلسلے میں اہل سنت وجماعت باقی عقائد واعمال کی طرح حق پر ہیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی خوشی ایمان وعشق کی علامت ہے، چونکہ آپ اس دولت سے محروم ہیں لہذا اس کے تقاضوں سے بھی بے خبر ہیں۔ ہٹ دھرمی چھوڑیئے توبہ کیجئے، کبر وغرور سے بچ کر اور عجز وانکسار سے سچ کر سچے خدا کی بارگاہ میں توبہ کیجئے اور اس کے حبیب رحمۃ للعلمین صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی معافی مانگ لیجئے۔ آپ نے جس بے دردی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اس پر قبر میں جا کر حال کھلے گا تو کس کام کا:

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

ورنہ اپنا فیصلہ تو بہر حال یہی ہے ہم اپنے رسول کے غلام ہیں۔ ان کی رحمت پر آس لگائے ہوئے ہیں ان کے سوا دنیا میں ہمارا سہارا اور چارہ نہیں خدا جو کچھ عطا فرماتا ہے ان کے وسیلے سے عطا فرماتا ہے اس لیے ہمارا آخری فیصلہ یہی ہے کہ

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں ہے جب تک دم، ذکر ان کا سناتے جائیں گے

☆☆☆☆

مرا تو بس یہی ایمان ودیں ہے

شان الحق حقی

مجھے تو صرف اتنا ہی یقین ہے
مرا تو بس یہی ایمان ودیں ہے
اگر تم مقصد عالم نہیں ہو
تو پھر کچھ مقصد عالم نہیں ہے
نہیں میں واقف سرِ الٰہی
مگر دل میں یہ نکتہ جاگزیں ہے
جو دل انوار سے ان کے ہے روشن
وہی کعبہ، وہی عرش بریں ہے
یہ سمجھے معنی لولاک میں نے
کہ ہستی بخشش جان آفریں ہے
مگر آزار ہستی کا مداوا
عطائے رحمۃ للعالمین ﷺ ہے
وہ شہر بے حصار ان کا مدینہ
کہ جس کی خاک ارمان جبیں ہے
نہ پوچھو ہے سواد اس کا کہاں تک
یہ المغرب سے تا اقصائے چیں ہے
نہ کہیے ان کا سایہ ہی نہیں تھا
کہ ثانی تو کوئی بے شک نہیں ہے
مگر جس پر بھی سایہ پڑگیا ہے
وہ انساں نازش روئے زمیں ہے
نہ سمجھو ہم کو محروم نظارہ
وہ حسن اب بھی نگاہوں کے قریں ہے

نغمۂ میلاد

تضمین برکلام حضرت آسی از غلام مصطفیٰ مجددی

مختار آئے الحمدللہ دلدار آئے الحمد للہ
غمخوار آئے الحمدللہ سرکار آئے الحمد للہ
قرآن لائے الحمدللہ

فیضان چھلکے ، دارین دمکے اوثان ٹوٹے، حرمین مہکے
شیطان روئے ، بے چین مہکے ارمان جاگے کونین چہکے
وہ مسکرائے الحمد للہ

ملکِ جناں بھی ، قصرِ دنیٰ بھی شب بھی ، قمر بھی، گل بھی ،صبا بھی
تحتِ ثریٰ بھی، عرشِ علا بھی ارض و سما بھی، صبح و مسا بھی
سب جگمگائے الحمدللہ

کون و مکاں کی املاک والے مہرو وفا کی پوشاک والے!
اخلاق والے ادراک والے لولاک والے، افلاک والے
دنیا میں آئے الحمدللہ

بزمِ جہاں کی زینت نگاری باغِ جناں کی بادِ بہاری
حور و ملک کی خدمت گزاری رحمت ہے واری، مخلوق ساری
قربان جائے الحمد اللہ!

اوجِ رسالت ، شان وجاہت لطف و عنایت ، نور و لطافت
خلق وصداقت، فضل و کرامت دیکھ ان کی طلعت ،پرحور جنت!
میلاد گائے! الحمد للہ

مہکا ہے جس سے بستانِ عالم محبوب اکرم، جانانِ عالم!
شاہِ مکرم ، ذیشانِ عالم فضل مجسم ، سلطان عالم!
تشریف لائے الحمدللہ

وجہ ہدا بھی جانِ عطا بھی ابرِ سخا بھی ، کانِ حیا بھی!
ماہِ صفا بھی، آنِ وفا بھی نورِ خدا بھی، شانِ خدا بھی
بن کر وہ آئے الحمد للہ

نعمت ہی نعمت، برکت ہی برکت رفعت ہی رفعت ، نکہت ہی نکہت
شوکت ہی شوکت، عظمت ہی عظمت صبح ولادت، رحمت ہی رحمت!
روتے ہنسائے الحمد للہ!

اہلِ محبت ، مسرور ہوں گے دنیا کے رستے پر نُور ہوں گے
دشمن خدا کے رنجور ہوں گے کافور ہوں گے ، اب دور ہونگے
ظلمت کے سائے الحمد للہ!

گیتی سے اُبلا چشمہ حیواں ہر سمت پھیلا جلوۂ ایماں!
روشن ہوا ہے چہرہ ایقاں مجبور شیطاں ، باطل کے ایواں
سب تھر تھر ائے الحمدللہ!

ان کے کرم کے نغمات گائے ان کی عطا پر جاں کو لٹائے
چاہت کے دیپک دل میں جلائے ہر سائل آئے دامن بچھائے
مانگے سو پائے الحمد للہ

ہو گی شفاعتِ شاہِ ہدا کی مشکل ٹلے گی روزِ جزا کی
دیکھو غلام آج ہر بنیوا کی تقدیر جاگی رحمت خدا کی
ہمت بندھائے الحمد للہ

الفت کے موتی، بخشش کے تمغے حسنِ ازل کے پر کیف جلوے
آنسو بہا کے ، دامن بچھا کے مرشد کے صدقے مولا سے مانگے
آسی بھی آئے الحمد للہ

بلغ العلی بکمالہ
کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

جس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

۱۹۹۱ کی بات ہے کہ برطانیہ کے شہر ہیلی فیکس میں میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں ایک جلوس کے اختتام پر ایک بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا' رجال دین اور ارباب دانش نے اپنے اپنے انداز میں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی۔ اس موقع پر ایک حبشی نژاد کالے مسلمان نے انگریزی میں ایک آزاد نعتیہ نظم پیش کی۔ وہ کیا تھی' ذوق ووجدان کی ایک پوری کائنات تھی' اس نعت کے محض الفاظ وحروف ہی مرصع نہیں تھے بلکہ بذات خود انقلاب فکر وخیال کا مرقع تھی اور متن تو روح پرور تھا ہی مفہوم بھی دلکش اور دلنشیں تھا، انگریزوں کی اچھی خاصی تعداد بھی اس اجتماع میں موجود تھی اس نظم کا مفہوم کچھ یوں تھا۔

''زمین وآسمان کے خالق نے انسان کو پیدا کیا اس کا مقدر بھی لکھ دیا دولت مند کو آسودگی ملی اور غریب کو فاقہ مستی ایک میں تھا کہ خالق نے سیاہ رنگت دے دی دنیا کے کسی خطے نے مجھے گوارا نہ کیا گورے نے مجھے بیڑیاں ڈال دیں اور نفرت سے کہا' تم کالے ہو تم غلام ابن غلام در نسل پستا رہا پھر اچانک عرب کے صحرا سے خطہ بے آب و گیاہ سے ایک پیکر رحمت اٹھا اس نے ہاتھ پھیلا کر مجھے بلایا اور کہا میری جانب بڑھو میں تمہاری زنجیریں توڑنے والا ہوں تمہیں مبارک ہو کہ آج کے بعد کسی گورے کو تم پر کوئی فضیلت نہ ہوگی وہ کون تھا جس نے مجھے آغوش رحمت میں لے لیا محمد بلال حبشیؓ کا آقا محمد ﷺ''

اس نظم کا مفہوم ذہن میں رکھ کر اس وقت کی دنیا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لایئے تو ساری بات سمجھ میں آجائے گی آج ساری دنیا میں سیاسی ومعاشی آزادی کا چرچا ہے اصل مسئلہ تو انسان کی آزادی کا ہے جو ہنوز حل طلب ہے' گزشتہ پندرہ صدیوں کے دوران بڑے بڑے انقلاب رونما ہوئے روسو کا ''سوشل کنٹرکٹ بھی آیا' انقلاب فرانس بھی برپا ہوا'' واس کیپٹل'' بھی لکھی گئی' روس میں نیا نظام آکر ٹوٹ پھوٹ بھی گیا ولندیزی فرانسیسی' اور برطانوی استعمار پسپا بھی ہوا' دنیا نے دو عظیم جنگوں سے گزر کر نیا جنم بھی پایا' حقوق انسانی کا چارٹر بھی مرتب ہوا اور اقوام متحدہ بھی تشکیل پائی' ان سارے انقلابات کے نتیجے میں کیا حضرت انسان کی کایا کلپ بھی ہوئی؟ ہمارا جواب ہے کہ نہیں' مشرق ومغرب کے فاصلے آج بھی برقرار ہیں بلکہ بڑھ رہے ہیں' گوروں نے سیاہ فاموں کو اپنے ہم پلہ آج بھی تسلیم نہیں کیا' عوام کی حکومت عوام کے لئے اور عوام کے ذریعے'' کا نعرہ دنیا کے کسی بھی خطے میں اپنے حقیقی مفہوم کے ساتھ پیکر عمل میں نہیں ڈھل سکا' اشرافیہ آج بھی بالادست اور کروڑوں کے ان دست نگر ہیں۔

آج اگر ہر طرف آزاد دنیا' کے چرچے ہیں تو اس آزادی کا اس سے زیادہ کوئی مفہوم نہیں کہ ذہن انسانی تو آج بھی مقید ہے۔ البتہ اس کی ہوس کو ہر اخلاقی ضابطے سے آزادی مل گئی ہے اس کی خواہشات پر کوئی قدغن نہیں' اس کے اختیارات کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں' اسے امن عالم درہم برہم کرنے کی مکمل آزادی ہے' بالادست قوتوں کو ہر غریب اور پسماندہ قوم کی آزادی وخوشحالی ختم اور سلب کرنے کی'' آزادی'' ہے' آج بھی ہر فیصلہ طاقت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور دولت کے بل بوتے پر کروایا جاتا ہے' آج قانون'' جرم'' دیکھ کر نہیں بلکہ مجرم کو دیکھ کر حرکت میں آتا ہے۔ کوئی نہ ماننے پر تل جائے تو اس کی مرضی ورنہ وہی انقلاب'' انقلاب کامل'' تھا جو انسان کامل کے ہاتھوں پندرہ صدیوں قبل برپا ہوا' جس کے نتیجے میں لفظ ومعنی کے درمیان سب فاصلے مٹ گئے۔ مساوات کا مطلب تھا تمیز بندہ وآقا کا خاتمہ۔ آزادی کا معنی تھا صرف ایک خدا کی بندگی اور امن کا مفہوم تھا رحمۃ للعالمین' مساوات کا یہ مطلب نہیں کہ خواہشات نفس کی غلامی میں آکر جو چاہو کرتے پھرو اور امن کا مفہوم یہ نہیں کہ دو بڑی طاقتیں مل کر پوری دنیا کو امن سے محروم کردیں۔

حبشی نژاد کی نعتیہ نظم محض شاعری نہیں بلکہ مستقبل کی صورت گری کی ایک آرزو ہے' جو صدیوں سے تشنہ چلی آرہی ہے۔

مجھے اصل مسئلہ یہ ہے کہ انسانوں کو کس نظر سے دیکھا جائے؟ اگر تو زبان کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یقیناً ایک زبان کے علاوہ دوسری زبانیں کاٹ پھینکنے قابل کے ٹھہریں گی' اگر نسل کو معیار بنایا جائے تو مختلف نسل کے لوگ تختہ دار پر نظر آئیں گے' اگر وطن بنیاد قرار پائے تو ہر علاقہ دوسرے سے برسر پیکار رہے گا' حضور ﷺ نے ان سب پر لکیر کھینچ کر رب العالمینی اور رحمۃ العالمینی کا تصور پیش کیا۔

آپ نے جس خدا کا تعارف اہل دنیا سے کرایا وہ زبان وبیان کے تعینات سے پاک ہے۔ مگر سب زبانوں کو سمجھتا ہے اور کسی کے بیان کی احتیاج نہیں رکھتا' وہ ڈچ زبان کی مناجات بھی اسی طرح سنتا ہے جس طرح عرب والوں کی' وہ افریقوں کی بات سمجھتا اور ایشیا والوں کی بھی' غزالی ورازی کے عالمانہ نکات سمجھتا ہے اور کسی عاصی وخاطی کی عامیانہ بات کو بھی' حتیٰ کہ وہ بول نہ سکنے والے گونگے لوگوں کی بے زبانی کو بھی سمجھتا ہے' اس کے ہاں قریشی وہاشمی سے لے کر گنگو اتیلی سب تک بلحاظ نسل برابر ہیں۔ اس کے ہاں کسی کا تقویٰ ہی معیار فضیلت ہے اس لیے اس کے ہاں نسلی درجہ بندی کوئی معنی نہیں رکھتی وہ خدا زمان ومکان سے پاک ہے اور کوئی مخصوص جگہ اس کا وطن نہیں لازمی نہیں کہ وہ عرش کے فراز میں رہے وہ غریب کے دل گداز میں بھی رہتا ہے' واجب نہیں کہ وہ فرشتوں کی پاکیزہ محفل میں رہے وہ بے نواؤں کی خانماں بربادیوں اور پستیوں میں بھی رہتا ہے' اس لئے وہ اپنی مخلوق کو وطن کی بناء پر ایک دوسرے کا دشمن بننے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے اپنی رحمت اللعالمین کو بھی زبان' نسل اور وطن کے لوث سے پاک رکھا' آپ کی ایک ہی مجلس جو مسجد نبوی کے کچے دالان میں برپا ہوتی تھی وہ'' اقوام متحدہ'' کا خوبصورت عکس پیش کرتی تھی۔ مکے کے مہاجر مدینے کے انصار فارس کے سلمان' حبش کے بلال' روم کے صہیب' روساء میں

سے عثمان غنی غرباء میں سے عبداللہ ذوالبجادین' اشراف میں سے عمرؓ و علیؓ اور خانوادہ غلاماں میں سے انس ایک ساتھ اس طرح بیٹھے نظر آتے تھے کہ دیکھنے والا انہیں اگرچہ مختلف رنگوں میں دیکھتا مگران سب پر صبغۃ اللہ (اللہ کا رنگ) غالب ہوتا' وطنیت ان کی مختلف تھی مگر مقصدیت میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کی زبان الگ الگ تھی مگر عقیدہ و ایمان ایک تھا ان کی نسل جداگانہ تھی' مگر اصل ہمیشہ ایک رہی یعنی دین اسلام' یہ آپ کی رحمت العالمینی کا اعجاز تھا کہ سلمانؓ کو اہل بیت میں شمولیت میں کا شرف حاصل ہوا' بلال مسجد کے موذن بنے اور صہیب مسجد نبوی کے امام قرار پائے۔

حضور ﷺ کی عالمی نبوت اور دوائمی رسالت کی بے شمار دلیلیں ہیں' صادق وامین ہونا کتنی بڑی دلیل ہے' تعصبات کی گرد میں اٹے ہوئے معاشرے کو نخوت جاہلیہ سے نجات دلانا بھی ایک واضح دلیل ہے' جنگجو قبائل کو امن عالم کا ضامن بنادینا بین دلیل ہے' ہزاروں بتوں کے پجاریوں کو ایک خدا کی بندگی میں لانا روشن دلیل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک خوبصورت اور بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے جسے جوش نے اپنے آہنگ میں پیش کیا ہے۔

تیری پیغمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
تو نے گدائے راہ کو بخشا شکوہ قیصری

آپ ہی کا فیض تھا کہ گدائے راہ کسی قیصر و کسریٰ کو نگاہ میں نہیں لاتے تھے پیدائشی غلام کسی بھی سیم وزر کے دام میں پھنسنے کو تیار نہیں ہوئے' افتادگان خاک اتنے بے باک ہوگئے کہ غلامی کے سارے پردے چاک کردیئے' خاک بسر لوگ اتنے جری اور نڈر بن گئے کہ کجکلاہوں کا ہر خوف وخطر ذہن بدر کردیا آج اگر کوئی حبشی ایسی تشکر آمیز نعت پیش کرتا ہے تو اس پر ایسی نعت پیش کرنا واجب ہے کیونکہ اس نے کمپیوٹروں کے زمانے میں دیکھ لیا ہے کہ اس کی رنگت اس کے لئے آج بھی ملامت ہے جبکہ جھونپڑی کے زمانے میں یہی کالی رنگت اسکے لئے باعث عزت تھی جبھی تو حضرت بلالؓ کی وفات پر خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے یہ کہا تھا۔

مات سیدنا (ہمارے سردار انتقال کر گئے ہیں) جبھی تو ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کسی لفظ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو رنجیدہ کردیا تو حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کا سلام قبول نہیں کیا تھا اور فرمایا تھا ''سلمان جس سے ناراض ہو جائے تو خدائے رحمان اس ناراض ہو جاتا ہے''

یہ عزت' یہ توقیر' یہ منصب' یہ اعزاز حرماں نصیبوں' خاک نشینوں' سوختہ بختوں' اور غلام حبشیوں زادوں کو کس کے طفیل نصیب ہوا؟ اسی در یتیم کے صدقے' جس کی حکمت نے ہر یتیم کو در یتیم بنادیا اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کردیا''

☆☆☆☆☆

پیغام مبارک باد

عالم باعمل پیکر شرافت، مبلغ عرب وعجم، سفیر اسلام حضرت علامہ صاحبزادہ نور المصطفی رضوی صاحب مرکزی ناظم اعلی شیران اسلام پاکستان و مدیر اعلی ماہنامہ جان رحمت کو ان کے حالیہ دورہ انگلستان کے دوران تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ایک بہت بڑے انگریز پروفیسر کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے پر ادارہ الحقیقہ پرزور مبارک باد پیش کرتا ہے

☆☆☆☆

مطلع انوار

(ایک ہندو شاعر کا نذرانۂ عقیدت)

آج کا دن تھا کہ جب نورِ معانی کے طفیل
تیرہ و تار زمیں مطلعِ انوار ہوئی
آج کا دن تھا کہ ظلمات سے ہو کر بیزار
زندگی جلوۂ پنہاں کی طلب گار ہوئی
آج کا دن تھا کہ جب بادِ بہاری کے سبب
خس و خاشاک کی دنیا گل و گلزار ہوئی
آج کا دن تھا کہ آگاہِ حقیقت ہو کر
عقل ہر شعبدۂ وہم سے بیزار ہوئی
آج کا دن تھا کہ توحید کا نغمہ سن کر
زندگی چونک اٹھی خواب سے بیدار ہوئی
آج کا دن تھا کہ خورشید حقیقت چمکا
دور عالم سے توہم کی شب تار ہوئی
روئے گیتی سے مٹی کہتر و مہتر کی تمیز
ایک پیغام مساوات ملا آج کے دن
اور صحراؤں کی دنیا میں بھٹکنے نہ دیا
کارواں' تجھ کو ملا راہنما آج کے دن
عالمِ قدس سے مہکی ہوئی آئی جو نسیم
غنچہ انساں کے مقدر کا کھلا آج کے دن
آب وگل ایک زمانے سے تھے مصروف دعا
ربِ اکبر نے سنی ان دعا آج کے دن
اسی طرح خاک کی تقدیر کا تارہ چمکا
ذرہ خاک تھا تاروں سے سوا آج کے دن
دیکھتی رہ گئی گردوں کی بلندی تجھ کو
خاکِ بطحا تجھے رتبہ وہ ملا آج کے دن
تیرہ و تار فضاؤں میں تجلی چمکی
کس کا اعجاز تھا یہ؟ ایک بشر کا اعجاز
ہاں یہ اعجاز اسی صاحب اعجاز کا تھا
آج بھی محفلِ گیتی کا جو ہے چہرہ طراز
زندگانی کی ہر اک رمز سمجھنے والا
زندگانی کے ہر اک درد کا دانندہ راز
ہر زمانے میں وہ انساں کو جگاتی ہی گئی
کبھی گونجی تھی جو صحرائے عرب میں آواز
تو نے انسان کو انسان سے آگاہ کیا
اے ترے نام سے پیدا مرے سینے میں گداز
''جو ہر طبع من از وصفِ کمالت روشن
گوہرِ نظم من از نسبت ذاتت ممتاز''

جگن ناتھ آزاد

صبح سعادت

پروفیسر محمد حسین آسی

ربیع الاول شریف کا مقدس مہینہ اپنی نورانی سعادتوں کو جلو میں لئے آغاز فرما چکا ہے۔ یہ وہ ماہ مبارک ہے جس کی ہر ساعت آنکھ کو ٹھنڈک اور ہر لمحہ دل کو سکون کی لازوال دولت عطا کرتا ہے۔ ہلال کے نمودار ہوتے ہی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے قدرت نے عرصہ گیتی پر تسکین پرور تابشیں بکھیر دی ہیں۔ ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے ہیں اور انوار و تجلیات کی پیہم بارشیں ہو رہی ہیں۔

عالم قدس کی لطافتوں نے فضاؤں میں کیف بھر دیئے ہیں۔ اور جنت النعیم کے دریچوں سے بھینی بھینی، ٹھنڈی ٹھنڈی مشکبیز ہوائیں آ کر مشام جان کو معطر کر رہی ہیں اضطراب یاس کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں اور رحمت و مرحمت کے بادل چھا رہے ہیں۔ رنج و الم کی شب دیجور آخری سانس لے رہی ہے اور صبح امید کے سہانے اجالے مسکرا رہے ہیں۔ چمن دہر ہی نہیں چمن انسانیت میں بہار آ رہی ہے صحن گلستان کے غنچے ہی نہیں دلوں کی لب بستہ کلیاں بھی تبسم آشنا ہو رہی ہیں۔ لالہ و گل ہی نہیں حیات کے مرجھائے ہوئے چہرے پر بھی نکھار آ رہا ہے۔

ہاں، ہاں خود زندگی ایک وجد آور کیف میں کھوئی جا رہی ہے ضمیر کو نور اور دل کو سرور بہم پہنچایا جا رہا ہے۔ روح کو بلیدگی عطا ہو رہی ہے۔ سمعی و بصری قوتوں کو فروغ اور فکر و نظر کو جلا مل رہی ہے۔ احساسات کی جاں بیدار ہو رہی ہے اور فطرت عجیب سرمستی کے عالم میں محو ترنم ہیں۔ بلاشبہ اس انقلاب آفریں بہار کی جاں نواز کیفیتوں کو الفاظ کا جامہ پہنانا تکلف محض اور فطرت کے ان دلنشیں نغموں کی تحسین کے لئے قلم و قرطاس کا سہارا ایک رسم کے سوا کچھ نہیں۔ دیدہ دل میں بینائی کی کوئی رمق موجود ہو تو خود بخود اس بارش انوار کو دیکھا جا سکتا ہے اور گوش حق نیوش میں پنبہ وسواس نہ ہو تو فطرت کے ان نغموں کی آواز صاف صاف سنی جا سکتی ہے۔

کہنا یہ ہے کہ کیا بہار موسموں کے کسی جغرافیائی تغیر و تبدل کا نتیجہ ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ تو اس سید موجودات کی ملکوتی شخصیت کی تشریف آوری کا قدرتی نتیجہ ہے جسے بجا طور پر خلاصہ موجودات کہا جاتا ہے اور جس کے دم قدم سے گل و گلزار اور بہاریں قائم ہیں۔ اور کیا ان مہکتے ہوئے انوار کا شمس و قمر کی شعاع بیزیوں سے کوئی تعلق ہے نہیں۔ بلکہ ان کا رابطہ تو اس صبح سعید سے ہے جب خالق کائنات کا چمکتا ہوا آفتاب بطحا کی وادی میں طلوع ہوا تھا۔ نیز کیا فضا کے اس کیف و سرور کا ماخذ نسیم و شمیم کے جھونکے ہیں؟ نہیں بلکہ اس کا منبع تو وہ سعادت افروز گھڑی ہے جب حضور رحمۃ للعلمین ﷺ نے پیکر امن و امان بن کر سیدہ آمنہ کی آغوش عاطفت میں تجلی فرمائی تھی۔

بصد انداز یکتائی بغایت شان زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

ہاں، ہاں جب خلاق عالم جل و علی کے نائب اعظم ﷺ نے شمع شبستان وجود بن کر اس خاکدان ہستی کی تیرگیوں کو دور کرنے کے لیے یہاں نزول اجلال فرمایا۔ ۱۲ ربیع الاول شریف بروز پیر (ربیع الاول عام الفیل کی تاریخ تھی بارہ زمین پر جب اتر آیا ازل کے نور کا تارہ)

سنو سنو، یہی صبح سعادت حاصل کن فکاں اور مقصد کون و مکاں ہے لیل و نہار کی گردشیں اسی کے لیے رہیں انتظار اور محفل امکان کا باعث قیام بھی یہی مبارک گھڑی ہے۔ مکان اپنے مکیں کی عظمت سے معزز ہوتا ہے۔ جتنا مکیں صاحب عزت و وقار ہوگا اتنی ہی مکان کی قدر و قیمت ہوگی۔ یہی حال زمانے کا ہے اس کو بھی شرف اسی صورت میں ملتا ہے جب اس کی نسبت کسی صاحب شرف کے ساتھ ہوگی۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا فرمانا بھی اسی حقیقت ثابتہ کی تائید کر رہا ہے یوں تو ایام وقت کی گردش ہی کا حصہ ہوتے ہیں اور عام معمول کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں مگر کسی اللہ والے سے منسوب ہو کر اتنے ممتاز و ممیز ہو جاتے ہیں کہ خود خالق الایام انہیں اپنی طرف نسبت دیتا ہے اگر اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بارہ ربیع الاول کی صبح میلاد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ سعید کون سی گھڑی ہوگی جس میں امام الانبیا سرور دوسرا علیہ التحیۃ والثنا تاج لولاک زیب تن فرما کر جلوہ آرائے عالم امکاں ہوئے۔ عرش کی رفعت اس حجرے کی عظمت پر قربان جس میں مہمان عرش ﷺ کی ولادت ہوئی اور ازل و ابد کی رونقیں اس پیاری گھڑی پر نثار جس میں سروع عالم نور مجسم، شفیع معظم ﷺ تشریف لائے۔

لاریب وہ سحر اپنے تقدس کا جواب نہیں رکھتی جس میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لال کی زیارت سے شرف اندوز ہونے کے لیے قدسیان معصوم قطار اندر قطار آ رہے تھے اور جب افلاک کی رفعتیں جھک جھک کر زمین کی پستی کو پیغام تہنیت دے رہی تھی جب شرک فرش فارسیوں کے آتشکدے گل ہو رہے تھے اور قصور شاہی کے کنگرے گرتے ہوئے انانیت کے پیکروں کو خدائے حی و قیوم کے حضور سربسجدہ ہونے کی تلقین کر رہے تھے۔ اس صبح دلنواز کی کیفیت امام ابن جوزی سے سنیے فرماتے ہیں۔

صبح الهدى ملاء الوجود سرورا
لما بدا وجه الحبيب منيرا
طلعت يا شهر الربيع مشرفا
بدرا يفوق مع الجبال بدورا
واتى النبيم معطرا و مبشرا
بقدوم احمد فى الانام نذيرا

یعنی جب حبیب خدا کے نورانی چہرے کا ظہور ہوا تو صبح ہدایت نے عالم ہستی کو مسرت سے معمور کر دیا۔

اے ماہ ربیع الاول تو نے ایسا شاندار ماہتاب طلوع کیا جو اپنے حسن و جمال میں تمام ماہتابوں پر فائق ہے۔ نسیم صبح نے خوشبو پھیلا کر دنیا کو حضور احمد مختار ﷺ جو کہ عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں کی تشریف آوری کی بشارت دی۔

یہ وجد و کیف، یہ نور و حضور، قدرت کی یہ ضیا پاشی، ارواح و قلوب کی یہ سرمستی، گلشن ہستی کی چہل پہل، عام الفیل کے اسی ربیع الاول تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد اب بھی یہ مقدس مہینہ قلب و روح کی تشنہ لبی دور کر کے سیرابی و شادمانی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ منبر و محراب کی رونقیں کوچے کوچے سے صلوٰۃ و سلام کی میٹھی صدائیں، حمد و نعت کے شیریں ترانے سب اسی فرحت و بہجت کے مظاہر ہیں

جوان ایام کے درود مسعود سے حاصل ہوتی ہے۔

مسلمان زوال وعروج کے ادوار سے گزرے۔ انہیں جان شکن حادثات سے دوچار ہونا پڑا۔ حوصلہ فرسا صدمات آئے۔ سلطنتیں چھن گئیں۔ قومی وقار کو ٹھیس پہنچی مگر بایں ہمہ شہ عرب عجم کے ذکر خیر میں روز افزوں ترقی ہی ہوتی گئی۔ یوں بھی ہوا کہ اعدائے بدنہاد نے مختلف حربوں سے، طرح طرح کے حیلوں، بہانوں سے اس ذکر رفیع کو مٹانا چاہا مگر انہیں ہمیشہ خائب وخاسر ہونا پڑا۔ امت مرحومہ کی تاریخ کے مطلع سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس رفعت ذکر کا ضامن خود خداوند کریم ہے جس نے رفعنا لک ذکرک کا وعدہ فرما کر اپنے محبوب کی شہرت وعظمت کو ابدی دوام بخشا۔ اس کے مٹانے والے مٹ گئے۔ دشمن نیست و نابود ہو گئے منکر دب گئے۔ شور مچانے والے ساکت وصامت ہو گئے۔ مگر یہ ذکر خیر

دشت میں، دامن کوہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

شہر بہ شہر علما کے جلسے، جا بجا نعت کے نغمے، کو بکو تعریف کے زمزمے، سو بسو توصیف کے ترانے، قریہ بقریہ محافل مولود شریف اور سال بہ سال عید میلاد آغاز اسلام ہی سے جاری ہے۔ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں۔

لازال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الكبار يعلمون مولد

(ہمیشہ سے اہل اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں)

علامہ احمد عابدین فرماتے ہیں

اهل مكه يذهبون اليه فى كل عام ليلته المولد و يحتفلون بذالك اعظم من احتفا لهم بالاعياد

یعنی اہل مکہ ہر سال میلاد شریف کی رات حضور اکرم ﷺ کے مقام ولادت پر حاضری دیتے ہیں۔ اور عیدوں سے بھی بڑھ کر محفل قائم کرتے ہیں۔

عید میلاد عیدوں کی سرتاج ہے حق کے انعام ورحمت پر لاکھوں سلام، مومن اس محفل کے انعقاد سے رب کریم کی نعمت عظمت کا شکر یہ ادا کرتے ہیں اور منافق و کافر جلتے اور کڑھتے ہیں ان ہی خیالات کا اظہار شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "ماثبت بالسنۃ" میں فرمایا ہے۔ الغرض میلاد کا انعقاد سرور کائنات، محسن اعظم ہادی معظم ﷺ کی محبت کی علامت ہے۔ بمصداق حدیث شریف من احب شیا اکثر ذکرہ، گویا کثرت ذکر ہی محب صادق کی پہچان ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا محفل میلاد کے رسمی انعقاد سے محبت کے جمیع تقاضوں کی تکمیل ہو جاتی ہے اور کیا عملی ثبوت سے بے نیاز ہو کر صرف زبانی دعوؤں اور نعروں سے وہ سند ہاتھ آسکتی ہے جو ایک سچے عاشق رسول ہی کے شایان شان ہے اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے اس لیے کہ جب تک فکر وعمل کی توانائیوں کو رسول اکرم ﷺ کی عظمت واشاعت دین کے لئے وقف نہیں کریں گے۔ ہم سے نہ خدا راضی ہوگا اور نہ جناب مصطفےٰ ﷺ۔ یاد رکھیے جب دین کے افق پر نئے نئے فتنے ابھر رہے ہوں جب طاغوتی طاقتیں شمع اسلام کو بجھانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہوں اور جب شیطنت وخباثت کے محسوس پیکر دلوں سے عظمت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نکالنے پر تلے ہوئے ہوں اس وقت محفل میلاد کا انعقاد زیادہ ہی ضروری ہوتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالیے ستر اسی سال پہلے کے حالات کا جائزہ لیجیے جب ہندو آریہ اور عیسائی پادری اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات پھیلا رہے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ محفل میلاد کی تاکید کس زور سے کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"دیکھو ہندوستان میں سینکڑوں مذاہب کفریہ وعقائد باطلہ مخالف دین وبیخ کن اسلام ظاہر ہوتے جارہے ہیں اور کیسے کیسے الزام واعتراض وشبہات وشکوک مذہب اسلام پر وارد کرتے جارہے ہیں۔ پس ایسے وقت میں آپس میں مجادلہ کی بجائے اس کی تردید کرنی چاہیے اور تعلیم قرآن کو ہر مقام و ہر شہر وقریہ میں نہایت زور وشور سے مشتہر کرنا چاہیے ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ کے محامد واوصاف ومکارم اخلاق کو مشتہر و اشاعت کرنے کے لیے ہر مقام میں مجلس مولود شریف کا چرچا بڑا عمدہ ذریعہ و مستحسن وسیلہ ہے" (انوار ساطعہ ۳۱۹ مطبعہ مجتبائی دلی)

اسی کتاب پر اکابر دیوبند کے استاد حاجی رحمت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تقریظ درج ہے جس میں وہ زمانے کی نزاکت کے پیش نظر محفل میلاد شریف کو فرض کفایہ قرار دیتے ہیں۔ بشرطیکہ منکرات مثلاً باجہ اور تغنی وغیرہ سے پاک ہو۔ پھر فرماتے ہیں۔

"میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کے کرنے سے نہ روکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز التفات نہ کریں" (انوار ساطعہ ص ۳۱۴، ۳۱۵)

ان بزرگوں نے جن مقاصد کی نشاندہی فرمائی ہے آج ہمیں بھی انہیں مدنظر رکھتے ہوئے دور حاضر کے فتنوں کا سد باب کرنا چاہیے اور محفل میلاد کے ذریعے ان کالی بھیڑوں کو بے نقاب کرنا چاہیے۔ جو خدمت انسانیت کے نام پر انسانیت ہی کو مجروح کرنے کے درپے ہیں جن کے نزدیک فلاح کا ضامن رسول عربی علیہ التحیۃ والثنا کا دیا ہوا نظام حیات نہیں بلکہ ماسکو اور واشنگٹن سے درآمد کردہ خاطی انسانوں کا درآمد کردہ خودساختہ ضابطہ قوانین ہے۔ اب ہمیں محفل میلاد میں کھل کے یہ حقیقت وشگاف کرنا چاہیے کہ دارین کی بھلائی، کونین کی سعادت اور انسانیت کی فلاح صرف اور صرف دامن اسلام سے وابستہ ہے۔ یہی حریت ومساوات کا علمبردار ہے۔ اسی نے عدل وانصاف کی تعلیم دی ہے۔ یہیں سے قلب وروح کی بیداری کے سوتے پھوٹے ہیں۔ غرض بانی اسلام کی لاجواب عظمت کردار کو پیش کرنا ہے اور اسلام کی حقانیت کو نمایاں کرنا ہے اب ہمیں محفل میلاد میں نئے ولولے، نئی ہمتیں، نئے ذوق و شوق اور نئی کیف ومستی سے یہ عزم مصمم کرنا ہے کہ ہم دین خداوندی اور عظمت مصطفوی کے لیے حیات کی ہر سرگرمی اور خون کا ہر قطرہ وقف کردیں گے۔ دنیا جانتی ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے محبوب خدا ﷺ نے راہ حق میں جانی ومالی قربانی کا جو باطل شکن اعلان فرمایا تھا اس کی آواز شرق وغرب میں اب بھی گونج رہی ہے۔

اب ہمیں سلام وقیام کی پاکیزہ اداؤں کیساتھ ساتھ حضور اکرم سے یہ بھی عرض کرنا ہے

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

ہاں، ہاں ہمیں رحمت عالمیان کے حضور یہ فریاد بھی کرنا ہے اور کچھ سعادتیں بھی طلب کرنا ہیں کہ اے فاران کے چمکتے ہوئے آفتاب، اے فروغ بخش اعصار ودہور اپنی تجلیات سے ہمارے قلب وروح کو گرما دیجیے، اپنے غلاموں کے دامن دل کو تجلیات سے معمور فرما دیجیے۔ اور اے دو عالم کے سہارے کہیں حوادث زمانہ لغزش پا کا سبب نہ ہو جائیں۔ ہمیں تری عظمتوں کی ضرورت ہے اور تیری رحمتوں پر نظر ہے۔ باطل کی شرانگیز قوتیں مد مقابل ہیں ہمیں "سرہند" کے مرد قلندر کے جذب صادق کی ایک جھلک عنایت کردیجیے اور بریلی کے مرد حق آگاہ کے عشق کی کوئی کیفیت عطا فرما دیجیے۔ ہم بے نواؤں کے لیے یہی سامان کافی ہے۔

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ

فلسفہ ختم نبوت

اس سے پہلے کہ ہم اپنی بحث میں آگے بڑھیں ضروری ہے کہ اسلام کے ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی تصور ۔۔ میرا مطلب ہے عقیدہ ختم نبوت (ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین) (۳۳۔۴۰) کی ثقافتی قدر و قیمت پورے طور پر ذہن نشین کر لی جائے۔

ایک اعتبار سے نبوت کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ شعور ولایت کی وہ شکل ہے' جس میں واردات اتحاد اپنے حدود سے تجاوز کر جاتیں اور ان قوتوں کی پھر سے رہنمائی یا از سر نو تشکیل کے وسائل ڈھونڈتی ہیں جو حیات اجتماعیہ کی صورت گری میں۔ گویا انبیاء کی ذات میں زندگی کا متناہی مرکز اپنے لا متناہی اعماق میں ڈوب جاتا ہے تو اس لیے کہ پھر ایک تازہ قوت اور زور سے ابھر سکے۔ وہ ماضی کو مٹاتا اور پھر زندگی کی نئی نئی راہیں اس پر منکشف کر دیتا ہے۔ لیکن اپنی ہستی اور وجود کی اساس سے انسان کا یہ تعلق کچھ اسی کے لیے مخصوص نہیں قرآن مجید نے لفظ وحی کا استعمال جن معنوں میں کیا ہے' ان سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ وحی خاصہ حیات ہے اور ایسا ہی عام جیسے زندگی یہ دوسری بات ہے کہ جوں جوں اس کا گزر مختلف مراحل سے ہوتا یا یوں کہیے کہ جیسے جیسے وہ ارتقاء اور نشو ونما حاصل کرتی ہے ویسے ہی اسکی ماہیت اور نوعیت بھی بدلتی رہتی ہے۔ یہ کسی پودے کا زمین کی پہنائیوں میں آزادانہ سر نکالنا' یہ کسی حیوان میں ایک نئے ماحول کے مطابق کسی نئے عضو کا نشو ونما' یہ انسان کا خود اپنی ذات اور وجود میں زندگی کی گہرائیوں سے نور اور روشنی حاصل کرنا' یہ سب وحی کی مختلف شکلیں ہیں جو اس لیے بدلتی چلی گئیں کہ اس کا تعلق جس فرد سے تھا یا جس نوع میں اس کا شمار ہوتا تھا اس کی مخصوص ضروریات کچھ اور تھیں۔ اب نبی نوع انسان کے عالم صغرسنی میں ایسا بھی ہوا کہ اس کی نفسی توانائی کا نشو ونما شعور کی وہ صورت اختیار کر لے جسکو ہم نے بے شعور نبوت سے تعبیر کیا ہے اور جس کے معنی یہ ہیں کہ اس شعور کی موجودگی میں نہ تو افراد کو خود کسی چیز پر حکم لگانا پڑے گا' نہ ان کے سامنے یہ سوال ہوگا کہ ان کی پسند کیا ہو اور ناپسندیدگی کیا؟ انہیں یہ بھی سوچنے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ وہ اپنے لیے کیا راہ عمل اختیار کریں؟ یہ سب باتیں گویا پہلے ہی سے طے شدہ ہوں گی' یہ نہیں کہ انہیں اس بارے میں خود اپنے فکر اور انتخاب سے کام لینا پڑے (معروف و منکر، امر او رنہی) کی تعین میں فقد ارسلنا رسلنا بالبینت و انزلنا معھم الکتب و المیزان لیقوم الناس بالقسط شعور نبوت کو گویا کفایت فکر اور انتخاب سے تعبیر کرنا چاہیے لیکن جہاں عقل نے آنکھ کھولی اور قوت تنقید پیدا ہوئی تو پھر زندگی کا مفاد اسی میں ہے کہ ارتقائے انسانی کے اولین مراحل میں ہماری نفسی توانائی کا اظہار جن ماورائے عقل طریقوں سے ہوا تھا ان کا ظہور اور نشو ونما رک جائے۔ انسان جذبات کا بندہ ہے اور جبلتوں سے مغلوب رہتا ہے وہ اپنے ماحول کی تسخیر کر سکتا ہے تو عقل استقرائی کی بدولت لیکن عقل استقرائی اس کے اپنے حاصل کرنے کی چیز ہے جسے ایک دفعہ حاصل کر لیا جائے تو پھر مصلحت اسی میں ہے کہ حصول علم کے اور جتنے بھی طریق ہیں ان پر ہر پہلو سے بندشیں عائد کر دی جائیں تا کہ مستحکم کیا جائے تو صرف عقل استقرائی کو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیائے قدیم نے بڑے بڑے عظیم نظامات فلسفہ پیدا کیے۔ مگر یہ اس وقت جب انسان اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل سے گذر رہا تھا اور اس پر ایما اور اشارے کا غلبہ تھا۔ لہٰذا ماضی کے یہ فلسفیانہ نظامات مجرد فکر کی بناء پر مرتب ہوئے' لیکن مجرد فکر کی بنا پر ہم زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں تو یہ کہ مذہبی عقائد اور مذہبی روایات میں تھوڑا بہت ربط و ترتیب پیدا کر دیں۔ رہا یہ امر کہ عملی زندگی میں ہمیں جن احوال سے فی الواقع گزرنا پڑتا ہے' ان پر قابو حاصل کیا جائے تو کیسے؟ اس کا فیصلہ فکر مجرد کی بناء پر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یوں نظر آئے گا جیسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم اور جدید کے درمیان ایک واسطہ کی ہے بہ اعتبار اپنے سرچشمہ وحی کے آپ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے' یہ آپ ہی کا وجود ہے کہ جن پر زندگی کے علم و حکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے۔ لہٰذا اسلام کا ظہور جیسا کہ آگے چل کر خاطر خواہ طریق پر ثابت کر دیا جائے گا' استقرائی عقل کا ظہور ہے۔

اسلام میں نبوت چونکہ اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی' لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا۔ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا اس کے شعور ذات کی تکمیل ہوگی تو یونہی کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینی پیشوائی کو تسلیم نہیں کیا یا موروثی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا یا بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا یا عالم فطرت اور عالم تاریخ کو علم انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا تو اس لیے کہ ان سب کے اندر یہی نکتہ مضمر ہے کیونکہ یہ سب تصور خاتمیت ہی کے مختلف پہلو ہیں لیکن یہاں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ حیات انسانی اب واردات باطن سے جو باعتبار نوعیت انبیاء کے احوال و واردات سے مختلف نہیں' ہمیشہ کے لیے محروم ہو چکی ہے۔ قرآن مجید نے آفاق و انفس دونوں کو علم کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور اس کا ارشاد ہے کہ آیات الہیہ کا ظہور محسوسات و مدرکات میں' خواہ ان کا تعلق خارج کی دنیا سے ہو یا داخل کی' ہر کہیں ہو رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے اس کے ہر پہلو کی قدر و قیمت کا کماحقہ اندازہ کریں اور دیکھیں کہ اس سے حصول علم میں کہاں تک مدد مل سکتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تصور خاتمیت سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ زندگی میں اب صرف عقل ہی کا عمل دخل ہے' جذبات کے لیے اس میں کوئی جگہ نہیں۔ یہ بات نہ کبھی ہو سکتی ہے نہ ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ واردات کی باطن کی کوئی بھی شکل ہو ہمیں بہر حال حق پہنچتا ہے کہ عقل اور فکر سے کام لیتے ہوئے اس پر آزادی کے ساتھ تنقید کریں' اس لیے کہ اگر ہم نے ختم نبوت کو مان لیا تو گویا یہ عقیدہ بھی مان لیا کہ اب کسی شخص کو

اس دعویٰ کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق چونکہ کسی مافوق الفطرت سرچشمے سے ہے لہٰذا ہمیں اس کی اطاعت لازم آتی ہے اس لحاظ سے دیکھا جائے تو خاتمیت کا تصور ایک طرح کی نفسیاتی قوت ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ انسان کی باطنی واردات اور احوال کی دنیا میں بھی علم کے نئے نئے راستے کھل جائیں۔ بعینہ جس طرح اسلامی کلمہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے جزو اول نے انسان کے اندر یہ نظر پیدا کی کہ عالم خارج کے متعلق اپنے محسوسات و مدرکات کا مطالعہ نگار تنقید سے کرے اور قوائے فطرت کو الوہیت کا رنگ دینے سے باز رہے، جیسا کہ قدیم تہذیبوں کا دستور تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ صوفیانہ واردات کو خواہ ان کی حیثیت کیسی بھی غیر معمولی اور غیر طبعی کیوں نہ ہو ایسا ہی فطری اور طبعی سمجھیں جیسے اپنی دوسری واردات اور اس لیے ان کا مطالعہ بھی تنقید و تحقیق کی نگاہوں سے کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل بھی یہی تھا۔

(ان) کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ۳۵ء میں انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے انگریزی ہفت روزہ 'لائیٹ' نے بلا وجہ حضرت علامہ کے انگریزی خطبات بالخصوص پانچویں خطبے پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ یہ جو حضرت علامہ کہتے ہیں کہ باب نبوت مسدود ہے یہ دراصل مغرب سے مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ حضرت علامہ نے کہیں عقل استقراء کا ذکر کر دیا تھا۔ مدیر لائیٹ اس کا صحیح مفہوم تو سمجھ نہ سکے انہوں نے فرمایا یہ دیکھئے اقبال عقل کو نبوت پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ مغرب زدگی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ مضمون شائع ہوا تو راجہ حسن اختر صاحب نے انگریزی زبان ہی میں مدیر "لائیٹ" کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں ان کے غلط خیال کی تردید بڑے معقول طریقے سے کی گئی تھی۔ اتفاق سے لاہور میں راجہ صاحب سے "لائیٹ" کے اس مضمون کا ذکر آ گیا۔ میں نے عرض کیا یہ پرچہ چونکہ ایک انجمن کا ہے۔ جس کی ایک مخصوص دعوت ہے لہٰذا مجھے اس کا ترجمہ اردو میں شائع کر دینا چاہیے۔ حضرت علامہ نے بھی اس خیال سے اتفاق فرمایا۔ پھر جب ضمناً بعض دوسرے مسائل کی وضاحت ضروری نظر آئی اور میں نے حضرت علامہ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے ازارہ عنایت (یہ) دو تحریریں مرحمت فرمائیں' (مکتوبات اقبال ص ۳۰۰ مرتبہ سید نذیر نیازی) یہ طویل اقتباس صرف اس لیے درج کیا گیا ہے تاکہ آپ ان تحریروں کے پس منظر سے پوری طرح آگاہ ہو سکیں۔

دوسرا خطبہ

یقین کیجئے یورپ سے بڑھ کر آج انسان کے اخلاقی ارتقاء میں بڑی رکاوٹ اور کوئی نہیں۔ برعکس اس کے مسلمانوں کے نزدیک ان بنیادی تصورات کی اساس چونکہ وحی و تنزیل پر ہے جس کا صدور ہی زندگی کی انتہائی گہرائیوں سے ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنی ظاہری خارجیت کو ایک اندرونی حقیقت میں بدل دیتی ہے۔ ہمارے لیے تو زندگی کی روحانی اساس ایمان یقین کا معاملہ ہے جس کی خاطر ایک غیر تعلیم یافتہ مسلمان بھی برضا و رغبت اپنی جان دے دے گا۔ پھر اسلام کے اس بنیادی تصور کے پیش نظر کہ وحی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہے لہٰذا اب کوئی ایسی وحی نہیں کہ ہم اس کے مکلف ٹھہریں۔ ہماری جگہ دنیا کی ان قوموں میں ہونی چاہیے جو روحانی اعتبار سے سب سے زیادہ استخلاص حاصل کر چکی ہیں شروع شروع کے مسلمانوں کو جنہوں نے قبل از اسلام کی روحانی غلامی سے نجات حاصل کی تھی اسلام کے اس بنیادی تصور (خاتمیت) کی ٹھیک ٹھیک حقیقت سمجھنے سے قاصر رہے۔ لیکن ہمیں چاہیے آج اپنے اس موقف کو سمجھیں اور اپنی حقیقت اجتماعیہ کی از سر نو تشکیل اسلام کے بنیادی اصولوں کی رہنمائی میں کریں تا آنکہ اس کی وہ غرض و غایت جو ابھی تک صرف جزواً ہمارے سامنے آئی ہے یعنی اس روحانی جمہوریت کا نشو و نما جو اس کا مقصود منتہا ہے تکمیل کو پہنچ سکے۔

> ہمارے لیے تو زندگی کی روحانی اساس ایمان یقین کا معاملہ ہے جس کی خاطر ایک غیر تعلیم یافتہ مسلمان بھی برضا و رغبت اپنی جان دے دے گا۔ پھر اسلام کے اس بنیادی تصور کے پیش نظر کہ وحی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہے لہٰذا اب کوئی ایسی وحی نہیں کہ ہم اس کے مکلف ٹھہریں۔ ہماری جگہ دنیا کی ان قوموں میں ہونی چاہیے جو روحانی اعتبار سے سب سے زیادہ استخلاص حاصل کر چکی ہیں

تیسرا خطبہ

راجہ صاحب کا مضمون میں نے نہیں دیکھا۔ دیکھا تو تھا پڑھا نہیں آپ اپنے مضمون میں اپنے خیالات کا اظہار کیجئے۔ ان کے خیالات کی تردید ضروری نہیں۔

۱۔ خاص حالات و واردات جن کے اعتبار سے نبوت روحانیت کا ایک مقام تصور کی جاتی ہے۔ (''مقام تصوف اسلام میں ایک اصطلاح ہے)۔

۲۔ ایک (Socia, Polttical Institution) قائم کرنے کا عمل یا اس کا قیام۔ اس Institution کا قیام کو ایک نئی اخلاقی فضا کی تخلیق ہے جس میں پرورش پا کر فرد اپنے کمالات تک پہنچتا ہے اور جو فرد اس نظام کا ممبر نہ ہو یا اس کا انکار کرے وہ ان کمالات سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس محرومی کو مذہبی اصطلاح میں کفر کہتے ہیں۔ گویا اس دوسرے جزو کے اعتبار سے نبی کا منکر کافر ہے۔

دونوں اجزاء موجود ہوں تو نبوت ہے۔ صرف پہلا جزو موجود ہو تو تصوف اسلام میں اس کو نبوت نہیں کہتے اس کا نام ولایت ہے۔

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا حالانکہ طبری لکھتا ہے وہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا مصدق تھا اور اس کی اذان میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق تھی۔

لیڈنگ سٹرنگز Leading Strings سے مراد لیڈنگ سٹرنگز آف ریلیجن نہیں بلکہ لیڈنگ سٹرنگز آف فیوچر پرافٹس آف اسلام ہے۔ یا یوں کہیے کہ ایک کامل الہام و وحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی اور الہام اور وحی کی غلامی حرام ہے۔ بڑا اچھا سودا ہے کہ ایک کی غلامی سے باقی سب غلامیوں سے نجات ہو جائے اور لطف یہ کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی غلامی نہیں بلکہ آزادی ہے۔ کیونکہ ان کی نبوت کے احکام دین فطرت ہیں یعنی فطرت صحیحہ ان کو خود بخود قبول کرتی ہے۔ فطرت صحیحہ کا

انہیں خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوتے ہیں اس واسطے عین دین فطرت ہیں۔ ایسے احکام نہیں جن کو ایک مطلق العنان حکومت نے ہم پر عائد کر دیا ہے اور جن پر ہم محض خوف سے عمل کرنے پر مجبور ہیں۔ اسلام و دین فطرت کے طور پر Realise کرنے کا نام تصوف ہے اور ایک اخلاص مند مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ اس کیفیت کو اپنے اندر پیدا کرے۔ اس کیفیت کو میں نے لفظ Emancipation سے تعبیر کیا ہے۔

چوتھا خطبہ

۱۔ عقل اور وحی کا مقابلہ یہ فرض کر کے کہ دونوں علوم کے ماخذ ہیں درست نہیں ہے۔ علوم کے ماخذ انسان کے حواس اندرونی و بیرونی ہیں عقل ان حواس ظاہری و معنوی کے انکشافات کی تنقید کرتی ہے اور یہی تنقید اس کا حقیقی Function اور بس مثلاً آفتاب مشرق سے طلوع کرتا ہے اور مغرب کی طرف حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے یہ حواس ظاہری کا انکشاف ہے۔ عقل کی تنقید کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حواس کا انکشاف درست نہ تھا۔

۲۔ وحی کا Function حقائق کا انکشاف ہے یا یوں کہیے کہ وحی تھوڑے وقت میں ایسے حقائق کا انکشاف کر دے جن کو مشاہدہ برسوں میں بھی نہیں کر سکتا گویا وحی حصول علم میں جو Time کا عنصر ہے اس کو خارج کرنے کی ایک ترکیب۔ انسان کی ترقی کے ابتدائی مراحل میں اس ذریعہ علم کی بے انتہا ضرورت تھی کیونکہ ان مراحل میں انسان کو ان مقامات کے لیے تیار کیا جا رہا تھا جن پر پہنچ کر وہ قوائے عقلیہ کی تنقید سے خود اپنی محنت سے علم حاصل کرے محمد عربی ﷺ کی پیدائش انسانی ارتقاء کے اس مرحلہ پر ہوئی جبکہ انسان کو استقرائی علم سے روشناس کرنا مقصود تھا میرے عقیدہ کی رو سے بعد وحی محمدی کے الہام کی حیثیت محض ثانوی ہے سلسلہ تو الہام کا جاری ہے مگر الہام بعد وحی محمد حجت نہیں۔ سوائے اس شخص کے جس کو الہام ہوا ہو۔ بالفاظ دیگر بعد وحی محمدی الہام ایک پرائیویٹ Fact ہے۔ اس کا کوئی سوشل مفہوم یا وقعت نہیں ہے۔

میں نے پچھلے خطبہ میں کہا تھا کہ نبوت کی دوسری ایک Social Political Institution کی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ بعد وحی محمدی کسی کا الہام یا وحی ایسے Institution کی بناء قرار نہیں پا سکتا۔ تمام صوفیہ اسلام کا یہی مذہب ہے۔ محی الدین ابن عربی تو الہام پانے والے کو نبی کہتے ہی نہیں۔ اس کا نام ولی رکھتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسلام سے پہلے نبی نوع انسان میں شعور ذات کی تکمیل نہ ہوئی تھی۔ اسلام نے انسان کی توجہ علوم استقرائی کی طرف مبذول کی تا کہ انسانی فطرت من کل الوجوہ کامل ہو اور اپنی ذات کی محنت سے حاصل کردہ علم کے ذریعہ سے انسان میں اعتماد علی النفس پیدا ہو۔ غرضیکہ بعد وحی محمدی میرے عقیدہ کی رو سے الہام کی حیثیت محض ثانوی ہے۔ جس شخص کو ہوتا ہے اس کے لیے حجت ہو تو ہو اوروں کے لیے نہیں ہے۔ اگر آج کوئی شخص کہے کہ میں نے بالمشافہ حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر دریافت کیا ہے کہ فلاں ارشاد جو محدثین آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں' آپ کا ہے' یا نہیں؟ اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ نہیں تو ایسا مکاشفہ اس شخص کے لیے حجت ہوگا' تمام عالم اسلام کے لیے نہیں۔ اگر اس قسم کے مکاشفات کو تمام عالم اسلام کے لیے حجت قرار دیا جائے تو عام تنقیدی تاریخ کا خاتمہ ہو جاتا ہے بالفاظ دیگر روایت و درایت استقرائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

(انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار)

☆☆☆☆☆

حضور آئے تو......

سید محمد ضمری جعفری (ضمیر جعفری)

محمد مصطفےٰ صل علی محبوب ربانی
ازل کی صبح عرفانی، ابد کی شمع ایمانی

حضور آئے تو چمکیں فکر انسانی کی تنویریں
حضور آئے تو ٹوٹیں جبر و محکومی کی زنجیریں

جمے ذہنوں کا زنگ اترا، بجھے چہروں پر نور آیا
حضور آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا

بشر کی پیشوائی کے لئے شمس و قمر آئے
حضور آئے تو امکانات ہستی بھی نظر آئے

تمدن آیا، تہذیب آئی، امن آیا، قرار آیا
حضور آئے تو عالم پر بہار آئی، نکھار آیا

یتیموں اور فقیروں کو پناہیں مل گئیں آخر
حضور آئے تو ذروں کو نگاہیں مل گئیں آخر

اخوت اور مساوات و محبت کا نظام آیا
حضور آئے تو یہ توقیر ہستی کا مقام آیا

سلام اے رحمۃ للعالمین، سرکار دو عالم
سلام اے مرسل حق، مالک و مختار دو عالم

الصواۃ و السلام علیک یا رسول اللہ
وعلی الک و اصحابک یا حبیب اللہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حمد و نعت

آئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصطفےٰ بن کر

پروفیسر محمد حسین آسی

آئینہ خدا نما بن کر!
آئے سرکار مصطفےٰ ﷺ بن کر

سب بھٹکتے تھے دشت کثرت میں
آئے وہ سب کے پیشوا بن کر

ہم کریں شرک؟ توبہ اے واللہ
بندۂ شاہِ دوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن کر

جابجا جلوہ بار ہیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سایۂ ذاتِ کبریا بن کر

بندہ بن کے بھی دیکھتا فرعون
کیا لیا بے ادب خدا بن کر

ان کے دشمن کو خوب پہچانو!
دے نہ دھوکا وہ پارسا بن کر

ربیع الاول شریف اور اس کا پیغام!

آگیا ہے ربیع الاول پھر
آرزوؤں کا آسرا بن کر

چھٹ گئے ابر دفعتاً غم کے
لو وہ آئے ہیں غمزدا بن کر

وہ جو عالم کے مبتدا ٹھہرے
آئے نبیوں کا منتہا بن کر

آمد آمد مہِ مقدس کی
باغِ فردوس کی صبا بن کر

چھا رہی ہے فضائے عالم پر
ہر گھڑی فضل کی گھٹا بن کر

ماہِ مولد پیام دیتا ہے
اِک نئے دور کی صدا بن کر

نوجوانو! سفینہ کر دو پار
اپنی ملت کے ناخدا بن کر

پھیل جاؤ حدودِ گیتی تک
وارثان شہ ہدیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن کر

خیرہ کر دو نگاہِ باطل کو
برقِ خاطف کا صاعقہ بن کر!

راستہ تم دکھاؤ لوگوں کو
ساری دنیا کے رہنما بن کر

ظلمتوں سے بچالو انساں کو
اپنے قرآں کی ضیا بن کر

فیصلے تم سناؤ قوموں کو!
اپنے اللہ کی قضا بن کر

بادشاہی کرو زمانے میں!
شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے گدا بن کر!

دم بخود کردو سب یزیدوں کو
غیرتِ شاہ کربلا رضی اللہ عنہ بن کر!

ہاں بجھا دو پیاس دشمن کی
آبِ شمشیر مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بن کر

دو جہاں میں ہو سرخرو آسی!
اپنے مرشد قدس سرہ کی خاک پا بن کر!

☆☆☆

آدابِ رسالت

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (البقرہ ۱۰۴)

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو بلکہ ''انظرنا کہو (یعنی حضور ہم پر نظر رکھیں) اور ارشاداتِ عالی کو پہلے ہی سے دل لگا کر) سنو

(اس حکم سے) سرتابی کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔۔۔۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک میں جب صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی تو رَاعِنَا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت کیجئے اور مکرر ارشاد فرمائیے۔۔اس مجلس مبارک میں یہودی بھی ہوتے وہ ''ع'' کی زیر کو ذرا کھینچ کر ''رَاعِیْنَا'' کہتے تھے۔ جس کے معنی لیتے۔

''اے ہمارے چرواہے۔۔۔۔۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی اس تحقیر آمیز شرارت کو سمجھ گئے چنانچہ انہوں نے بیانگ دہل فرمایا کہ ''اے دشمنانِ اسلام! تم پر خدا کی لعنت قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے پھر کسی نے رسول اللہ کو اس طرح مخاطب کیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا'' (حاشیہ تفسیر طبری، جلد اول، مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ھ ص ۳۵،۷)

جلال سعد بن معاذ نے آسمان و زمین کو ہلا کر رکھ دیا اور یہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گستاخانِ رسول کے منہ بند کر دیئے اور عذاب الیم کی وعید سنائی۔

یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ کفار و یہود جو کچھ کہا کرتے تھے وہ بیان واقعی تھا۔ جھوٹ نہ تھا، یعنی فی الواقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی تھیں گو ان کی بکریاں نہ چرائیں بلکہ اپنی یا رضاعی ماں کی بکریوں کی پاسبانی فرمائی۔ اور آپ ہی پر کیا منحصر ہے بہت سی جلیل القدر ہستیوں نے بکریاں چرائی ہیں۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں جس کو معاشرے میں اچھی نظر سے نہ دیکھا جائے پھر بھی ارشاد ہوا ''خبر دار! اب ''راعنا'' نہ کہنا'' بات چل رہی ہے ''راعینا'' کی اور ممانعت فرمائی جا رہی ہے ''راعنا'' کی اللہ اللہ غیرت الٰہی کی شان تو دیکھو! کافروں کے معنی و مقصود کا تصور تک صحابہ کے دل میں نہ تھا بلکہ یہ وسوسہ ان کے قلبِ صافی میں گزر ہی نہ سکتا تھا۔ مگر پھر بھی ممانعت فرمائی تو پھر اس کی کیا وجہ تھی؟ بات یہ تھی گو ''راعنا'' اور ''راعینا'' کسی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موجب اہانت و توہین نہ ہو مگر کفار و یہود کا اس کو موجب توہین سمجھ کر استعمال کرنا غیرت الٰہی کو گوارا نہ ہوا۔ اور صحابہ کی زبان سے ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا جو اگرچہ صحابہ کے نزدیک کسی پہلو سے بھی موجب اہانت نہیں۔ مگر کفار کے اختیار کردہ لفظ کے ساتھ اسے لفظی اشتراک ہے۔

یہ آپ کی کمال رعایتِ ادب ہے ؎

باصاف ضمیراں با ادب باش کہ بسیار

از آب گہرا آئینہ زنگار گرفت ست

الغرض ہر چند صحابہ لفظ ''راعنا'' کو ادب و احترام اور تعظیم کے لیے استعمال کرتے تھے۔ مگر پھر بھی اس سے ملتے جلتے دوسرے لفظ ''راعینا'' کا استعمال تذلیل و تحقیر کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اس لیے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ لفظ ''راعنا'' سے اشارۃً و کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی۔ بلکہ اس کا استعمال تعظیم و ادب کے لیے تھا۔ پھر یہ لفظ مردود ٹھہرا اور اس کا استعمال کرنے والا مغضوب تو غور کریں جن کلمات میں صراحتاً اور کھلم کھلا آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو مولیٰ تعالیٰ کے نزدیک ان کلمات کا اور ان کے قائل کا کیا مقام ہو گا؟ اس آیت میں دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ یہاں مومنین سے خطاب فرمایا ہے کفار و یہود سے نہیں اس لیے یہ کہنا صحیح نہ ہو گا کہ وہی آیت کے مخاطب ہیں۔۔۔نہیں نہیں، مخاطب عوام و خواص مومنین ہیں۔ بہر کیف آیت مذکورہ سے مندرجہ ذیل اصول و آداب مستنبط کیے جا سکتے ہیں۔

۱۔ ایسا لفظ جس کے معنی اور اطلاق اگرچہ فی نفسہ صحیح ہوں مگر اس سے تمسخر و استہزاء کا پہلو نکل سکتا ہو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استعمال کرنا ناجائز ہے۔

۲۔ ایسے لفظ سے اگرچہ قائل کی مراد تمسخر و استہزاء نہ ہو مگر پھر بھی وہ گنہگار اور قابل مواخذہ ہے۔

۳۔ ایسے لفظ کا استعمال بھی جائز نہیں جو اگرچہ مقام ادب میں بولا جاتا ہو مگر اس سے ملتا جلتا مقام ادب سے گرا ہوا ہو۔

۴۔ اس قسم کے الفاظ بھول چوک اور اضطرار میں نکل جائیں تو تدارک لازم ہے۔

۵۔ جان بوجھ کر کہیں جائیں تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۶۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ اللہ کے نزدیک بھی اس کا قائل واجب القتل ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

قرآنِ کریم میں جابجا ایسی آیات ملتی ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کا درس دیا ہے اور عظمت و شوکت کو بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان آیات کو دل سے لگا کر رکھیں تاکہ گلشنِ محبت و ادب ویران نہ ہو۔ ملاحظہ فرمائیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو۔ (الحجرات ۲)

۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○

ترجمہ: جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (الحجرات ۳)

۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ: جو حجروں کے پیچھے سے تم کو آواز دیتے۔
ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ (الحجرات ۴)

۴۔ لَمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ (النور ۶۲)

ترجمہ: ایمان والے وہ ہیں جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

۵۔ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (النور ۶۲)

(ترجمہ) اور جو شخص اجازت چاہے اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو۔ (جسے نہ چاہو اجازت نہ دو)

۶۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط

ترجمہ:۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ (النور ۳)

۷۔ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

ترجمہ: جو لوگ محفل مبارک سے آڑ لے کر کھسک جاتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ وہ آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔ (النور ۶۳)

۸۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو! (الاحزاب ۵۶)

۹۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ.

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ قرآن کریم میں بعض آیات وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و نصیحت ایسی آیات میں عموماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست خطاب فرمایا ہے بعض آیات وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن اور ان گنت خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔
ایسی آیات میں عموماً براہ راست مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ (التوبہ ۲۴)

اسی طرح احادیث میں بعض احادیث وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالت شان کا ذکر فرمایا ہے۔۔ اب ایک آنکھ تو وہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جمائے ہوئے ہے۔ اس کی نظر دوسری قسم کی آیات و احادیث کی طرف اٹھتی ہی نہیں مگر ایک آنکھ وہ بھی ہے جو پہلی اور دوسری دونوں قسم کی آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور وہ کچھ دیکھتی اور دکھاتی ہے جو پہلی آنکھ نہیں دیکھ پاتی۔ وہ پہلی آنکھ عالم آب و گل میں الجھ کر رہ گئی اور یہ دوسری آنکھ سمٰوٰت بلکہ ماورائے سمٰوٰت جا پہنچی اس کا انداز نظر غیر سائنٹیفک ہے۔
اس کا انداز نظر سائنٹیفک ہوتے ہوئے بھی عاشقانہ اور مومنانہ ہے۔

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کی ایک نعتیہ غزل
فن شاعری کا شاہکار جس کے پڑھنے سے ہونٹ نہیں ملتے

سید کونین سلطاں جہاں!
ظل یزداں شاہ دیں عرش آستاں
کل سے اعلیٰ کل سے اولیٰ کل کی جان
کل کے آقا کل کے ہادی کل کی شان
دلکشا دل کش دل آرا دلستاں!
کان جان و جان جان و شان شاں
ہر حکایت ہر کنایت ہر ادا!
ہر اشارت دلنشین و دل نشاں!
دل دے دل کو جان جاں کو نور دے
اے جہان جان والے جان جہاں
آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور
روح دے اور روح کو راح جناں
اللہ اللہ یاس اور ایسی آس سے
اور یہ حضرت یہ در یہ آستاں
تو ثنا گو ہے ثنا تیرے لیے
ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں
تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا گر تو نہ ہو
کچھ نہ ہو تو ہی تو ہے جان جہاں
تو ہو داتا اور اوروں سے رجا
تو ہو آقا اور یاد دیگراں
التجا اس شرک و شر سے دور رکھ
ہو رضا تیرا ہی غیر از این و آں
جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں
دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن و ظاں

☆☆☆☆

یومِ ولادتِ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء

تحریر سید محمد سلطان شاہ (ایم۔اے علوم اسلامیہ)

ظہورِ قدسی عالم انسانیت کے فلک پر کفر و ظلمت کے بادل چھا چکے تھے۔ جہالت و گمراہی کا دور دورہ تھا۔ مے خواری عام تھی، اہل عرب قمار بازی کے خوگر بن چکے تھے۔ فحاشی و عریانی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسرِ پیکار تھا۔ ہر علاقہ دوسرے علاقے سے جنگ آزما تھا۔ بات بات پر تلواریں نیاموں سے باہر نکل آتیں۔ ایک بار جنگ کی آگ سلگ پڑتی تو صدیوں تک اس کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔ غیرتِ انسانی مردہ ہو چکی تھی۔ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ دختر کشی کی بہیمانہ رسم جاری تھی۔ اشرف المخلوقات نے متاعِ ہوش یوں لٹا دی تھی کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے سنگ و گل کے بتوں کو اپنا معبود تسلیم کر چکا تھا۔ مسجودِ ملائکہ کے مساجد اصنام بن چکا تھا۔ بت پرستی کا یہ عالم تھا کہ ہر گھر بت خانہ تھا۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ جو سرچشمۂ توحید اور منبع ہدایت تھا اب شرک کا محور بن چکا تھا آخر عرب کے اجڑے چمن میں بہار آئی۔ براہیمی گلشن میں شجر قریش کی شاخ ہاشمی پر ایک ایسا پھول کھلا جس کی خوشبو سے دنیا کا ہر گوشہ معطر ہو گیا مکہ میں ایسا آفتاب رسالت طلوع ہوا جس کے نور سے سارا عالم جگمگا اٹھا۔ وہ نجم ہدایت درخشاں ہوا جسے دیکھ کر دشتِ ضلالت میں گم گشتہ کائنات کو راہِ منزل کا سراغ مل گیا اور وہ ماہ نبوت ضو فشاں ہوا جس کی چاندنی نے بنی نوع انسانی کی آنکھوں سے دلوں تک کو ٹھنڈک اور راحت بخشی۔ حضرت عبداللہؓ کے گھر سیدہ آمنہ کے بطنِ اطہر سے ۱۲ ربیع الاول کو اس ہستی کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جو خلاصۂ موجودات اور دیباچہ کائنات ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پھر کیا ہوا؟ خشک اور بے آب و گیاہ زمین سرسبز و شاداب ہو گئی۔ دھرتی اپنے مقدر پر ناز کرنے لگی کہ مجھ پر سائرِ عرش تشریف لائے۔ آسمان نے حسرت بھری نگاہوں سے زمین کی طرف دیکھا اور اس کے نصیب پر رشک کرنے لگا کہ محبوبِ خالق و مالک نے وہاں نزولِ اجلال فرمایا سوکھے درختوں کی پژمردہ شاخیں ہری ہو گئیں اور ساکنانِ بطحا جو اس سے پہلے خشک سالی کی وجہ سے بدحال تھے، اس سال کی برکت سے خوشحال ہو گئے سرکارؐ کی آمد سے غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ رنگ و نسل کے بت منہ کے بل گر کر پاش پاش ہو گئے۔ شہنشاہ فارس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے، آتشکدہ فارس بجھ گیا اور بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا۔ ہر عالم کی ہر مخلوق درود و سلام کے ترانے گانے لگی احسنت کے نعرے اور مدحت کے ترانے بلند ہوئے۔ قدسیانِ عرش کی زبان پر نغمۂ تقدیس جاری ہو گیا کہ آج والی کون و مکاں تشریف لائے ہیں۔

ولادت باسعادت کا دن

جس یوم سعید کو ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ احمد علیہ التحیۃ والثناء اس دنیا میں تشریف لائے اس مبارک دن کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف دن کا ہی نہیں بلکہ مہینے اور سال کا بھی ہے زیر نظر مضمون میں اسی اختلاف کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس بات پر تمام مؤرخین متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت دوشنبہ (پیر) کے دن ہوئی اور اس کا ثبوت احادیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہ سئل عن صیام یوم الاثنین فقال ذلک یوم ولدت فیہ وانزلت علی فہ النبوۃ حضور پاکؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں" تو حضور نے فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کی ابتدا ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تمہارے نبی دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔ دوشنبہ ہی کو ان کی بعثت ہوئی۔ اسی دن ہجرت کی اور دوشنبہ ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

روضۃ الاحباب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی۔ اور وحی کا نزول بھی سوموار کے دن شروع ہوا اور حجرِ اسود کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی موجودہ جگہ پر ہفتے کے اسی دن رکھا۔ مکہ معظمہ سے ہجرت بھی پیر کے دن ہوئی۔ مدینہ منورہ میں بھی پیر کے دن داخل ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کا وصال بھی پیر کے دن ہوا۔

مسلم شریف کی حدیث کے مطابق ابولہب کے عذاب میں اس دن تخفیف کر دی جاتی ہے جس دن اس نے اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اس واقعہ کو عظیم محدث حافظ ابن حجر عسقلانی امام سہیلیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان العباس قال لما مات ابو لهب رائیته فی منامی بعد حول فی شر حال فقال مالقیت بعد کم راحة الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم الاثنین.

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ابولہب مر گیا تو میں نے اس کو ایک سال بعد خواب میں بہت برے حال میں دیکھا اور کہتے ہوئے پایا کہ تمہاری جدائی کے بعد خواب نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن پیر کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ حضرت عباسؓ کی وہ بیان کرتے ہوئے فرماتے

ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم اثنین و کانت ثوبیۃ بشرت ابا لہب بمولدہ فاعتقہا

یعنی عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ تھی کہ اس نے پیر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا لہٰذا جب پیر کا دن آتا تو اللہ تعالیٰ اس اظہارِ خوشی کے صلے میں عذاب میں تخفیف فرما دیتے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی اور اس پر تمام مؤرخین اور محدثین کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

و ھذا ما لا خلاف فیہ انہ و لد صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین

یعنی اس پر کلی اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے۔

ولادت کا سال

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالِ ولادت میں اختلاف کی صورت یہ ہے محمد حسین ہیکل کے الفاظ میں "بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت واقعۂ فیل کے چند سال (تیس سے ستر) بعد وقوع میں آئی۔ لیکن یہ بات غلط ہے تاریخ کی کسی مستند کتاب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ابن اسحاقؒ، ابن ہشامؒ، عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطیؒ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا شبلی نعمانی، قاضی سلیمان منصور پوری، علامہ حافظ ابن قیم، مسعودی، سید محمد الحسنی، مولانا اشرف علی تھانوی، اور قاضی نواب علی سب نے عام الفیل کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا سال قرار دیا ہے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے سورۂ فیل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اسی سال تولد ہوئے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ولدت عام الفیل۔ کہ میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔

عبدالرحمٰن چشتی متوفی ۱۰۹۴ھ نے لکھا ہے "اہلِ سیر کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ ولادت پاک سالِ فیل میں ہوئی"۔

چونکہ حدیث پاک کے مطابق ولادت عام الفیل میں ہوئی اس لیے یہی صحیح ہے جلیل القدر محدث و مفسر اور مؤرخ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے" و کان مولدہ علیہ الصلوۃ والسلام عام الفیل و ھذا ھو المشھود عن الجمھود و قال ابراھیم بن منذر الخوامی و ھو الذی لا یشک فیہ احد علمائنا انہ علیہ الصلوۃ والسلام ولد عام الفیل"

جمہور کے نزدیک یہی قول مشہور ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت عام الفیل میں ہوئی اور ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی عالم کو بھی شک و شبہ نہیں کہ نبی علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

ماہِ ولادت

سال کے بعد مہینے میں بھی اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک محرم، صفر، رجب یا رمضان میں ولادت ہوئی لیکن ان کی یہ بات بھی قطعاً خلاف واقعہ ہے قدیم اور جدید مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ربیع الاول میں ہوئی۔ ابن اسحاق، ابن ہشام، شارح بخاری امام قسطلانی، شیخ قطب الدین الحنفی، حماد الدین محمد بن جار اللہ، الحافظ ابو زرعہ العراقی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، محمد صدیق حسن بھوپالی، شیخ محمد رضا مصری، سید سلیمان ندوی، مولانا شبلی نعمانی، قاضی سلیمان منصور پوری، اور سید ابوالاعلیٰ مودودی بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ اس کی تائید میں ایک روایت حضرت سعید بن المسیبؓ سے مروی ہے جس میں آپ کی اس جہانِ رنگ و بو میں تشریف آوری کا مہینہ ربیع الاول قرار دیا گیا ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ ثم الجمھور علی ان ذلک کان فی شھر ربیع الاول یعنی جمہور کا یہی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

تاریخِ ولادت

سرتاجِ انبیا حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوۃ ربیع الاول کی کس تاریخ کو دنیا میں جلوہ نما ہوئے اس میں شدید اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین نے تاریخ ولادت نہیں لکھی بلکہ واقعہ فیل کے ۵۰ یا ۵۵ دن بعد ولادت باسعادت کے وقوع پذیر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر، امام سہیلی اور مسعودی کے مطابق واقعۂ فیل کے ۵۰ دن بعد، منہاج الدین عثمان کے مطابق دو مہینے، بعد الرحمٰن جلال الدین سیوطی کے مطابق ۵۰ راتیں بعد ومیاطی کے مطابق واقعۂ فیل کے پچپن دن ولادت ہوئی۔ تمام معتبر روایات کی رو سے ابرہہ کا لشکر محرم میں آیا تھا جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے مطابق محرم کی سترہ تاریخ تھی لیکن بعض روایات کے اصحاب فیل کا واقعہ نصف محرم میں پیش آیا تھا ۵۰ قبلہ پیر صاحب کی تحقیق سے اگر اتفاق کر لیا جائے تو سترہ محرم سے ۱۲ ربیع الاول تک ۵۵ دن بنتے ہیں اس لیے یہی درست ہے

علامہ قسطلانی نے ۲ ربیع الاول سے لیکر ۱۸ ربیع الاول تک کوئی گیارہ تاریخوں کا ذکر کیا ہے صحیح تاریخ ۸ ربیع الاول اور ۱۲ ربیع الاول کے درمیان بتائی ہے اگر مؤرخین اور محدثین کے تمام اقوال جمع کیے جائیں تو ۸، ۹ یا ۱۲ ربیع الاول کی بات سامنے آتی ہے علامہ حافظ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ نے لکھا ہے کہ جمہور کا قول یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کی تاریخ تھی ۵۲۔ علامہ راشد الخیری نے بھی آٹھویں ربیع الاول کو یومِ میلاد قرار دیا ہے ۵۳۔ ایک روایت یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ربیع الاول کو ہوئی۔ ۵۴ مگر کسی مؤرخ یا محدث نے اس روایت سے اتفاق نہیں کیا بیشتر مؤرخین نے ۹ یا ۱۲ ربیع الاول کا یومِ ولادت بتایا ہے قدیم مؤرخین سے اور حمیدیؒ کے مطابق ۹ ربیع الاول ہے ۵۵۔ مولانا عبدالرحمٰن شافعی نے بھی ۹ ربیع الاول لکھی ہے۔ ۵۶۔ محمد طلعت عرب نے "تاریخ دول العرب والاسلام" میں ۹ تاریخ کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۵۷۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے "تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔

علامہ شبلی کے بعض ہمعصر اور متاخرین بلا سوچے سمجھے محمود پاشا فلکی پر ایمان لے آئے ہیں اور تحقیق کے بجائے اندھی تقلید کی روش اختیار کر لی مثلاً قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے "رحمۃ للعالمین" میں ابو الکلام نے "رسول رحمت" میں چوہدری افضل حق نے "محبوب خدا" میں غلام احمد پرویز نے "معراج انسانیت" میں عبدالکریم ثمر نے رسول کائنات میں اور مولانا محمد اسلم جیرا جپوری نے بھی ۹ ربیع الاول ہی تاریخ ولادت لکھی ہے ان سب نے لکھا ہے کہ جدید تحقیق کے مطابق یہی تاریخ ہے اگر چہ مؤرخین اور اہلِ سیر کی کثیر تعداد کے علاوہ محدثین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ ذیل کے مؤرخین نے اپنی کتب میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یومِ ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہی قرار دیا ہے۔

۱۔ حضرت محمد بن اسحاق نے "سیرۃ ابن اسحٰق" میں لکھا ہے

"ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول عام الفیل کو جلوہ افروز ہوئے اما م فن مغازی محمد ابن اسحاق کا قدیم ترین سیرت نگاروں میں شمار ہوتا ہے پہلے یہ کتاب نا پید تھی اور اصل کتاب کہیں نہیں ملتی تھی تاہم اس کے اقتباسات سیرت کی کتب میں ملتے تھے مگر نقوش کے "رسول نمبر" نے یہ مسئلہ حل کر دیا تھا رسول نمبر جلد اول میں لکھا ہے "ابن اسحٰق کی تالیف، سیرۃ کے موضوع پر پہلی تحریر ہے جو ہمیں اقتباسات کی شکل میں نہیں بلکہ ایک مکمل اور خاصی ضخیم کتاب کی صورت میں ملی ہے"۔

حضرت ابن اسحٰق کا سیرت نگاری میں منفرد مقام ہے وہ امام زہری کے شاگرد اور تابعی تھے ان کا انتقال ۱۵۰ھ (یا شاید ۱۵۱ھ) میں ہوا۔ صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین ہی کا کرم ہے کہ ہمارے آقا مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کے مختلف گوشے پوری جزئیات و تفصیلات کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ سرکار کی سیرتِ پاک اور سرکار کے ارشادات کا بنیادی اور اہم ماخذ یہی نفوسِ قدسیہ ہیں۔ اس لیے جب ان کا کوئی قول سامنے آجائے، اس کی اہمیت میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لیے سیرۃ ابنِ اسحاق کی اہمیت مسلم ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی لکھا ہے کہ کوئی کتاب ان کی کتاب کے رتبے کو نہیں پہنچی۔ مگر افسوس ہے کہ اس کے باوجود انہوں نے ابنِ اسحاق کے بجائے انیسویں صدی کے ایک نجومی اور حساب دان کی بات کو زیادہ صحیح سمجھا اور ابنِ اسحاق کے بیان کردہ حقائق سے بلا جواز چشم پوشی کی۔

۲۔ حضرت ابو محمد عبد الملک بن محمد بن ہشامؒ متوفی ۲۱۳ھ نے "سیرت ابن ہشام" میں لکھا ہے "رسول خدا پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے جس سال کو اصحاب فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی"۔

"سیرت ابن ہشام" ایک مستند کتاب ہے، جس کی پانچ شرحیں، آٹھ تلخیصات اور چار منظومات لکھی جا چکی ہیں اس کے ترجمہ فارسی، اردو، انگریزی اور جرمن اور لاطینی زبان میں ہو چکے ہیں۔

۳۔ عظیم مؤرخ السلام علامہ ابنِ خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے "سیرۃ الانبیا" میں لکھا ہے کہ حضور اکرم کی ولادت دوشنبہ بارہ ربیع الاول ۵۷۱ء کو ہوئی۔

۴۔ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔

۵۔ طبرانیؒ نے بھی ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت لکھا ہے۔

۶۔ محقق ابنِ جوزی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول پر اجماع ہے۔

۷۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوت" میں لکھا ہے "بعض علماء نے اس قول پر دعویٰ کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور بعض کے نزدیک دو راتیں گزر چکی تھیں بعض کے نزدیک آٹھ راتیں گزر چکی تھیں اور بعض کے نزدیک دس راتیں بھی آئی ہیں اور پہلا قول اشہر اور اکثر ہے اور اہلِ مکہ کا جائے ولادت شریفہ کی زیارت اور مولود پڑھنے میں اگر اور جو کچھ آداب و ارضاع ہیں ادا کرنے میں اسی قول یعنی بارھویں رات اور پیر کے دن پر ہی عمل ہے۔

۸۔ طیبی نے لکھا ہے کہ حضور پاک رحمۃ للعالمین روز شنبہ دوازدہم ربیع الاول کو پیدا ہوئے

۹۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ متوفی ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۲) لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر کے دن طلوع صبح کے قریب ہوئی۔

حضرت علامہ نبہانیؒ جامعہ الازہر مصر کے فارغ التحصیل تھے ایک راسخ العقیدہ مسلمان اور عاشقِ رسول تھے حضرت امام رضا کے ہمعصر تھے ان کی ایک کتاب پر زوردار تقریظ بھی لکھی تھی۔

۱۰۔ علامہ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ لکھتے ہیں:

"بارھویں ربیع الاول کی اسی سال میں جس میں قصۂ اصحاب فیل واقع ہوا بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

علامہ عنایت احمد کاکوروی ایک جید عالم تھے انہوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا اور کالا پانی قید میں رہے تھے علم ہیئت و ہندسہ کے ماہر تھے۔ علم نجوم کے متعلق ایک کتاب موسوم بہ "مواقع النجوم" لکھی اور "ملحصائے الحساب" بھی تصنیف کی۔ علم ہندسہ اور نجوم کے زیرک عالم ہونے کے باوجود انہوں نے تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی لکھی ہے۔ اگر تقویمی حساب سے پیر کے دن اور ۱۲ ربیع الاول میں مطابقت نہ ہوتی اور اختلاف ہوتا یا انہیں قدماء کے موقف پر شک ہوتا تو علامہ کاکورویؒ ضرور بیان کرتے اور ۱۲ تاریخ سے اختلاف کرتے۔ مگر ایسا نہیں ہے علامہ صاحب ۷ شوال المکرم ۱۲۷۹ کو حالت احرام میں جدہ کے قریب ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں شہید ہوئے۔

۱۱۔ مولوی سید محمد الحسنی ایڈیٹر البعث اسلامی اپنی کتاب "نبی رحمت" میں ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو یومِ ولادت لکھتے ہیں ان کی کتاب کا اردو ترجمہ مولانا سید ابو الحسن ندوی نے کیا ہے۔

۱۲۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ اکثریت ۱۲ ربیع الاول پر متفق ہے اور یہی قول ابنِ اسحاق وغیرہ کا ہے۔

۱۳۔ سید سلیمان ندوی اپنے استاد علامہ شبلی نعمانی کے موقف سے قطع نظر اور اپنی کتاب "رحمت عالم" میں رقمطراز ہیں۔

"پیدائش ۱۲ تاریخ ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن حضرت عیسیٰ سے پانچ سو اکہتر ۵۷۱ برس بعد ہوئی۔"

سید سلیمان ندوی جو سوائے پہلی جلد کے "سیرت النبی" کی باقی جلدوں کے مصنف ہیں انہیں شبلی نعمانی سے سعادت تلمذ کے علاوہ بڑی عقیدت بھی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ انہیں محمود پاشا فلکی کی تحقیقات اور حسابات کی حیثیت کا علم تھا اور ان کے نزدیک تابعی مؤرخ ابنِ اسحاقؒ اور دوسرے قدما کی روایتوں سے انحراف درست نہ تھا، اسی لیے انہوں نے اپنا استاد کا موقف جانتے ہوئے ۱۲ ربیع الاول والی روایت پر صاد کیا۔

۱۴۔ شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ فواد قاہرہ اپنی عربی تالیف "محمد رسول اللہ" میں لکھتے ہیں۔

"بتاریخ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اگست ۵۷۱ء بروز دوشنبہ صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی"۔

۱۵۔ مولانا اشرف علی تھانوی شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں:

"سب کا اتفاق ہے دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے آٹھویں یا بارھویں ماہ پر سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا"۔

۱۶۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

> "ربیع الاول کی تاریخ کون سی تاریخ تھی، اس میں اختلاف ہے لیکن ابن شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے اس کی تصریح محمد بن اسحٰق نے کی ہے اور جمہور اہل علم میں یہی تاریخ مشہور ہے۔

علامہ مودودی کے علم اور تحقیق کے مطابق بھی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے کیونکہ جہاں صحابی کا قول آجائے وہاں تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

۱۷۔ مولانا عبد الماجد دریابادی جیسے مفسرِ قرآن کی نظر میں ۹ ربیع الاول یومِ ولادت نہیں بلکہ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۵۲ قبل ہجرت ہے۔

۱۸۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے والدِ مکرم مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۸۰ء نے "سرور القلوب بذکر المحبوب" میں ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔ اور حضرت رضا بریلوی بھی ۱۲ ربیع الاول کو یوم میلاد النبی منایا کرتے تھے۔

۱۹۔ مولانا احتشام الحق تھانوی نے لکھا ہے "مشہور روایت یہی ہے کہ ربیع الاول کے مہینے کی بارہ تاریخ دوشنبہ کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا جب آپ نے اپنے وجود عنصری و جسمانی وجود اقدس سے پوری کائنات کو رونق بخشی۔

۲۰۔ عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "نبی امی" میں لکھا ہے کہ حضور پاک کی ولادت عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی۔

۲۱۔ قاضی نواب علی نے لکھا ہے کہ صبح کا وقت، پیر کا دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور عام الفیل یعنی وہی سال جب ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا جو ۵۷۰ سن عیسوی تھا، حضور کی ولادت باسعادت ہوئی اور خدا کی رحمت زمین پر اتر آئی۔

۲۲۔ علامہ نور بخش توکلی نے "سیرتِ رسولِ عربی" میں ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن آپ کی ولادت کا دن قرار دیا ہے۔

۲۳۔ خواجہ محمد اسلام کی کتاب "محبوب خدا کے حسن و جمال کا منظر" میں ہے کہ پیر کا دن اور ربیع الاول کی ۹ یا ۱۲ تاریخ تھی۔

۲۴۔ ڈھاکہ کے پروفیسر کے علی نے اردو، بنگالی اور انگریزی میں "تاریخ اسلام" لکھی ہے ان کے نزدیک بھی یوم ولادت پیر کا دن ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ء ہے۔

۲۵۔ انیسویں صدی کے عظیم فرانسیسی محقق موسیو سیدیو نے "تاریخ عرب" میں لکھا ہے" ان (سیدہ آمنہ) کے بطن مطہر سے ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ء کو حضرت نبی پیدا ہوئے۔

۲۶۔ مولانا ابو الحسن کاکوروی نے "تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء" میں سرکارِ دو عالم کا یومِ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھتے ہیں۔

۲۷۔ ابو عمرو منہاج الدین عثمان نے "طبقات ناصری" میں لکھا ہے کہ آنحضرت کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔

۲۸۔ مولانا قاری احمد "تاریخ مسلمانانِ عالم" کی جلد دوم موسوم بہ "تاریخ مصطفیٰ" میں لکھتے ہیں" ۱۲ ربیع الاول کی صبح صادق کتنی حسین و سعید ساعت تھی جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خاتم النبیین کا خلعتِ فاخرہ زیب تن فرما کر عبد المطلب کے گھر میں جلوہ افروز ہوئے۔

۲۹۔ مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی نے ۸ یا ۱۲ ربیع الاول کو حضور پاک صاحب لولاک کی ولادت باسعادت کا دن قرار دیا ہے۔

۳۰۔ پروفیسر سید شجاعت علی قادری ایم اے پرنسپل دار العلوم نعیمیہ کراچی لکھتے ہیں "آپ اصحابِ فیل کے واقعے کے پچپن روز بعد ۱۲ ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت اس خاک دان عالم میں جلوہ فرما ہوئے۔

۳۱۔ عبد الرحمٰن شوق نے تاریخ اسلام لکھی ہے وہ پہلی جلد میں رقمطراز ہیں" عام الفیل کے مشہور سال ۵۷۱ء میں ۴ مئی کو یعنی ــــ ہجری کے باون سال قبل ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن ہادی اسلام حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ پسر عبد اللہ حضرت آمنہ کے بطن مقدس سے پیدا ہوئے۔

۳۲۔ شاہ مصباح الدین شکیل نے لکھا ہے کہ جمہور اور عام مؤرخین ۱۲ ربیع الاول ۱ھ عام الفیل کو یومِ ولادت تسلیم کرتے ہیں۔

۳۳۔ نواب سید محمد صدیق حسن خان رقمطراز ہیں" ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے روز دوشنبہ شبہ دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔ جمہور علما کا یہی قول ہے ابن الجوزی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔

۳۴۔ ابو الجلال ندوی نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم مکہ میں پیدشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۵۳ ق۔ ھ کی صبح کو پیدا ہوئے۔

۳۵۔ قاضی عبد اللہ دائم دائم لکھتے ہیں" یہ حقیقت ہے کہ متعدد تاریخی دلائل کے علاوہ تقویم کی رو سے بھی ۱۲ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔

۳۶۔ ساجد الرحمٰن جو کہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے منسلک ہیں اپنی تصنیف "سیرت رسول" میں ۱۲ ربیع الاول ہی کو صحیح تاریخ قرار دیتے ہیں۔

۳۷۔ احمد مصطفیٰ صدیقی نے "ہمارے پیغمبر" میں ۱۲ ربیع الاول کو یوم میلاد النبی لکھا ہے۔

۳۸۔ آغا اشرف نے حال ہی میں ایک کتاب "محمد سید لولاک" لکھی ہے وہ لکھتے ہیں" آپ بارہ ربیع الاول پیر کے روز بیس اپریل ۵۷۱ء کو صبح کے وقت جناب آمنہ کے یہاں مکہ میں پیدا ہوئے۔

۳۹۔ مفتی محمد شفیع نے "اوجز السیر" میں تقویمی حساب پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ۱۲ ربیع الاول کو درست قرار دیا ہے۔

۴۰۔ مولوی عبد اللہ خان سابق پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ اپنی کتاب "خطبات نبوی" میں رقمطراز ہیں:

"حضور خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۶۱۶۳ بعد از ہبوط سیدنا آدم علیہ السلام بمقام مکہ ظہور پذیر ہوئی۔

۴۱۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ، جسٹس وفاقی شرعی عدالت اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" میں رقم فرماتے ہیں" بارہ ربیع الاول کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افزائے بزم گیتی ہوئے۔

۴۲۔ محمد اسحاق بھٹی ایڈیٹر "المعارف" نے جنوری ۱۹۸۰ کے شمارے میں طبری اور ابن خلدون کے حوالے سے صحیح تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی لکھی ہے۔

مندرجہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، محدثین اور مؤرخین کا اس بات پر قریباً قریباً اتفاق ہے کہ ولادت کی صحیح تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہی ہے البتہ برصغیر پاک و ہند کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا بلکہ پیر کا دن ۹ ربیع الاول کو بنتا ہے لہٰذا ۹ تاریخ صحیح ہے لیکن دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ ان لوگوں کو فلکی پاشا کی کتاب کے نام کا بھی علم نہیں اور نہ کسی نے کسی اور کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ یہ حضرات اس کے اصل وطن سے بھی ناواقف ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا فلکی کو مصر کا باشندہ لکھا ہے جبکہ حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے قسطنطنیہ کو مشہور ہیئت دان اور منجم بتایا ہے قسطنطنیہ استنبول کا قدیم نام ہے جو ترکی کا مشہور شہر ہے محمود پاشا کے نام سے بھی ظاہر ہے کہ وہ ترکی کا رہنے والا تھا کیونکہ پاشا ترکی سرداروں کا لقب ہے اور سب سے بڑا فوجی ہے۔

راقم کو بڑی کوشش کے باوجود محمود پاشا فلکی کی کتاب یا رسالہ نہیں مل سکا البتہ معلوم ہوا ہے کہ پاشا فلکی کا اصل مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا۔ جس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد کی آفندی نے "نتائج الافہام" کے نام سے عربی میں کیا۔ اس کو مولوی سید سید محی الدین خان جج ہائی کورٹ حیدر آباد نے اردو کا جامہ پہنایا اور ۱۸۹۸ء میں نول کشور پریس نے شائع کیا۔ (یہ ترجمہ اب نہیں ملتا) محمود پاشا فلکی نے اگر علمِ فلکیات کی مدد سے کچھ تحقیقات کی بھی ہیں تو صحابہ، تابعین اور دیگر قدما کی روایات کو جھٹلانے کے لیے ان پر انحصار کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ تمام سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات بھی قطعی نہیں ہوتی۔ سائنسی علوم میں آج جس بات کو درست تسلیم کیا جاتا ہے کل کو وہ غلط ثابت ہو سکتی ہے ایک زمانے کے سائنسدان جس مسئلے پر متفق ہوتے ہیں مستقبل والے اس کی نفی کر دیتے ہیں محمود پاشا اور اس کے معتقدین نے تو یہ کہہ دیا کہ ۱۲

ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں تھا پاشا کی تحقیق کی بنیاد جس علم پر ہے اس کا حال یہ ہے اتنے ترقی یافتہ دور میں جبکہ انسان چاند تک پہنچ کر دوسرے سیاروں پر کمندیں ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے برطانیہ کے ماہرین فلکیات اس قابل نہیں ہوئے کہ شام کو نظر آنے والے چاند کی پیشن گوئی کر سکیں۔ یونیورسٹی آف لندن کے شعبہ طبیعیات و علوم فلکیات کی رصدگاہ اور رائل گرین وچ آبزرویٹری کے معلوماتی سنٹر کے مطابق نئے چاند کی پیشین گوئی کرنا ابھی تک ناممکن ہے پاکستان کے مشہور ماہر فلکیات ضیاء الدین لاہوری کی بھی یہی رائے ہے۔ جب مستقبل کے متعلق کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی تو ماضی کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں قمری دن کو ہفتے کا فلاں دن تھا۔ اس صورت میں کس طرح ممکن نہیں، جب ہمارے پاس تقویم کا تاریخی ریکارڈ موجود نہیں۔ سن ہجری کا استعمال حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں شروع ہوا۔ اور سب سے پہلی مرتبہ یوم الخمیس ۲۰ جمادی الاول ۱۷ ہجری (۱۲ جولائی ۶۳۸ء) کو سلطنت اسلام میں نفاذ ہوا۔ اس کے بعد کا تاریخی ریکارڈ بھی ملتا ہے لیکن اس سے پہلے کا نہ تاریخی ریکارڈ ملتا ہے اور نہ ہی اس سے قبل کے کسی دن کے متعلق کوئی بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ بعثت نبوی سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر نہیں تھا۔ اور وہ اپنے مرضی سے مہینوں میں ردوبدل کر لیا کرتے تھے اور بعض اوقات سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیتے تھے۔

صاحب فتح الباری نے عربوں کے بارے میں لکھا ہے "بعض محرم کا نام صفر رکھ کر اور اس مہینے میں جنگ کرنا جائز قرار دے لیتے۔ اس طرح صفر کا نام محرم رکھ کر اس میں جنگ کرنا حرام قرار دیتے۔ تفسیر الخازن کے مطابق سال کے ۱۳ یا ۱۴ مہینے بنا دیتے تھے جب عرب مہینوں کے نام اپنی مرضی سے بدل لیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اعلان نبوت تک یہی ہوتا رہا ہوگا تو کسی ماہر فلکیات اور ریاضی دان کا یہ دعویٰ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ فلاں قمری مہینے کی فلاں تاریخ کو یہ دن تھا۔ لہٰذا محمود پاشا فلکی کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل کو پیر کا دن نہیں تھا۔

شبلی نعمانی کی تقلید میں آج کل کئی آدمی یہ لکھنے لگے ہیں کہ جدید تحقیق کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت ۹ ربیع الاول ہے حالانکہ ابن اسحاق، ابن خلدون، ابن ہشام، طبری، ابن جوزی، طیبی، ابن حجر عسقلانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ سرکار ہر عالم اس دنیا میں ۱۲ ربیع الاول کو تشریف لائے تھے جب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ کے اقوال کا حوالہ بھی موجود ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے تو محمود پاشا فلکی اور علامہ شبلی نعمانی کی رائے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ حضور پاک کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے زیادہ کس کو علم ہو سکتا ہے وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباسؓ کے فرزند سعید تھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عباس کا قول سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے پھر ان کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ جیسے عظیم صحابی کا قول بھی یہی ہے تو بات یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ حضور پاک صاحب لولاک علیہ التحیۃ والثناء والتسلیم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اہتدیتم (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے راہ یاب ہو جاؤ گے) قرآن کریم نے صحابہ کرام کو رضائے الٰہی کی سند عطا کر دی۔ اور فرمایا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ یعنی اللہ ان صحابہ سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللہم فقہہ فی الدین و علم التاویل پھر، حضرت ابن اسحاقؒ جیسے جید عالم، سیرت نگار اور تابعی نے بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہی یوم ولادت لکھا ہے حضور رحمۃ للعالمین نے فرمایا "جہنم کی آگ ان مسلمانوں کو چھو بھی نہیں سکے گی جنہوں نے مجھے دیکھا یا جس نے ان کو دیکھا جنہوں نے مجھے دیکھا اس حدیث مبارکہ میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کو دوزخ سے براءت کا سرٹیفکیٹ دے دیا گیا جس کا مطلب ہے کہ وہ جنتی ہیں اور اہل جنت کو چھوڑ کر نجومیوں کی باتوں پر یقین کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

اس کے علاوہ قدیم دور سے ۱۲ ربیع الاول ہی کو رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن منایا جاتا رہا ہے۔ مصر، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، وغیرہ میں اب بھی اسی تاریخ کو حضور اکرم کا یوم ولادت منایا جاتا ہے اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ابن سعود کے دور حکومت سے قبل ۱۲ ربیع الاول ہی کو عید میلاد النبی بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی تھی "اخبار القبلہ" مکہ مکرمہ نے مارچ ۱۹۱۷ء، میں یوم ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ہونے والی تقریب کے بارے میں لکھا تھا۔

"۱۱ ربیع الاول بعد از نماز عشاء حرم محترم محفل میلاد بعد نماز عشاء حرم محترم میں محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔ ۲ بجے شب تک نعت، مولود اور ختم پڑھتے ہیں اور رات جائے مولد النبی پر مختلف جماعتیں جا کر نعت خوانی کرتی ہیں ۱۱ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپ سلامی کی قلعہ جہاد سے ترکی توپ خانہ سر کرتا ہے۔

اس سال عید میلاد النبی عقیدت واحترام سے منانے جانے کے بعد اخبار مذکورہ نے یہ رپورٹ دی "عید میلاد کی خوشی میں تمام کچہریاں، دفاتر اور مدارس بھی بارھویں ربیع الاول کو ایک دن کے لیے بند کر دیے گئے۔

اس سے ظاہر ہے کہ یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے، کیونکہ اہل مکہ کا اسی پر اتفاق تھا شیخ قطب الدین الحنفی نے بھی لکھا ہے یزار مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکانی فی اللیلۃ الثانیۃ عشر ربیع الاول فی کل عام

جمال الدین محمد بن جار اللہ بن ظہیرہ رقمطراز ہیں "۱۲ ربیع الاول کی رات کو یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں ان لوگوں میں تینوں مذاہب فقہ کے ائمہ، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوت" میں لکھا ہے کہ اہل مکہ بارھویں ربیع الاول ہی کو جائے ولادت شریفہ کی زیارت کرتے۔

پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے لکھا ہے کہ ہمارے ملک میں ۱۲ ربیع الاول کو اختیار کیا گیا جبکہ بعض دوسرے اسلامی ممالک میں ۹ ربیع الاول کو صحیح تاریخ سمجھا جاتا ہے حیرت کی بات ہے کہ پروفیسر صاحب کو اتنا علم بھی نہیں کہ اہل مکہ ہمیشہ ۱۲ ربیع الاول کو ہی یوم میلاد مناتے رہے ہیں اور دیگر ممالک میں بھی اسی دن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا دن منایا جاتا ہے اور بغیر کسی سند کے حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کچھ لوگ دین کے بارے میں طے شدہ حقائق کے خلاف کوئی نئی بات لا کر اور اس کے لیے کوئی جھوٹی سچی باتیں گھڑ کر تشکیک پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے لکھا ہے کہ عوام میں تو مشہور قول یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول تھی، اور بعض کمزور روایات اس کی پشت پر ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ مولانا کے نزدیک ابن عباسؓ، ابن اسحاقؒ، ابن ہشام ابن خلدون، طبری، ابن جوزی اور عبدالحق محدث دہلوی کی روایات کمزور ہیں اور محمود پاشا فلکی کی بات مضبوط ہے جس کی کتاب یا رسالے تک کا کسی کو علم نہیں اور اس کے وطن میں بھی اختلاف ہے۔ جنہیں یہ تک معلوم نہیں کہ فلکی پاشا کا اصل مقالہ کس زبان میں تھا وہ بھی اس پر ایمان لائے بیٹھے ہیں۔ یا للعجب!

چونکہ سیرت النبی کے قدیم ماخذ ۱۲ ربیع الاول کو ہی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عالم فانی میں قدم رنجہ فرمانے کا یوم قرار دیتے ہیں اس لیے راقم کے نزدیک محمود پاشا فلکی کی تحقیقات بالکل غلط اور ناقابلِ یقین ہیں اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یومِ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے۔

شمسی تقویم کے مطابق تاریخ ولادت

اسلامی کیلنڈر کے (قمری تقویم) کیطرح انگریزی کیلنڈر (شمسی تقویم) کے مطابق تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے علامہ ابن خلدون، قاضی نواب علی موسیو سیدیو، رونالڈ وکٹر کورنٹے باڈے، سرجان گلب نے سنِ پیدائش ۵۷۰ عیسوی لکھا ہے۔ جسٹس سید امیر علی ۲۹ اگست ۵۷۰ء لکھتے ہیں مصر کے ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اور شیخ محمد رضا کے مطابق ۲۰ اگست ۵۷۰ء کا دن تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ۱۷ جون ۵۶۹ء کو یوم میلاد النبی قرار دیا ہے جون اور اگست کے مہینے موسم گرما میں آتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت موسم بہار میں ہوئی تھی ابنِ اسحاق کی روایت ہے

وکان ذالک فی فصل الربیع

وہ (ماہِ ولادت۔ ربیع الاول) موسم بہار میں تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ جون اور اگست میں بہار نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ تاریخیں بالکل غلط ہیں آپ کی ولادت باسعادت موسم بہار میں ہوئی تھی کسی عربی شاعر کا شعر ہے

ربیع فی ربیع فی ربیع

و نور فوق نور فوق نور

سیرت نگاروں کی کثیر تعداد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ عیسوی لکھی ہے قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور مصباح الدین شکیل ۲۲ اپریل ۵۷۱ لکھتے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی، چوہدری افضل حق، مولانا قاری احمد، ساجد الرحمٰن نے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کا دن یومِ ولادت لکھا ہے ریاضی کے مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو پیر تھا۔ اس لیے یہی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے یاد رہے کہ انگریزی مہینے کی کسی بھی تاریخ سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کون سا دن تھا۔ کیونکہ ان مہینوں کے دنوں کی تعداد مقرر ہے لیکن قمری مہینوں میں ایسا ممکن نہیں۔ ڈاکٹر عبدالحی نے بھی ۲۲ اپریل کو درست تسلیم کیا ہے اس لیے انگریزی کیلنڈر کے مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ کو رحمت ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

حواشی:۔(۱) مسلم شریف بروایت حضرت قتادہ (۲) احمد بن حنبلؒ، بیہقی (۳) عبد الرحمٰن چشتی شیخ، حضرت محمد مصطفیٰ ص ۵۔ مترجم واحد بخش سیال (۴) مسلم شریف (۵) فتح الباری ۹:۱۴۵ (۶) ایضاً (۷) تاریخ ابن کثیر ۲:۲۶۱ بحوالہ قصص القرآن از حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ جلد سوم ص ۲۸۷ (۸) محمد حسین ہیکل ڈاکٹر۔ حیاۃ محمدؐ ص ۱۳۹ مترجم محمد وارث کامل (۹) السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱:۱۵۸، الروض الانف۔ ص ۱۰۷ (۱۰) سیرۃ ابن ہشام (اردو) ص ۸۹ (۱۱) عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی۔ الخصائص الکبریٰ ص ۸۸ (۱۲) یوسف بن اسماعیل نبہانی، امام۔ انوار المحمدیہ ص ۴۲۔ مترجم پروفیسر غلام ربانی ایم اے (۱۳) عنایت احمد کاکوروی علامہ مفتی۔ تواریخ حبیب اللہ صفحہ ۱۳۔ یہ کتاب "سیرت رسول اعظم" کے نام سے مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ نے شائع کی ہے۔ (۱۴) شبلی نعمانی، مولانا۔ سیرۃ النبی ۱:۱۷۶ (۱۵) سلیمان منصور پوری، قاضی رحمۃ للعالمین: ۴۰ (۱۶) ابنِ قیم۔ علامہ حافظ زاد المعاد، حصہ اول ص ۶۸۔ مترجم رئیس احمد جعفری (۱۷) منہاج الدین عثمان۔ طبقات ناصری ص ۶۸۔ مترجم غلام رسول مہر (۱۸) محمد الحسنی سید۔ نبی رحمت۔ حصہ اول ص ۱۰۲ مترجم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی (۱۹) اشرف علی تھانوی، مولانا حبیب خدا۔ ص ۲۹ (۲۰) نواب علی قاضی۔ رسول اکرمؐ ص ۲۱ (۲۱) تفسیر ابن کثیر جلد پنجم ص ۱۰۴ اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی (۲۲) محمد کرم شاہ، پیر ضیاء القرآن ۵: ۶۶۵ (۲۳) عبد الرحمٰن چشتی شیخ۔ حضرت محمد مصطفیٰ ص ۵۔ مترجم کیپٹن واحد بخش سیال (۲۴) حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ قصص القرآن جلد چہارم ص ۲۸۶، ۲۸۷ (۲۵) محمد حسین ہیکل۔ حیات محمدؐ ص ۱۳۹، مترجم محمد وارث کامل (۲۶) الروض الانف ص ۱۰۷ (۲۷) سیرۃ ابن ہشام ص ۸۹ (۲۸) ماہنامہ "پیام عمل" لاہور مارچ ۱۹۸۱ء ص ۲۴۔

(۲۹) الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام ص ۱۹۶۔ بحوالہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ ص ۹۳ (۳۰) بحوالہ القول الفصل ص ۱۴۵ (۳۱) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ء (۳۲) مدارج النبوت ص ۲۴۔ جلد دوم مترجم محمد اشرف نقشبندی (۳۳) الانوار المحمدیہ ص ۴۲

(۳۴) الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۷ (۳۵) محمد رضا شیخ۔ محمد رسول اللہ ص۔ ۲۰ مترجم مولوی محمد عادل قدسی (۳۶) سلیمان ندوی سید رحمت عالم ص ۱۱۳ اس کتاب کا ترجمہ عبدالرؤف لوتھر نے انگریزی زبان میں کیا ہے۔ (۳۷) سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۷۶ (۳۸) سلیمان منصور پوری قاضی۔ رحمۃ للعالمین، جلد اول ص ۴۰ (۳۹) مودودی۔ سیرت سرور عالم جلد ۲۔ ص ۹۳، ۹۴ (۴۰) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ء ص ۳۳ (۴۱) تاریخ ابن کثیر جلد دوم ص ۲۶۱ بحوالہ قصص القرآن جلد سوم از حفظ الرحمٰن ص ۶۸۷ (۴۲) فتح الباری جلد ۱۶ تاریخ ابن کثیر جلد دوم ص ۲۶۰ بحوالہ قصص القرآن (۴۳) اشرف علی تھانوی، مولانا حبیب خدا ص ۲۹ (۴۴) طبقات ناصری ص ۱۱۵ حاشیہ (۴۵) ایضاً (۴۶) الخصائص الکبریٰ ص ۸۸ مترجم (۴۷) اشرف علی تھانوی حبیب خدا ص ۲۹ (۴۸) تفہیم القرآن جلد ششم ص ۴۶۹ (۴۹) ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۶۶۵ (۵۰) الخصائص الکبریٰ ص ۸۸، نزہۃ مجالس از عبد الرحمٰن شافعی جلد دوم (۵۱) ماہنامہ "پیام عمل" لاہور مارچ ۱۹۸۱ ص ۲۴ (۵۲) ابن قیم، حافظ زاد المعاد ۱:۶۸۔ مترجم رئیس احمد جعفری (۵۳) راشد الخیری علامہ آمنہ کالال ص ۱۷ (۵۴) عبد الرحمٰن چشتی حضرت محمد مصطفیٰ ص ۵۔ مترجم واحد بخش سیال (۵۵) ماہنامہ "جام عرفان" اکتوبر ۱۹۸۴ ص ۱۰ (۵۶) عبد الرحمٰن شافعی۔ نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۱۹۶ (۵۷) رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۴۰ (۵۸) شبلی نعمانی "سیرۃ النبی" جلد اول ص۔ ۱۷۶ (۵۹) رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۴۰ (۶۰) ماہنامہ "جام عرفان" اکتوبر ۱۹۸۴ ص ۱۱ (۶۱) افضل حق چودھری۔ محبوب خدا۔ ص ۲۰ (۶۲) پرویز معراج انسانیت ص ۷۸ (۶۳) عبد الیم شرر رسول کائنات ص ۲۷ (۶۴) قاری احمد مولانا تاریخ مسلمانانِ عالم جلد دوم ص ۲۷ (۶۵) السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱:۱۵۸ (۶۶) "نقوش" رسول نمبر جلد اول ص ۵۷ (۶۷) ایضاً ص ۱۲۷ (۶۸) ایضاً ص ۳۱۱ (۶۹) سیرۃ النبی جلد اول ص ۶ (۷۰) سیرۃ ابن ہشام ص ۸۹ (۷۱) "نقوش" رسول نمبر ہیں ص ۱۳/۴۸۶ (۷۲) ابنِ خلدون، علامہ سیرۃ الانبیاء مترجم مفتی انتظام اللہ شہابی (۷۳) قاری احمد مولانا تاریخ مسلمانانِ عالم، جلد دوم ص ۲۷ (۷۴) "نقوش" رسول نمبر جلد اول ص ۱۷ (۷۵) ابن جوزی، علامہ میلادِ رسول ص ۲۷۔ مترجم پروفیسر شریف احمد ڈاکٹر (۷۶) مدارج النبوت، ص ۲۴ مترجم محمد اشرف نقشبندی (۷۷) محمد صدیق حسن، سید، نواب الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البدیہ ص ۷ (۷۸) الانوار المحمدیہ، ص ۴۲۔ مترجم پروفیسر غلام ربانی (۷۹) "نقوش" رسول نمبر جلد اول ص ۶۹۱ (۸۰) ایضاً ص ۶۹۷ (۸۱) تواریخ حبیب اللہ ص ۱۳ (۸۲) محمود احمد قادری" تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۱۲۲ مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ بھوانی پور بہار انڈیا (۸۳)

تواریخ حبیبؐ اللہ کے آغاز میں تعارفی مقالہ جس میں علامہ کاکوروی کے حالات زندگی اور تصانیف کو وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے (۸۴) تذکرہ علماء اہل سنت ص ۱۲۲ (۸۵) محمد الحسنی سید "نبی رحمت" حصہ اول۔؟ص ۱۰۲ مترجم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۸۶) محمد حسین ہیکل ۔ حیات محمد ۱۳۹ مترجم محمد وارث کامل (۸۷) سلمان ندوی سید رحمت عالم ص ۱۳ (۸۸) محمد رضا شیخ محمد رسول اللہ ص ۴۰ (۸۹) اشرف علی تھانوی ۔ حبیب خدا ص ۲۹) (۹۰) ابوعلی مودودی، علامہ سیرت وسرور عالم جلد دوم ص ۹۳، ۹۴ (۹۱) خاتون پاکستان رسول نمبر ۱۳۸۳ھ ص ۳۶ (۹۲) نقی علی خان بریلوی، مولانا "سرور القلوب بذکر المحبوب" ص ۱۱، ۱۲ (۹۳) ماہنامہ محفل لاہور۔ مارچ ۱۹۸۱ء ص ۶۵ (۹۴) عمر ابوالنصر "نبی امی" ص ۵۶، مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی (۹۵) نواب علی قاضی ۔ رسول اکرم ص ۲۱، ۲۲ (۹۶) نور بخش توکلی، علامہ ۔ سیرت رسول عربی ص ۴۳ (۹۷) محمد اسلام ۔ خواجہ محبوب کے حسن و جمال کا منظر ص ۵۱) (۹۸) کے علی "تاریخ اسلام" ص ۲۸ (۹۹) موسیو سید یو ۔ تاریخ عرب ۔؟ص ۹۸ مترجم مولوی عبد الغفور (۱۰۰) تفریح الاذکیا فی احوال والانبیا جلد دوم ص ۱۰ (۱۰۱) منہاج الدین عثمان طبقات ناصری ص ۱۱۵ مترجم غلام رسول مہر (۱۰۲) قاری احمد مولانا تاریخ مسلمانان عالم جلد دوم ص ۲۷ (۱۰۳) عبد الشکور فاروقی لکھنوی ۔ ذکر حبیب ص ۲۷ (۱۰۴) ماہنامہ انیس اہل سنت ۔ فیصل آباد ۔ عید میلاد النبی نمبر ربیع الاول ۱۴۰۱ھ ص ۲۸ (۱۰۵) عبد الرحمن شوق ۔ تاریخ اسلام ۔ جلد اول، ص ۴۴ (۱۰۶) مصباح الدین شکیل شاہ سیرت احمد مجتبیٰ ص ۶۲ (۱۰۷) الشامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ ص ۔ ۷ (۱۰۸) "ماہ نو" سیرت پاک کے مضامین کا انتخاب ۔ ص ۱۵ مطبوعہ ۱۹۶۶ (۱۰۹) ماہنامہ جامہ عرفان ۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء ص ۱۰، ۱۱ (۱۱۰) ساجد الرحمن ۔ سیرت رسول، ص ۱ (۱۱۱) احمد مصطفیٰ صدیقی ہمارے پیغمبر ۲۱۹ (۱۱۲) اشرف آغا ۔ محمد سید لولاک ص ۱۱۸ (۱۱۳) ماہنامہ جامہ عرفان اکتوبر ۱۹۸۴ء ص ۱۱ (۱۱۴) محمد عبد اللہ خان مولوی ۔ خطبات نبوی مطبوعہ ۱۹۲۴ میں (۱۱۵) ضیاء القرآن جلد پنجم ۔ ص ۶۶۵ (۱۱۶) المعارف ۔ جنوری ۱۹۸۰ ۔ ص ۲ (۱۱۷) رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۴۰ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۷۶ (۱۱۸) حفظ الرحمن سیوہاروی ۔ قصص القرآن جلد چہارم ص ۲۸۸ (۱۱۹) قاسم محمود سید اسلامی انسائیکلو پیڈیا ۔ ص ۴۴۳ (۱۲۰) نقوش رسول نمبر جلد دوم، ص ۱۳۱ (۱۲۱) ضیاء الدین لاہوری ۔ رویت ہلال ص ۱۹ لندن یونیورسٹی کی رصد گاہ کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کا خط موجود ہے (۱۲۲) ایضاً ص ۲۲ رائل گرین وچ ابروزویٹری کے خط کا عکس موجود ہے (۱۲۳) ماہنامہ "المعارف" اگست ۱۹۸۴ ص ۴۱ (۱۲۴) ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ دسمبر ۱۹۸۰ ص ۲۳ (۱۲۵) ماہنامہ اظہار کراچی، جولائی ۱۹۸۳ء ص ۸ (۱۲۶) الفتح الباری شرح بخاری ابن حجر بحوالہ ماہنامہ "اظہار" کراچی ۔ جولائی ۱۹۸۳ء ص ۸ (۱۲۷) تفسیر الخازن جلد اول، تفسیر بغوی بحوالہ "اظہار" ص ۸ (۱۲۸) قومی ڈائجسٹ صحابہ کرام نمبر ص ۵۸ (۱۲۹) سورہ بینہ آیت ۸ (۱۳۰) منظور احمد شاہ ۔ علم القرآن ۔ ص ۲۶۳ (۱۳۱) ترمذی شریف (۱۳۲) ماخوذ از اجناء القبلہ مکہ مکرمہ بحوالہ ماہنامہ "طریقت" لاہور جنوری ۱۹۱۷ء ص ۲۳ (۱۳۳) ماہنامہ طریقت لاہور ۔ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۲۳ (۱۳۴) الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام ص ۱۹۶ بحوالہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ء (۱۳۵) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر نومبر ۱۹۸۷ء ص ۹۵ (۱۳۶) مدارج النبوت ۔ ص ۲۴ (۱۳۷) ماہنامہ "پیام عمل" لاہور مارچ ۱۹۸۱ء ص ۲۴ (۱۳۸) حفظ الرحمن سیوہاروی قصص القرآن، جلد سوم ص ۲۸۶ (۱۳۹) ابن خلدون علامہ سیرۃ الانبیاء (۱۴۰) نواب علی قاضی رسول اکرم ص ۲۱ (۱۴۱) موسیو سید یو تاریخ عرب ۔ ص ۹۸ (۱۴۲) کورنٹے باڈلے "محمد رسول اللہ" ص ۴۷، مترجم سید محمد امین زیدی (۱۴۳) سرجان گلب ۔ عربوں کی عظیم فتوحات، بحوالہ محمد رسول اللہ ص ۴۷ (۱۴۴) امیر علی، سید جسٹس، ہسٹری آف دی سیرسین ص ۷ (۱۴۵) محمد حسین ہیکل، ڈاکٹر حیات محمد ص ۱۳۹)
(۱۴۶) محمد رضا شیخ ۔ محمد رسول اللہ ص ۲۰ (۱۴۷) مصباح الدین شکیل ۔ سید احمد مجتبیٰ ص ۶۲ (۱۴۸) ماہنامہ منہاج القرآن "لاہور نومبر ۱۹۸۷ء ص ۳۳ (۱۴۹) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ ص ۳۳ (۱۵۰) سلیمان منصور پوری رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۴۰ (۱۵۱) مصباح الدین شکیل سیرت احمد مجتبیٰ ۔ ص ۶۲ (۱۵۲) شبلی نعمانی سیرت النبی جلد اول ص ۱۷۶ (۱۵۳) افضل حق چودھری ۔ محبوب خدا ۔ ص ۲۰ (۱۵۴) قاری احمد ۔ تاریخ مسلمانان عالم، جلد دوم، ص ۲۷ (۱۵۵) ساجد الرحمن سیرت رسول ص ۶ (۱۵۶) نقوش ۔ رسول نمبر ۔ جلد اول ص ۱۰۷ (۱۵۷) قاری احمد، مولانا تاریخ مسلمانان عالم جلد دوم ۔ ص ۲۷ ۔

ادارتی نوٹ: ۹/۱۲ ربیع الاول کے حوالے سے مولانا سید محمد سلطان شاہ صاحب کا مقالہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اس سلسلے میں مولانا مفتی محمد شفیع کی "سیرت خاتم الانبیاء" بھی خاصی اہم ہے یہ کتاب آج سے کوئی پچاس برس پہلے لکھی گئی تھی اس کے متعلق مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا "میں مؤلف ہذا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کے دس جلدوں کا ویلو میرے نام کر دیں تا کہ میں اپنے خاندان کے بچوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لیے دوں"۔

مولانا عزیز الرحمن عثمانی مفتی دار العلوم دیو بند کی رائے یہ ہے "مؤلف نے نہایت فصاحت و بلاغت اور ایجاز محمودہ سادگی و بے تکلفی کے ساتھ صحیح حالات و وقائع کو جمع کر دیا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی نے لکھا" میں آپ کے رسالہ (سیرت خاتم الانبیاء) کے پہلے ہی ایڈیشن کو حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں اور نہایت موزوں پا کر نصاب میں داخل کر چکا ہوں" مولانا انور شاہ کاشمیری اور مولانا اصغر حسین محدث دار العلوم دیو بند کی تقاریظ بھی اسی نوعیت کی ہیں۔

"سیرت خاتم الانبیاء" میں ہے "الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا اس کے ماہ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ روز دو شنبہ دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد، لیل ونہار کے انقلاب کی اصلی غرض آدم واولاد آدم کا فخر، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، ابراہیم کی دعا اور موسیٰ وعیسیٰ کی پیشگوئیوں کا مصدق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز عالم ہوتے ہیں حاشیے میں مفتی صاحب لکھتے ہیں" اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دو شنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں دوسری، آٹھویں، دسویں، بارھویں، حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کا اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے مگر مشہور قول بارھویں تاریخ کا ہے یہاں تک کہ ابن الجزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جونویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے، یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے۔ (سیرت خاتم الانبیاء ۔ ناشر بیگم عائشہ باوانی وقف کراچی ۱۴۰۲ھ ۔ ص ۱۸)

☆☆☆☆☆☆

فرش پہ اترا عرش کا دولہا

محمد حسین آسی

دنیا تھی اک گورکھ دھندا زیست تھی یا حرف معما
کملایا تھا پھول خرد کا مرجھا یا تھا ہوش کا چہرہ
موج وتلاطم، دور کنارا ڈوب چکی تھی فکر کی نیا
حسن تخیل، ذوق تمنا دونوں تھے دنیا سے عنقا
جہل کا رعب تھا ہر سو چھایا علم بچارا سہما سہما
بستی بستی، قریہ قریہ پھیلا تھا ہر سمت اندھیرا
جور کا غلبہ ، ظلم کا چرچا عدل نہیں تھا، رحم نہیں تھا
انسان خود ذلت پہ شیدا ذہن مقفل، وہم سراپا
جب یہ تھا سب جگ کا نقشہ بن کے خدا کا مظہر یکتا

فرش پہ اترا عرش کا دولہا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

یعنی وہ مقصود زمانہ سب سے بڑا محبوب ﷺ خدا کا
نیر فاراں، والی بطحا مولا کا بندہ، بندوں کا مولا
رب کا نائب، جگ کا داتا حسن مجسم، نور سراپا
معنی یٰسین، مقصد طٰہٰ ہادی عالم، رہبر دنیا
مالک جنت، خازن نعما محسن اعظم، بحر عطایا
سیرت رخشاں، صورت زیبا ظاہر اکمل، باطن یکتا
جس کی صورت سے حق ابھرا جس کی سیرت سے حق چمکا
جس کے جلوے سے حق پھیلا فطرت بولی، ہاتف چیخا
حق آیا اور باطل بھاگا ان الباطل کان زھوقا

فرش پہ اترا عرش کا دولہا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

مرکزِ گیتی، مظہر رحماں — اصل دو عالم ، رحمت دوراں
ناشر وحدت، حاصل ایماں — پایہ ایقاں، مایہ عرفاں
ختم نبوت، شاہ رسولاں — حاکم دنیا ، خواجہ گیہاں
فرش زمین پر دہر کا سلطان — قصر دنا میں رب کا مہماں
منبع رحمت، مطلع احسان — محور ہستی، مہبط قرآں
جس کی تجلی روح گلستاں — جس کا تبسم جاں بہاراں
نام مقدس، کیف کا ساماں — ذکر معلی روح کا درماں
جس کی اطاعت، طاعت قرآن — جس کی محبت چشمہ حیواں
ہاں، وہ نقیب عظمت انساں — ہاں، وہ حبیبﷺ خالقِ یکتا

فرش پہ اترا عرش کا دولہا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

سب سے اول، سب سے آخر — سب میں باطن، سب پر ظاہر
شاہد یعنی حاضر و ناظر — پیکر قدرت، نائب قادر
جان مناظر، روح مظاہر — نظم عوالم، اصل مصادر
سر معانی، نور ظواہر — نقطہ مرکز، وجہ دوائر
حسن نظر میں کیف نظائر — لمعہ باطن، جلوۂ باہر
قائم ، صائم، دائم، ذاکر — عابد، ساجد، قانت، شاکر
سب کا مبشر، سب کا منذر — شافع، شافی، حامی، ناصر
سب کا ہادی، محسن، منذر — شارع، شارح، ناہی، آمر
دافع، نافع، باذل، باقر — کعبے کا بھی قبلہ و کعبہ

فرش پہ اترا عرش کا دولہا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

سب کے بوجھ اٹھانے والا — سب کے درد مٹانے والا
سب کو راہ دکھانے والا — سب کو رہ پہ لانے والا
جس کی عظمت کے ہیں چاکر — شوکت دارا، فر سکندر
جس کی رحمت کے ہیں مظہر — شفقتِ والد، لیت مادر
جس کی کرنوں سے ضو لے کر — روح مجلی قلب منور
آتی گاؤ اس کا کھا کر — جو ہے سب کا ملجا و ماوی

فرش پہ اترا عرش کا دولہا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

غیر مسلم مورخین کا ہدیہ عقیدت

تحریر عبدالرحمٰن نیاز

ربیع الاول کی بارہ تاریخ انسانیت کی نجات اور معراج کمال کی حیثیت کی حامل ہے اور یہی وہ مقدس، متبرک اور سعادتمند روز ہے جب رحمت ایزدی تلاطم خیز ہوتی، حضرت آدم کی تمنائیں، حضرت نوح کی التجائیں، حضرت ابراہیم کی دعائیں، حضرت عیسےٰ کی نوائیں رنگ لائیں اور عالم گیتی کے ظلمت کدے میں آفتاب رشد وہدایت اپنی تمام تر ضوفشانیوں، ضیاپاشیوں، نور سامانیوں اور تابناکیوں کے ساتھ جلوہ فگن ہوا۔ اس نہایت ہی گرانقدر۔ درخشندہ اور تابناک موقع پر جبکہ بنی نوع انسان کی رفعتوں کے نئے اور سب سے اعلیٰ باب کا عنوان رقم کیا گیا میں اپنے آقائے نامدار سرور کائنات فخر موجودات کی عظمت ورفعت کے ضمن میں چند غیر مسلم مورخین کے افکار وآرا پیش کردوں جس کے تحت ہمارے سر فخر سے بلند ہو جاتے ہیں کہ ہمارے آقا نہ صرف ہمارے ہی لئے پیغام رحمت اور سراپا عظمت ہیں بلکہ وہ ساری دنیا و جہاں کیلئے سرچشمہ فیوض و برکات ہیں۔

برطانیہ کا عظیم ومعروف مورخ کارلایل اپنی مشہور زمانہ تصنیف Heroes and Hero war ship میں لکھتا ہے۔ دنیا میں آئے دن انقلاب آتے رہتے ہیں اور ان انقلابات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ صداقت اور سچائی نے ہمیشہ باطل پر فتح پائی ہے اور غلبہ حاصل کیا ہے۔ ان انقلابات میں سب سے عظیم ترین انقلاب جو دنیا کی تاریخ میں ظہور پذیر ہوا وہ بانی اسلام جناب محمد مصطفےٰ کا ظہور تھا اور اسلام کی وہ تعلیمات تھیں جنہوں نے بہت مختصر سے عرصہ میں عرب کے طول وعرض میں خدائے واحد کی عظمت کے پرچم کو بلند کردیا تھا آج کے اس دور میں جبکہ تعلیم اور علم وحکمت نے دنیا کو روشن کردیا ہے اور سائنس کا دور ہے بانی اسلام کی عظمت ان کے افکار اور فضائل کا انکار کرنا اور حق وصداقت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگانا ہے۔ ہمیں اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کرلینا چاہیئے کہ عرب کے اس عظیم ترین اور انتہائی برگزیدہ پیغمبر نے دنیا کو ہر قسم کی برائیوں سے بچا کر موجودہ ترقی یافتہ دور کو پیدا کیا ہے۔ اسلام آج بھی ایک موثر قوت ہے اور اس قوت میں آج بھی وہ روح دوڑ رہی ہے جو بانی اسلام نے پہلے روز اسکے جسم میں پھونک دی تھی۔ ہمارے خیال میں پیغمبر السلام کا وجود جن کا مرتبہ انسانی عظمت کی بلندیوں سے کہیں زیادہ بلند تر ہے دنیا کی عظیم ترین بلکہ باعظمت ہستیوں میں فضائل اور صفات کے اعتبار بے مثال ہی نہیں بلکہ یہ کہہ دینا زیادہ حقیقت پسندانہ ہے کہ وہ اپنی مثال آپ ہیں نہ ان سے پہلے دنیا میں ایسا کوئی آیا اور نہ ان کے بعد دنیا ان کا جواب پیدا کر سکے گی'

امریکہ کا نامور مورخ پرنجل کینڈی اپنی معروف کتاب Arabian Sociaty میں رقمطراز ہے۔ ''ان حالات میں جبکہ یونان، روم اور بحیرہ روم کے گرد وپیش کی صد ہا ریاستوں کے قدیم مذہب سب اپنی توانائی کھو چکے تھے۔ مشرقی مذاہب اور توہمات (مصری، شامی اور ایرانی) یہ مسالک ومشارب بھی کئی حیثیتوں سے نفرت انگیز پستیوں میں گر چکے تھے اور مذہب عیسائیت روحانیت سے خالی رسومات کا مجموعہ اور مادیت کا پیکر بن کر رہ گیا تھا۔ باقی رہی یہودیت، سو چھٹی صدی عیسوی میں اگر کہیں ''مجموعہ رسومات'' کی تلاش ہوتی تو وہ اسے اس مذہب میں پالیتا دنیائے مذاہب کو چھوڑ کر اگر تہذیب و تمدن کے گوشوں کیطرف آیئے تو اس زمانہ میں آرٹ پر مردگی چھائی تھی کیا ان حالات میں کوئی ایسا جذباتی کلچر کہیں سے پیدا کیا جا سکتا تھا جو نوع انسانی کو ایک مرتبہ پھر ایک نقطہ پر جمع کردیتا اور اس طرح تہذیب کو مٹنے سے بچالیتا؟ اس کلچر کو بالکل نئے انداز کا ہونا چاہیئے تھا۔ یہ اس لئے کہ پرانی رسومات اور آئین وضوابط سب فنا ہو چکے تھے اور اس نئے آئین کا مرتب کرنا صدیوں کا کام تھا۔ یہ امر موجب حیرت واستعجاب ہے کہ اس قسم کا نیا اور گرانقدر کلچر سرزمین عرب سے پیدا ہوا اور اس وقت پیدا ہوا جبکہ اس کی اشد ترین ضرورت تھی ذور سے اپنی تصنیف Cinliaztion میں تحریر کرتا ہے، بانی اسلام کا ظہور ایک انتہائی ''غیر معمولی واقعہ ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دنیائے تہذیب اس ذات کی شرمندہ احسان ہے جس نے انسان کو ایک نئی تہذیب سے روشناس فرمایا۔ اگر یہ ہستی نہ ہوتی تو دور حاضر کی ارتقاپذیر تہذیب کا کہیں نام ونشان نہ ہوتا۔''

جرمن کا معروف مورخ گبن اپنی کتاب Decline and fall میں لکھتا ہے ہماری نگاہ اس ناقابل فراموش انقلاب پر مرکوز ہے کہ جس نے اقوام عالم کے قلب پر نرالا اور دائمی نقش ثبت کردیا یہ نقش مسلمانوں کے پیغمبر اعظم نے ثبت کیا ہے۔''

ولیم میور اپنی تصنیف The great life میں سپرد قلم کرتا ہے ہمیں بلا تامل اس حقیقت کا اعتراف کرلینا چاہیئے کہ تعلیم نبوی نے ان تمام تر تاریک توہمات کو ہمیشہ کیلئے جزیرہ نمائے عرب سے باہر نکال دیا جو صدیوں سے ملک پر چھا رہے تھے۔ بت پرستی خارج البلد ہوگئی۔ توحید اور خدا کی لامحدود رحمت کا تصور بانی اسلام کے متبعین کے دلوں کی گہرائیوں اور زندگی کے اعماق میں جاگزیں ہوگیا۔ معاشرتی اصلاحات کی بھی کمی نہ رہی۔ ایمان کے دائرہ میں برادرانہ محبت یتیموں کی پرورش غلاموں سے احسان، حرمت خمر سب جو ہر نمودار ہوگئے۔ امتناع شراب میں جو کامرانی اسلام نے حاصل کی کسی اور مذہب کو نصیب نہ ہوسکی،،

محض مذہبی ریفارمر ہی نہیں۔ ایک عدیم النظیر طرز حکومت کے طرح انداز بھی۔

سپیلڈنگ اپنی کتاب Civilizatin in east and west میں تحریر کرتا ہے'' پیغمبر اسلام ایک مذہب کے بانی نہ تھے ایک سلطنت کے بھی تھے۔ لیکن ایک ایسی سلطنت کے جو شروع ہی سے دینی سلطنت تھی یعنی جس میں دنیا اور آخرت دونوں کا امتزاج تھا۔ اسلام کے پیش نظر یہ تھا کہ تمام انسانوں کے امتیازات مٹا کر انہیں ایک جماعت بنا دیا جائے جس کا مسلک قانون خداوندی اور اس کے رسول کی اطاعت ہو اور اس طرح حق کو ساری دنیا پر پھیلا دیا جائے۔ بانی اسلام دنیا میں خدا کی مرضی کی تنقید واشاعت کیلئے سب سے بڑے انگیزیکٹو آفیسر تھے۔ انہوں نے اپنے پیش رو انبیا کی طرح محسوس کر لیا تھا کہ تمام نوع ایک دن ملت واحدہ بن کر رہے گی۔ ایک خدا کے ماتحت ایک حکومت،،

ریمنڈ لیراج کے الفاظ میں ''نبی عربی اس معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی ہیں جس کا سراغ اس سے قبل تاریخ میں نہیں ملتا۔ انہوں نے ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جسے تمام کرۂ ارض پر پھیلنا تھا اور جس میں سوائے عدل اور احسان کے اور کسی قانون کو رائج نہیں ہونا تھا۔ ان کی تعلیم تمام انسانوں کی مساوات باہمی تعاون اور عالمگیر اخوت تھی۔،، (Life de Mohammad)

انسانی مساوات کی ایسی دنیا جس کی نظیر کہیں اور نہیں مل سکتی۔ ڈاکٹر ماڈی ریڈن اپنی تصنیف The problem of palestine میں رقمطراز ہے،، بانی اسلام کے مذہب نے اس حقیقی اور اولین جمہوریت کا اعلان کیا جو کسی انسان کے ذہن میں نہ آسکی تھی۔ اس کا خدا اتنی بلند و بالا کبریائی کا مالک تھا کہ اس کی نگاہ میں دنیا کے تمام انتظامات ہیچ اور رنگ ونسل کی تمام گہری خلیجیں ناپید تھیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ دوسروں کی مانند معاشرتی طبقات مسلمانوں میں موجود ہیں لیکن بنیادی طور پر تمام مسلمان برابر ہیں اور یہ بنیادی مساوات کی طرح محض افسانہ نہیں بلکہ ایک مسلمہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کی ہی خصوصیت ہے کہ وہ اسود احمر کے ظاہری امتیاز کے باوجود ہر جگہ بطور بھائی بھائی کے تسلیم کئے جاتے ہیں اور اس جذبہ اخوت کی بنیاد رنگ و نسل نہیں بلکہ ان کا عقیدہ ہوتی ہے۔،،

باسورتھ سمتھ کے الفاظ میں ''ایک ایسی خوش بختی کی بناء پر جو تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ پیغمبر اسلام تین عناصر کے بانی ہیں۔ ایک قوم ایک سلطنت اور ایک مذہب۔ ان تینوں کے بانی نے دنیا کو ایک ایسی کتاب دی جو شعر ونغمہ بھی اپنے اندر رکھتی ہے اور آئین وقانون بھی پیغمبر اسلام کا یہی معجزہ ہے مستقل معجزہ فی الحقیقت معجزہ ہر عقیدہ باطل کی اصلاح۔۔ مارکس ڈاڈز کا کہنا ''اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ بانی اسلام کے مذہب نے ہر اس عقیدہ کی اصلاح کر دی جو اس سے قبل وہاں رائج تھا اس نے متفارق و متخالف قبائل کو باہم ملا دیا اور اس طرح اس قوم کو دنیا کی بڑی بڑی قوموں سے بھی آگے کھڑا کر دیا''۔

برف فالٹ اپنی تصنیف میں لکھتا ہے'' وہ روشنی جس سے اخلاق وتہذیب کی شمع فروزاں ہوئی سرزمین عرب سے اٹھی تھی جو دنیاو جہاں کو منور وضیا بار کر گئی'' ڈبلیو۔ ایچ۔

ویج اپنی کتاب History of the world میں تحریر کرتا ہے۔ ''مغرب میں پوپ کلیسا پر اپنے اقتدار کا مدعی تھا۔ مشرق میں قیصر کا یہی دعوے تھا جس کا اعلان مصر اور شام کر رہے تھے اس طرح عیسائیت کی صفوں میں مہلک انتشار پیدا ہو چکا تھا لیکن وقت آپہنچا تھا کہ ان صفوں کو بالکل معدوم کر دیا جائے کیونکہ اب ایک عظیم الشان روحانی قوت عرب سے نمودار ہو چکی تھی''

فرانس کا مشہور مورخ سمتھ لکھتا ہے۔۔۔'' چند ہی سال کے عرصہ میں فتنہ وفساد کا یہ نقشہ کسطرح بدل گیا کس طرح ۶۵۰ء تک یہ دنیا اس دنیا سے یکسر مختلف ہو گئی جو اس سے پہلے تھی۔ نوع انسانی کی تاریخ میں یہ باب انتہائی نمایاں اور منفرد خصوصیات کا حامل ہے جسے بانی اسلام نے رقم فرمایا ہے''

لامرتائین اپنی شہرۂ آفاق تصنیف Histoire De La Turgute میں حکیم کائنات کی ذات مقدسہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطرانہ ہے۔ ''عظیم ترین مفکر، بلند پایہ خطیب بہت بڑے پیغمبر، مقنن سپہ سالار، تصورات ومعتقدات کے عظیم فاتح، صحیح نظریہ حیات کا علیٰ وجہ البصیرت قائم کرنے کے ذمہ دار اس نظام کے بانی، جس میں باطل خدا ذہنوں تک کی دنیا میں راہ نہ پا سکے ہیں دنیاوی سلطنتوں اور ان کے اوپر ایک آسمانی بادشاہت کے بانی یہ ہیں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔۔ ان تمام معیاروں اور پیمانوں کو اپنے ساتھ لے آؤ جن سے انسانی عظمت و بلندی کو ناپا اور پرکھا جا سکتا ہے اس کے بعد ہمارے اس سوال کا جواب دو کہ کیا دنیا میں ان سے بڑا انسان بھی کوئی ہوا ہے۔ ان شہادات کی روشنی میں جو خود غیروں نے پیش کی ہیں آپ تاریخ انسانیت پر غور کریں اور دیکھیں کیا آپ کو کوئی اور انسانی ہستی ایسی نظر آتی ہے جو بیک وقت ان تمام صلاحیتوں کی حامل، ان خوبیوں کی مظہر اور ان عظمتوں کی پیکر ہو جو اس ذات گرامی میں تابندہ ودرخشندہ دکھائی دیتی ہیں پھر یہ عظمتیں اور صلاحیتیں زندگی کے کسی ایک شعبہ میں جلوہ فرما نہیں ہر گوشۂ حیات کو منور وضیا بار کر رہی ہیں۔ یک وتنہا، بے یار ومددگار، داعیٔ حق سے لے کر اتنی وسیع وعریض مملکت کی سربراہی تک زندگی کی کون سی روش ہے جو آپ کے حسن سیرت سے ضوفشاں نہیں۔ ہر شخص کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے۔

حسن یوسف، دم عیسےٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

☆☆☆☆☆☆☆

جرمن کا معروف مورخ گبن اپنی کتاب Decline and fall میں لکھتا ہے ہماری نگاہ اس ناقابل فراموش انقلاب پر مرکوز ہے کہ جس نے اقوام عالم کے قلب پر نرالا اور دائمی نقش ثبت کر دیا یہ نقش مسلمانوں کے پیغمبر اعظم نے ثبت کیا ہے۔'' ولیم مور اپنی تصنیف The great life میں سپرد قلم کرتا ہے ہمیں بلا تامل اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیئے کہ تعلیم نبوی نے ان تمام تر تاریک توہمات کو ہمیشہ کیلئے جزیرہ نمائے عرب سے باہر نکال دیا جو صدیوں سے ملک پر چھا رہے تھے۔

بسلسلہ جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محافل میلاد

کی عظیم الشان روحانی تقاریب

زیر سرپرستی

مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب مدظلہ

30 روزہ محافل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زیر اہتمام: شیران اسلام شکر گڑھ زیر نگرانی: رانا عطاء الحق ممنون چوہدری	12 روزہ محافل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زیر اہتمام: شیران اسلام سیالکوٹ زیر نگرانی: شجاعت علی مجاہد مرکزی امیر شیران اسلام	12 روزہ محافل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زیر اہتمام: شیران اسلام ڈسکہ زیر نگرانی: حاجی عبدالرزاق امیر شیران اسلام ڈسکہ

الداعی: شیران اسلام پاکستان

حبیب رب العلیٰ مالک ہر دوسرا

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ظہورِ نور کی خوشی میں

جشن عید میلاد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا عظیم الشان جلوس اور محفل پاک مرکز شیران اسلام میں منعقد ہو رہی ہے

زیر سرپرستی: مفکر اسلام پیر طریقت حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی مدظلہ

مورخہ: 12 ربیع الاول شریف

بمقام: مرکز شیران اسلام نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

عید میلاد النبی علیہ التحیۃ والثناء کی تقریبات نماز فجر کے بعد سے شام تک جاری رہیں گی

منجانب: شیرانِ اسلام پاکستان